یا در دو جہاں غیر خدا یار ندارم

الحمد اللہ

سفرنامہ حضرت مخدوم صاحب

جسمیں

قبلہ مخدوم حضرت سید محمد صدر الدین شاہ صاحب گیلانی ملتانی دام ظلہٗ

کے مختصر حالات سفر بری و بحری مناسک حج۔ زیارات حرمین الشریفین و زیارات

عراق عرب و شام وغیرہ درج ہیں ؎

جسے میرے رفیق معظم و شفیق مکرم مولانا مولوی محمد برخوردار صاحب محشی نبراس وغیرہ

نے تالیف کیا۔ اور بفرمائش جمیع رفقاء حج مندرجہ سفرنامہ ہذا ابو محمد فیض احمد تاجر کتب

خضر منزل نے اپنے مطبع خضر مجتبائی پریس شہر ملتان میں چھاپ کر شائع کیا

قیمت ۔۔۔ ۲ /

اعلان کتبخانہ مطبع خضر مجتبائی شہر ملتان سے ہر قسم کے قرآن شریف

اور کتب دینی علمی مل سکتی ہیں ؎ اور چھپائی کا کام بھی اچھا ہو سکتا ہے

جہاں سفر نمبر شد از فیض احمد

www.musapakshaheed.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمدٍ وعلےٰ آلہٖ
واصحابہٖ اجمعین ۵
ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا یا ہو۔ کہ حضرت قبلہ مخدوم صاحب پیر سید مخدوم
محمد صدر الدین شاہ صاحب گیلانی۔ ملتانی دام مجدہٗ سجادہ نشین بارگاہ حضرت
موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ۔ ابتداء ایام جنگ میں ۱۳۳۲ھ کو حج بیت اللہ کے سفر کا عزم
بالجزم کرچکے تھے۔ اور ٹکٹ ہائے جہاز بھی دو آدمی بھیجکر خرید کرالئے تھے۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۱۴ء
کو روانگی کی تاریخ مقرر تھی۔ صاحب ضلع کے فرمانے پر ملاقات کو گئے۔ تو انہوں نے روک دیا
کہ اختتام جنگ تک اپنا ارادہ ملتوی کردیں۔ حضرت ممدوح نے جب دیکھا کہ صاحب بہادر
ضرور رکھنا چاہتے ہیں۔ بہت خوب جواب دیکر رہ گئے۔ جس کا مفصل تذکرہ کتاب غوث
اعظم میں مکتوب ہے۔ اختتام جنگ کے بعد تیاری کرتے ہوئے نصیب اعدا سخت بیمار ہوگئے
اور عرصہ تک تکلیف میں رہے۔ لیکن بیماری میں ابتغاءً لوجہ اللہ یہ تہیہ کرلیا۔ کہ
حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ جدِ امجد اور ان کے اجداد امجاد ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام جو عراق
میں ہیں سب کی زیارت کرکے بوسیلہ جلیلہ خاتم المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وعلےٰ آلہٖ
حج مبارک پر جاؤنگا یہ بھی آپ کو معلوم تھا۔ کہ ہمارے شیخ عبدالحق محدث دہلوی
جو مرید سیدی سندی حضرت موسیٰ پاک شہید کے ہیں۔ جیسا خود انہوں نے اپنی کتاب
اخبار الاخیار کے خاتمہ میں مفصل لکھا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ
وعلےٰ سائر اہل بیت النبوۃ سے جذب القلوب میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے

www.musapakshaheed.com

فرمایا۔ کہ ائمہ علیہم السلام سے ایک ایک کی زیارت مانند زیارت رسول اللہ کی ہے
دعا و زیارت بھی اس میں حضرت امام موسے رضاؑ سے منقول ہے۔ جو حاشیہ رسالہ
ہذا پر مکتوب ہے۔ اس مضمون نے حضرت ممدوح کے ہتیہ مذکورہ پر اور چار چاند لگا دیئے
چونکہ طولانی سفر بری و بحری کے غیر عادی عراق و عرب کا تجربہ سے معرا۔ سختی و گرمی
منازل سے بھی پورے باخبر نہ تھے۔ مناسب سمجھا کہ پہلے صرف عراق کا سفر کر لیا جائے جو تقریباً
ایک ماہ میں بفضلہ تعالیٰ ختم ہو جائیگا۔ جس کی اجازت والدہ مکرمہ بھی بخوشی عطاء
فرما دینگی۔ جہاز نشینی۔ بری سفر کی کلفت و کیفیت کا بھی تجربہ ہو جائے گا۔ سلیقہ
ملاقات عرب سے بھی فی الجملہ مانوسیت ہوگی۔ ان تمام امور سے بڑھ کر یہ کہ زیارت
اجداد اہلبیت علیہم السلام اور بزرگان عظام کی سعادت

رسالہ حطہ میں سید صدیق حسن خانؒ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے ترجمہ میں
لکھتے ہیں۔ کہ وہ پہلے محدث ہیں۔ جو علم حدیث کو ہند میں لائے۔ پھر ان کے فرزند
رشید نور الحق کا نام گنایا ہے۔ بعد ازاں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اہل اسلام کی طرف سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ در فصل الخطاب از امام جعفر سلام اللہ علیہ و علی ابنائہ اہل بیت النبوۃ می آید
فرمود۔ من زار واحداً من الائمۃ کان کمن زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیل
لموسی الرضا رضی اللہ عنہ علمنی قولاً بلیغاً کاملاً اذا زرت واحداً منکم فقال اذا
صرت الی الباب فقف واشہد الشہادتین وانت علی غسل واذا دخلت ورأیت
القبر فقف وقل اللہ اکبر ثلٰثین مرۃ ثم امش قلیلاً وعلیک السکینۃ والوقار وقارب
بین خطاک ثم قف وکبر اللہ ثلٰثین مرۃ ثم ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ تمام
مائۃ تکبیرۃ ثم قل السلام علیکم یا اہل بیت الرسالۃ ومختلف الملائکۃ ومہبط الوحی
وخزان العلم ومنتہی الحلم ومعدن الرحمۃ واصول الکرم وقادۃ الامم وعناصر الابرار
ودعائم الاخیار واساس الایمان وامناء الرحمن وسلالۃ خاتم النبیین وعترۃ صفوۃ
المرسلین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علی ائمۃ الہدیٰ ومصابیح الدجیٰ واعلام التقیٰ
وذوی الحجیٰ والنہیٰ وورثۃ الانبیاء [illegible] السلام علی محال معرفۃ اللہ ومساکن برکۃ اللہ ومعادن

www.musannafshaheed.com

خیر الجزاء عطا فرمائے۔ اور رحمۃ من اللہ جو ان پر جاری و ساری رہے۔ حضرت

محدث کی وفات کا سنہ ۱۰۵۲ھ ہے۔ ۱۲

و زیارت الرسول صلے اللہ علیہ وسلم و حج مبرور کے لئے وسیلۂ جلیلہ ہو گا

اس کار خیر میں مناع الخیر گروہ ناعاقبت اندیش نے چہ میگوئیاں شروع

کر دیں۔ کہ پہلے حج پر جائے بغداد شریف تو خیر۔ کربلائے معلی۔ نجف اشرف

کاظمین۔ سامرہ شریف۔ بھی تو جائیں گے۔ شد الرحال الی غیر المساجد الثلاثہ

کا مسئلہ بھی گشت کرنے لگا۔ لیکن ان بموقعہ پھبتیاں اڑانے سے صحیح العقیدہ

وسیع القلب۔ روشن دل۔ عالی دماغ افراد متزلزل نہیں ہوتے۔

ع۔ دریا دلاں بہر جنس حرکت نے کنند۔ اس موقعہ پر یہ ذکر نا بھی معذرت

معلوم ہوتا ہے۔ حج مبارک بشرائط فرض عمری ہے۔ یعنے اپنی زندگی میں حج

کرنا ایک دفعہ فرض ہے۔ اسکے فرض ہونیکے بعد دوسرے شرعی کام قبل از حج

ممنوع یا منہی عنہ نہیں۔ ہمنے بیسیوں علماء و صلحاء کو دیکھا سُنا ہے کہ ان پر حج

فرض بھی ہوتا ہے۔ وہ اجمیر شریف کی زیارت۔ پاکپتن شریف کے عرس۔ صابریہ

دربار کی حاضری وغیرہ سے قبل از ادائے حج نہ خود رُکے نہ غیروں کو روکا حالانکہ

ان سفروں میں شد الرحال بھی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ کارروائی سال بسال ہوا کرتی

۴ حکمۃ الله وحفظة سر الله وحملة کتاب الله وورثة رسول الله ورحمة الله و
برکاته السلام على الدعاة الى الله والادلاء على مرضات الله والمظهرين لامر الله
ونهيه والمخلصين في توحيد الله ورحمة الله وبركاته اني مستشفع بكم ومقدمكم
امام طلبتي وارادتي ومسئلتي وحاجتي اشهد الله اني مؤمن بسركم وعلانيتكم وا
تبرا الى الله تعالى من عدو محمد وآل محمد من الجن والانس وصلى الله على محمد وآله
الطيبين الطاهرين وسلم تسليما كثيرا۔

۲ جذب القلوب حاتم باب دہ از لم ص ۱۲۲

زیارت قبور کا بلا قید - علی الاطلاق - سفر ہو یا غیر سفر وغیرہ امر نبوی صحاح میں موجود
ہے - کا فرمان بغور دیکھنا چاہئے - شیخ امام محمد مدنی محدث نے اپنی کتاب
بغیۃ المرتاج میں تصریحاً لکھا ہے - کہ سرور عالم بانی اسلام کا امر بزیارت قبور
جواز سفر و شد الرحال طرف زیارت قبور کی دلیل ہے ۔ اگرچہ وہ بعیدہ کیوں نہ ہوں
کیونکہ امر بقبور شہر یا قرب بلد سے مخصوص نہیں - علامہ غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں
کہ یہ جو بعض علماء حدیث لاتشد الرحال الحدیث سے زیارت المشاہد اور قبور صلحاء
و علماء کی طرف منع سفر کی دلیل بیان کرتے ہیں - غلط ہے ۔ یعنے لیس الامر کذالک
بلکہ زیارت قبور مامور بہ ہے - لاتشد الرحال کی حدیث مساجد کے بارہ میں ہے - کہ بجز مساجد
ثلاثہ مسجد الحرام - مسجد النبی - مسجد اقصے کسی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے
سفر نہ کیا جائے - کہ وہ سب فضیلت میں ایک جیسے ہیں - اور مشاہد مساجد
کے معنے میں نہیں ہیں - کہ سب ایک جیسے ہوں - بلکہ مشاہد و قبور صلحاء کی برکت بسبب
درجات مقبورین ہوا کرتی ہے - جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کیلئے مقرر ہے - پھر لیت
شعری سے افسوس کر کے لکھتے ہیں - کہ کیا یہ مانعین قبور انبیاء کے سفر زیارت
کو بھی منع کرینگے - کہ حضرت ابراہیم - و یحییٰ و موسیٰ علیہم السلام کی طرف جانا بھی
جائز نہیں - یہ محال ہے - علماء صلحاء سب کی زیارت سے وہی غرض و مقصد ہوتا
ہے - جو زندگی میں ان کی زیارت سے ہوتا ہے - ۱۲

یہی مضمون حاصل ہے محدث دہلوی کی شرح مشکوٰۃ و علی قاری
تیسیر القاری - فتح الباری - نووی کا دیکھو رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث
لاتشد الرحال مؤلفہ مولانا مولوی صدر الدین ملقب بہ صدر الصدور - تعجب ہی کہ

تجارت زیارت والدین یا بزرگے زندہ۔ کسب علم و ملاقات احباب و علماء کے لئے سفر کرنا بالاتفاق جائز کہتے ہیں۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ بزیارتِ قبور ہوتی ہے۔ جب زندہ شخص زیارت قبر ہو جاتا ہے۔ اور متوجہ ہوتا ہے تو دونوں میں گویا ملاقات شناخت حاصل ہوتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی کے مختلف مقامات پر سورۃ عبس وغیرہ میں قبور صالحین سے استفادہ کا فائدہ بھی بتلایا ہے۔ ۱۲ تفسیر مظہری میں قولہ تعالیٰ بل احیاءٌ کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء یعنے اکثر اولیاء اللہ سے تواتر ثابت ہے کہ ان کی روحیں اپنے دوستوں کی نصرت اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور ہدایت بھی کرتی ہیں۔ تذکرۃ القبور میں لکھا ہے۔ کہ ارواح ایشاں را اولیاء اللہ در زمین و آسمان و بہشت ہر جاکہ خواہند میروند۔ و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند۔ و دشمنان را ہلاک مے نمایند۔ ۱۲ اعینونی یا عباد اللہ (اے بندگان خدا میری امداد کرو۔) خود حدیث شریف کی تعلیم ہے۔ اور مجرب بھی دیکھو حصن حصین شریف۔

شیخ الہند محدث دہلوی شرح فارسی مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ پس زیارت بامداد موتے را و استمداد از ایشاں ہر دو بعونہ تعالیٰ باشد۔ بر تفاوت حال زائر و مزور انتہیٰ

۵۔ بوسہ بر قبر و دست نہادن بر آں۔ وتقبیل الاعتاب و بناء علی القبور

گو ان مسائل میں اختلاف ضرور ہے۔ لیکن شرک اور کفر بالاتفاق نہیں۔ کما تفوہ الوہابیون ومن نحا نحوہا۔ بایں وجہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو جو کہ متوجہ ہیں بجناب انبیاء و رسل و اولیاء اللہ علی نبینا وعلیہم السلام کو مشرک بخد

وعبدۂ اصنام جانتے ہیں۔ انہیں متنبہ کیا جائے۔ واللہ ہو الہادی۔ علامہ عینی
شرح بخاری میں اپنے اُستاد زین الدین سے نقل کرتے ہیں۔ کہ اماکن شریفہ کو بقصد
تبرک بوسہ دینا باعتبار القصد والنیۃ حسن ومحمود ہے۔ علامہ قاری مرقات
میں فرماتے ہیں۔ کہ قبر پر ہاتھ رکھنا۔ ہم سنت ومستحب تو نہیں کہتے۔ لیکن خطرناک
بھی نہیں سمجھتے۔ ۱۲

شاہ عبد العزیزؒ اپنے والد حضرت خواجہ باقی باللہ۔ حضرت محبوب الٰہی
سلطان نظام الدین اولیاءؒ کی قبور کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ
جو کوئی زندگی میں قابل قدم بوسی ہے۔ بعد وفات اُن کی قبر کو بوسہ دیتا ہوں
(جواہر الاتقان) فی کتاب العلل والسوالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل رضی اللہ
یعنی عبد اللہ نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ اگر کوئی بندہ
ثواب کی امید پر منبر نبویؐ کو ہاتھ لگائے یا بوسہ دے۔ تو اس کا کیا حکم
ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی ڈر نہیں۔ حضرت بلال نے اپنے دونوں
رخسارہ قبر النبیؐ پر رکھے۔ محب طبری سے بھی تقبیل (بوسہ) قبور الصالحین
منقول ہے۔ وفی ہذا الباب روایات کثیرہ

چوکھٹ اولیاء کو بزیارت جاتے ہوئے بقصد تبرک بوسہ دینا مکروہ نہیں
کما افتی بہ الوالدؒ کذا فی کتاب نفحات الرضاء والقبول مؤلفہ احمد مکی۔ میں
کہتا ہوں کہ بوسۂ قبر کی ممانعت میں کوئی آیت وحدیث نہیں ہے۔ معلوم نہیں ہوتا
کہ پھر خرخشہ کیوں ہے۔ اسی طرح قبر پر ہاتھ رکھنے کی روایات بھی ہیں۔ گو علامہ
نووی نے عدم مسح پر اجماع لکھا ہے۔ لیکن علامہ سبکی نے اسکی مخالفت کی

کی ہے کما فی نفحات المذکور۔

ابن عمرؓ اپنا داہنا ہاتھ قبر شریفؑ پر رکھتے تھے۔ حضرت بلالؓ نے اپنے دونوں

رخسارے قبر شریفؑ پر رکھے حضرت فاطمہؓ خاتون جنت نے قبر شریفؑ کی خاک

مبارک لیکر اپنی آنکھوں پر رکھی اور گریہ کیا۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ بعضوں

نے حجرِ اسود کو بوسہ کی مشروعیت سے ہر مستحق التعظیم انسان وغیرہ کے بوسہ کا جواز استنباط

کیا ہے

معزز انسان کے ہاتھ کا بوسہ من الادب شمار کیا گیا ہے۔ امام احمد نے بوسۂ

منبر النبیؐ و قبرہ کو خطرناک نہیں دیکھا۔ ابی الصیف یمانی شافعی احد علماء مکہ معظمہ نے

قرآن مجید و اجزاء الحدیث اور قبور الصالحین کا بوسہ جائز فرمایا ہے۔ محب طبری سے

منقول ہے کہ وہ قبر کا بوسہ اور مس کرنا جائز کہتے تھے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ ایسا

علماء صالحین کا عمل ہے۔ اور یہ شعر کہتے تھے ؎

لو رأینا لسلیمی اثرا، لسجدنا الف الف للاثر

خلاصۃ الکلام یہ ہے۔ کہ استغراق فی المحبت بیشک ان امور کی اجازت

دیتا ہے۔ دبید رد کھوئے گیا جائیں۔ وہ محبوب کو یا اسکے اثر کو دیکھ کر بے خود

ہو جاتے ہیں۔ اصل مقصود احترام و تعظیم ہوتا ہے۔ لاغیر۔ یہ تمام روایات وفاء

الوفاء باخبار دار المصطفےٰ میں ہیں۔

درمقامیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود | سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

ہوسیا آداب داناں دیگر اند | سوختہ روح و روانان دیگر اند

اسی طرح مسئلہ غلاف و قبر پوشی کا ہے۔

ابو داؤد میں قاسم بن محمدؒ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ
کی خدمت میں التماس کی کہ اے ماں تو قبر الرسول کو میرے لئے کھولدے اور
ظاہر کردے۔ انہوں نے ایسا کر دیا اور میں نے زیارت قبور ثلاثہ کی الخ ابو داؤد۔
روایت سے پوشیدہ رکھنا قبور کا ظاہر ہے۔ علامہ شامی۔ شامی ہی میں لکھتے ہیں کہ
گو بعض فقہاء قبور صالحین پر غلاف اور پارجات ڈالنے اور عمامہ کا رکھنا مکروہ
کہا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب چونکہ ان امور سے عوام کی آنکھوں کے سامنے
تعظیم کا قصد ہوتا ہے۔ کہ وہ صاحب القبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ اور غافل زیارت کرنے
والوں کو ادب و خشوع پیدا ہو۔ بایں نیت یہ جائز ہے۔ کیونکہ گو یہ نئی بات
ہے۔ لیکن اعمال بالنیات ہوتے ہیں۔ اخیر میں لکھا ہے کذافی کشف النور عن اصحاب
اسیطرح مسئلہ بناء علی القبور کا ہے۔ بناء قبل الدفن میں تو خود رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں
اور جلیلین صحابہ بھی۔ یہ تو جائز ہے کما فی الشامی اور بعد الدفن ممنوع ہے۔ لیکن وقتی
ممنوع ہے۔ کہ حضورؐ کے زمانہ میں اس سے اور ضروریات اہم واقدم تھے اور یہ بھی کہ
ابتداء اسلام میں یہود و نصاریٰ مشرکین جو کچھ قبور سے کرتے تھے۔ کہ قبور کو سجدہ گاہ
و معبد بنایا ہوا تھا۔ ان کو دیکھکر حضورؐ نے نئے مسلمانوں کو زیارت قبور سے بھی
منع کر دیا۔ بناء علی القبور بھی ممنوع ہوئی۔ پھر اسلامی الضعف الملک احکام کی بعد
زیارت قبور کا حکم صادر ہوا۔ اور پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اس سے مفہوم ہو سکتا
تھا کہ بناء علی القبور بھی جائز ہوگی۔ گو منصوص نہ۔ بایں وجہ اختلاف پیدا ہوا۔
بعضوں نے بلحاظ مفہوم جائز رکھا۔ اور بعضوں نے دوسرے لحاظ سے ناجائز قرار دیا
لیکن مفہوم کی طرف بہت صحابہ و اہل بیت وغیرہم ہیں۔ بناء کی ابتداء صحابیؓ کے زمانے

ك اي لتغفي عن قبر رسول اللہ ﷺ علامہ خفاجی اسکی ذیل میں لکھتے ہیں۔ لانه ﷺ دفن في بيتها وكان مستوراً عن الناس تكريماً له

www.musapakshaheed.com

میں یوں قایم ہوئی۔ کہ قبروں پر خیمہ لگانے شروع ہوئے۔ جو ایک قسم کی بناء ہے
علامہ بدرالدین عینی نے بخاری شریف کی شرح میں ابن عمرؓ و ابن سعیدؓ کے
خلاف ثابت کیا کہ خود امیر حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر۔ حضرت عائشہؓ
نے اپنے بھائی کی قبر پر۔ محمد بن حنیفہ نے حضرت ابن عباس کی قبر پر اور
حضرت فاطمہؓ بنت امام حسینؓ نے حسن مثنےؓ اپنے شوہر کی قبر پر خیمے کھڑے کئے
علامہ قاری نے حسن مثنےؓ کی حدیث کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے
اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ بایں وجہ لگایا تھا کہ ذاکرین۔ قارئین کے اجتماع اور
زائرین اصحاب جو دعاء مغفرت و رحمت کیلئے حاضر ہوں۔ ان کو استراحت ہو
نہ یہ کہ اسکو عبث اور بلاوجہ محمول کیا جائے۔ جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے کیونکہ
بضعہ اہل بیتؓ ایسا خیال کرنا لائق و مناسب نہیں۔ انتہیٰ۔ چونکہ علماء صلحاء کی
ممتازیت بھی پیش نظر ہونی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے مشاہد پر انوار الٰہی متجلی
ہوتے ہیں مظنۂ قبولیت دعاء بھی۔ اسلئے بلفظ قیل کہا گیا۔ کہ اگر میت مشائخ
علماء سادات ہوں۔ تو ان کی قبور پر بناء مکروہ نہیں۔ ردالمحتار کے مؤلف نے یہ
شرط لگادی کہ ھذا فی غیر المقابر المسبلة یعنے رستہ نہ رکتا ہو۔
امام علامہ۔ لوذعی فہامہ۔ فقیہ اکبر شیخ عبدالقادر۔ رافعی۔ فاروقی۔ حنفی۔ مفتی
دیار المصریہ حاشیہ شامی مسماۃ بہ تحریر المختار میں تفسیر روح البیان سے نقل کرتے
ہیں۔ کہ شیخ عبدالغنی نابلسی نے اپنی کتاب کشف النور عن اصحاب القبور میں
لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو وہ
سنت کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ پس علماء۔ اولیاء۔ صلحاء کی قبور پر

بنانا۔ چونہ و گچ کرنا۔ عمامے رکھنا۔ غلاف چڑھانا امر جائز ہے۔ جبکہ ان امور سے عام لوگوں کی آنکھوں میں ان کی تعظیم کا قصد ہو۔ کہ وہ صاحب القبر کو حقیر نہ جانیں کریں۔ اسی طرح قندیلوں اور شموع کا اولیاء و صلحاء کی قبور کے پاس روشن کرنا بھی من قبیل التعظیم والاجلال للاولیاء [illegible] ہے۔ اور مقصد حسن ہے۔ ابھی السرج روغن اور بتیاں نذر میں دینا کہ اولیاء اللہ کی قبور کے پاس روشنی ہو تعظیماً للاولیاء ومحبۃ فیہم جائز ہے۔ اس سے منع کرنا مناسب نہیں۔ ۱۲

حدیث شریف میں ہے۔ قبر پر چراغ جلانے سے لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔

بیشک۔ قبر پر چراغ جلانا ممنوع ہے۔ لیکن قبر کے آس پاس جلانا کہاں منع ہے

سہ بصدق و ورع کوش و در راہ صفا۔ ولکن میفزائے بر مصطفےٰ ۱۲

بلکہ ایک ہی حدیث میں ہے۔ والمتخذین علیہا المساجد والسرج۔ علی قاری لکھتے ہیں۔ قیل علیہ ایضاً ان اتخاذ المساجد بجنبہا لا باس بہ۔ والتفصیل فی وفاء الوفاء۔ اور پوری تحقیق اس مسئلہ کی رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ رسالہ ضیاء القنادیل لرفع ظلام الاباطیل بھی فی ہذا الباب خوب ہے۔ ان دونوں رسائل کا ماخذ غالباً علامہ اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ۔ متوفی ۷۵۶ھ جنکی نسبت ابن حجر لکھتے ہیں۔ الامام المجمع علی جلالتہ و اجتہادہ کی تالیف منیف ہوگی جس کا نام تنزل السکینہ علی قنادیل المدینہ ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ تزئین مساجد و تعظیم شعائر اللہ جنہیں مشاہد محبوبانِ الٰہی بھی شامل ہیں۔ اگر بہ قصد صالح و بہ نیتِ خیر نہ بقصد تفاخر و نمود و نہ بہ نیت فاسدہ

چراغان وقنادیل کا ان مقامات پر تعظیماً وتزییناً روشن کرنا ہو تو مستحب
جائز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیم کما فی نقش المسجد (در مختار) جائز
ومستحسن ہے۔

چونکہ مقامات متبرکہ معظمہ پر چراغوں وقندیلوں کے روشن کرنے میں عزت
وعظمت مقامات متبرکہ کے اظہار کے علاوہ دو منافع دیگر بھی لازمی ہوتے ہیں
وہ کیا ایک روشنی دینا دوسرا جلانا۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان روشنیوں سے محبین
ومعظمین شعائر اللہ کے قلوب صافیہ منور ہوتے (ومن یعظم شعائر اللہ فانہا
من تقوی القلوب) اور اعداء کے دل جلتے ہیں۔ اور عدو کو جلانا بھی ایک جائز
منے کی بات ہے۔ اسلئے وہ استحسان موکد ہو جاتا ہے۔ ۱۲ علاوہ بریں حدیث
ممنوعیت جیسے ترمذی نے بیان کیا ہے۔ وہ صحیح ہی نہیں۔ اور بخبر حدیث صحیح
کسی غیر صحیح حدیث سے کوئی حکم من الاحکام ثابت نہیں ہو سکتا۔ اذ لیس فلیس
اس حدیث کی سند کی مدار ابو صالح باذام یا باذان پر ہے۔ اور اسکو ائمہ فن
نے ضعیف اور مدلس کہا ہے۔ کما فی التقریب وغیرہ باقی رہا ترمذی شریف کا
اسکو حسن کہنا وہ باعتبار ترجمہ باب ہے۔ کہ قبر پر مسجد بنانا مکروہ ہے۔ نہ سرج علی القبر
پر والتفصیل فی محلہ

چونکہ ہمارا یہ رسالہ اس بحث کیلئے نہیں ہے۔ بایں وجہ ہم زیادہ طول دینا
نہیں چاہتے۔ صرف علامہ غزالی کی احیاء قبیل کتاب ادب النکاح اور تذکرۃ
الاولیاء بیان سیدی احمد خضرویہ کو دیکھیں کہ صرف ایک ایک مہمان کے اعزاز و
اکرام میں ستر ستر ہزار چراغ تک روشن کیا

www.musaapakshaheed.com

زیارت رسول الثقلین حج سے پہلے ہو یا بعد۔

زیارت خیر المرسلین باجماع المسلمین اعظم قربات وافضل الطاعات وارجح الوسائل لنیل الدرجات۔ قریب من الواجبات سے ہے۔ اور اس کا ترک کرنا غفلت عظیم اور ظلم کبیرہ و غلظت جسیمہ ہے خصوصاً بموقعہ حج۔ ابن عدی کی سند حسن میں مرفوعاً ہے۔ کہ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ (ترجمہ) جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اسنے یقیناً مجھپر ظلم کیا۔ بعض مالکیہ نے تصریح کی ہے۔ کہ مدینہ منورہ کی طرف چلنا کعبہ و بیت المقدس کی طرف چلنے سے افضل ہے۔ مدینہ عالیہ کی زیارت مکہ معظمہ میں داخل ہونیکے بعد بھی۔ حج سے پہلے بھی زیارۃ النبی اولی ہے بشرطیکہ بسہولت واپس آکر حج مبارک کر سکے۔ ورنہ بعد حج جانا چاہیے۔ اگر حج پر براستہ شام جانے کا اتفاق ہو۔ یا ادھر ہی سے کاہل الشام جانا ہو تو لا محالۃ بالضرور پہلے زیارت کرنا چاہئے۔ ورنہ اسکی شقاوت و قساوت میں کلام نہیں کہ یہ زیارت اسوقت بمنزلہ وسیلہ جلیلہ فی مرتبۃ السنۃ القبلیۃ للصلوۃ الفرضیہ ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ اور اسکی طرف وسیلہ طلب کرو۔ یعنے ایسا ذریعہ طلب کرو۔ جو توصل الی صاحب الشریعۃ ہو یہ بھی بلا شبہ ہے۔ کہ جو شخص کلمۂ طیبہ میں پہلے محمد الرسول اللہ کہکر پھر لا الٰہ الا اللہ کہدے تو وہ مومن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایمان تصدیق بالتوحید والنبوۃ علے وجہ المعیۃ کا نام ہے نہ بشرط الترتیب فی حالۃ الجمعیۃ

جب ایسے مقام پر پہونچے کہ وہاں سے قبہ مقدسہ منیفہ و حجرہ مشرفہ شریفہ پر نظر پڑے تو اسکو اس مقام کی عزت و عظمت اور فضیلت بل افضلیت

www.nusapakshaheed.com

کو دل میں بٹھلائے۔ کہ وہ بقعہ شریفہ جس سے جسد مبارک رسول اللہ منظم ہے۔
عرش فرش سے افضل ہے۔ درود شریف باخلاص پڑھتا ہوا داخل ہو۔ اور
السلام علیک یا ایہا النبی کا شرف حاصل کرے۔ اور باادب رہے کہ یہ نازک
دربار ہے۔ وہ نہ ہو کہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ بجز
تعب و خسارہ کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ اور پھر ضجیعین شریفین اور خاتونِ جنت اور بقیع
وغیرہ کی زیارات جنکا ذکر اصل رسالہ میں آویگا۔
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ والحمد للہ رب العٰلمین
المقصود جب حضرت ممدوح تیار ہوئے اور ساتھ ہی خاتونانِ حرم خاندانی
یعنے زوجہ مکرمہ۔ ہمشیرہ معظمہ بھی تیار ہوئیں۔ اور آپکا لختِ جگر سید غلام مصطفےٰ
شاہ صاحب المتولد ۱۸۸۷ء بھی تیار ہوئے۔ حاجی محمد مراد شاہ صاحب
و دیگر خدام کنیزگان و جماعت نساء و رجال بھی ساتھ تیار ہوئے۔ المختصر مورخہ
۷۔ شعبان ۱۳۴۲ھ ۱۳ مارچ ۲۴ء کو اپنی والدہ ماجدہ سے رخصت حاصل کرکے
روانہ ہوئے۔ اور تمام زیارات عراق سے مشرف ہو کر بخیر و عافیت مورخہ
۸۔ رمضان ۱۳۴۲ھ ۱۳۔ اپریل ۲۴ء کو ملتان واپس آئے۔ کیفیت زیارات
آگے آویگی۔ یہ ذکر چھوڑ دینا بے انصافی ہوگی۔ کہ مخدوم زادہ سید غلام مصطفےٰ
شاہ جو عمیم الاشفاق۔ کریم الاخلاق۔ وسیع النظر باخبر تعلیمیافتہ خوش سلیقہ
انسان ہیں۔ اس سفر کا تمام انتظام انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ جس خوبی و خوش اسلوبی
سے اسکو سنبھالا وہ انہیں کا حصہ تھا۔ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری و رفقاء
کی غمخواری و دلداری کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے پایا جزاہ اللہ خیرا۔

بڑی قابل ذکر بات یہ ہے۔ کہ نہایت دیانتداری سے انجام کو پہونچایا۔ یہ بیمار ہونے کے بعد بھی انہیں کی زیر نگرانی کام چلا گیا۔ محمد شفیع جوان کا صلاحیت آثار ہنیرہ ہے۔ وہ بھی ہمراہ تھا۔ حاجی غلام محمد تہیم مع زوجہ خود۔ اب یہ طباخی دوکاندار اچھا باثروت انسان ہے۔ اس کا ایک بیٹا محکمہ ریل کا ملازم ہے۔ جو مبلغ ۵۰ تنخواہ پاتا ہے۔ سکنائے محلہ کندیگران ملتان شہر۔ حاجی مولوی فیض احمد صاحب تاجر کتب ملتان۔ صالح انسان ہیں۔ یہ اس دفعہ اپنے والد مرحوم مولوی خدایار صاحب کی طرف سے حج کی ادائی کو چلے تھے۔ پہلے سفر عراق میں بھی انہیں حضرت ممدوح کی معیت کا شرف حاصل تھا۔ حاجی نعمت اللہ شاہ و حاجی جان محمد شاہ مسمات نورسوائی و عجوزہ نابینا والدہ نمبردار موضع مخدوم قریشیاں سکنائے مخدوم رشید و گلزار پور جو آتی ہوئی جہاز میں فوت ہوئیں۔ یہ سب مولویصاحب مذکور کے ہمراہ عین موقع تیاری بطرف دمشق۔ بغداد شریف میں آکر شامل ہوئے۔ بایں وجہ اسدفعہ یہ سب زیارات سامرہ شریف و کربلائے معلّٰی۔ نجف اشرف وغیرہ نہیں کرسکے۔ حاجی شیخ چراغدین انصاری تاجر چرم خوش خلق خوش اعتقاد ہیں۔ اور ان کا صاحبزادہ شیر محمد شیرین زبان۔ ہونہار بھی مولویصاحب مذکور کے ہمراہ تھا۔ چودھری اللہ بخش نمبردار محلہ کپ کھڑی کھوہ۔ جو وجیہہ ہیں اور سادہ مزاج۔ اور میاں حیات محمد قصاب خوش طبع مع زوجہ عفیفہ سکنائے ملتان۔ حاجی خالقداد خان سابق آنریری مجسٹریٹ ضلع مظفرگڈھ جو خوش مزاج اور قناعت پسند تھے۔ جن کا انتقال بمقام

www.musapakshaheed.com

www.musapakshaheed.com

اِعتذار

اِس رسالہ سفر نامہ میں حضور ممدوح کے مکاشفات و ملفوظات و کراماتِ بے بہا جواہرات اور خدماتِ عالیہ صاحب العتاب کا ذکر یں ہے کہ ایماء خاموشی مانع ہے۔ والسّلام

نوٹ: ۔اِس حج مبارک کا سفر ۱۔شوال ۱۳۴۲ھ سے ۳۰۔ ذیحجہ ۱۳۴۲ھ تک ختم ہوا۔ کاتب نے بعض مقامات پر سنین غلط لکھے ہیں۔ اور دیگر اغلاط بھی ہیں جن کا تدارک نہیں ہو سکا۔

حج کا بیان

حج لُغت میں کسی بڑے اعلےٰ درجے کی چیز کے طلب کرنے کا نام ہے۔ اور شرع میں کعبہ کی زیارت (یعنے طواف کعبے شریف کا) کرنے کو کہتے ہیں۔ اور عرفے[1] کے روز عرفات میں زوال کے بعد شام تک کھڑے ہونا اور مقام عرفات میں زوال کے بعد دوسری صبح تک وقت وقوف کا[2] ہے۔ نیت شرط نہیں۔ چلتا پھرتا۔ دیوانہ۔ مست۔ سوتا اِس وقت میں سے کسی وقت ٹھہر جائے تو یہ رکن ادا ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ بحالت احرام حج کی نیت سے ہو۔

حج پانچ بنائے اسلام کا خاتمہ ہے اور عمر بھر میں ایک دفعہ فرض ہوتا ہے کیونکہ

---

[1] ۹ ماہ ذی الحجہ [2] دن میں وقوف کا امتداد تا غروب آفتاب واجب ہے۔ اور رات کو فقط ایک ساعت کا ہی کافی ہے۔ (امتداد (طول) واجب نہیں ہے ۱۲

خدا یارت گاہ اس کی ایک ہے جملہ عبادات میں سے حج عبادت مرکب از مالی و بدنی
ہے۔ کوئی عبادت محض بدنی ہے جیسے کلمہ اور نماز اور کوئی محض مالی جیسے زکوٰۃ
حج میں چونکہ مال بہت خرچ ہوتا ہے۔ اور استطاعت مال کی شرط ہے۔ اس لئے
اسکو مرکب مالی و بدنی کہا گیا۔ ورنہ کوئی عبادت سوائے مال کے ادا نہیں ہو سکتی
سب میں مال کی ضرورت ہے۔ مگر نماز روزہ میں تھوڑا مال کافی ہے جو بقدر
حیات کو ضروری ہو۔ جیسے نماز بلا لباس روزہ بلا افطار۔ زکوٰۃ بلا مال اور
پانچ بنائے اسلام میں صرف عبادات ہی ہیں اسواسطے سوائے نیت کے صحیح
نہیں ہوتے اور باقی جتنے دینی معاملات ہیں سب بلا نیت صحیح ہو جاتے ہیں۔ مگر
ان میں نیت ثواب کی شامل ہو جائے تو موجب ثواب اخروی (عبادت
ہو جاتے ہیں۔ جیسے نکاح۔ عتاق[سلہ]۔ بیع۔ شرا۔ وقف۔ وصیت ہبہ وغیرہ
اسواسطے جو صاحب جمیع معاملات دنیوی میں نیت ثواب کی کرے۔ وہ ہر دنیوی
عبادت میں داخل ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں ان کلمات میں درج ہے
[سلہ] وَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۔

بناء خمسہ اسلام سے حج بشرائط بسنہ ۹ھ میں فرض ہوا۔ اس کے فرائض
پانچ۔ واجبات بائیس۔ سنن چودہ ہیں۔ جیسا کہ کتب فقہ میں درج ہے

سلہ یعنی وہ ہمیشہ نماز میں ہیں ۱۲ سلہ ذنوب گناہ کو کہتے ہیں ۱۲

مناجات بعالی درجات حضرت موسیٰ کلیم اللہ جناب حضرت سید موسیٰ پاک شہید

از تصنیف لطیف مولانا مولوی محمد شریف المتخلص بہ مسکین مرحوم ملتانی انصاری

زہے والا جنابِ شیخ موسیٰ — کہ شد گردوں بخاکِ او جبین سا

بگرد آفتابِ روضۂ او — ملائک گشتہ رقصاں ذرہ سا

تعالی اللہ عجب درگاہ فیض است — کہ شد ہر بینوا را کام بخشا

برائے تشنہ کاہ تلخ کاماں — در و چشمۂ شیریں ہویدا

خواص و عام از ہر سرزمین ہا — ہمے آیند ایں درگاہِ اعلےٰ

عجب نبود اگر از کار عالم — کنی از یک اشارہ عقدہا وا

کہ حضرت بودہ آں مشکل کشائے — کہ کردے حل مشکل سخت ہا را

ز بس آشفتہ حال و بیقرارم — چو زلفِ دلبران و شوخ رعنا

بغیر از ذاتِ والائے تو عالم — ندارم سرورا ملجا و ماوا

بہ بند قرض و افلاسم گرفتار — ازیں دام رہائی دہ خدا را

تو سلطانِ زمانی من گدایت — بحالم رحم فرما رحم فرما

مسکیں رخ نما یا پیر صاحب — کہ در عشقِ تو گردید است شیدا

نور الدین ۔۔ نامی کاتب نظم
www.musapakshaheed.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسمہٖ تعالیٰ

حضرت ممدوح کی ۱۵ مئی [illegible]ء کو ۱۲ بجے دن کے سٹیشن چھاؤنی ملتان سے میل گاڑی پر
سوار ہونیکی خبر مشہور ہو چکی تھی۔ بایں وجہ ملنے اور مشایعت کنندگان اصحاب کا دربار
پیران پر حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ پر جھمگھٹا تھا۔ گرد نواح کے بازاروں اور رستوں
میں اس کثرت سے احباب و زائرین کی آمد تھی کہ شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ حضرت ممدوح نے
دس بجے دوبارہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا طلبی کی التماس اور حصول اجازت
کی سند حاصل کرتے ہوئے۔ وداعی زیارت و پابوسی کے شرف سے ممتاز ہو کر مسجد میں دوگانہ
ادا کیے درگاہ شریف کی زیارت کرتے ہوئے سٹیشن کیطرف روانہ ہوئے۔ انبوہ خلائق کا عجب
تھا کہ سٹیشن چھاؤنی ملتان نے بہت کم دیکھا ہوگا۔ دربار پیران پر سے سٹیشن مذکور تک
بلکہ سٹیشن کی غربی طرف سے نصف میل تک اس کثرت سے شائقین و زائرین تھے۔ کہ تل دھرنے
جگہ نہ تھی۔ بارہ بجے سٹیشن پر پہونچے۔ نہایت خندہ پیشانی سے ہر ملنے والے کو مناسب کلمات
اور دعا سے مسرور کرتے رہے۔ اور ٹھیک ۱۲ بجے سوار ہوئے۔ ٹرین روانہ ہو چلی۔ لوگوں کے
"اللہ اکبر" کے نعروں اور "زندہ باد و سلامت روی و باز آئی" کی آوازوں سے آسمان
گنبد گونج اٹھا۔ اور بعض ارادتمندان نے شیر شاہ۔ شجاع آباد۔ لودھراں
بہاولپور۔ سمہ سٹہ۔ خانپور۔ کراچی تک مشایعت کی۔ چونکہ مولوی غلام رسول و

* اس موقع پر حاجی محمد مراد شاہ صاحب گیلانی جو ایک دیانتدار نیک بخت سید ہیں۔ اور بارادہ حج و زیارت اپنی عزت ممدوح کے ہمراہ ہیں
... تین چار روز ... کسی ظالم نے ... بایں وجہ انکو کراچی سے ملتان آنا پڑا

www.musafarshaheed.com

مہر کن محکوم کراچی میں دو یوم پہلے بھجوائے گئے تھے۔ کہ وہاں جاکر انتظام رہائش و دیگر ضروریات
کے متعلق واقفیت حاصل کریں۔ اور ایک تار بھی دیا گیا تھا۔ کہ حضور معہ ہمرہ ممبر
یعنی ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کی صبح کے ۸ بجے انشاء اللہ تعالیٰ کراچی پہنچیں گے۔ بایں وجہ مولویان
و دیگر احباب سید رشن شاہ و سید اصغر علی وغیرہ صاحبان سٹیشن کراچی پر تاریخ مذکورہ کو
قبل از وقت مقررہ قدوم میمنت لزوم کے منتظر تھے۔ ٹرین کے پہنچتے ہی دست وپابوسی
میل ملاقات کے لوازمات پورے ہوتے ہی نہایت احتیاط کے ساتھ پہلے پہل پردہ
کا اہتمام ہوا۔ اور مستورات کو سید اصغر علی صاحب کے فارغ شدہ پردہ دار مکان میں معیت
حضرت مخدوم زادہ صاحب دام عزہ پہونچا دیا گیا۔ بعد میں حضرت ممدوح معہ رفقاء ودیگر
گاڑی احاطہ میں ایک مکان میں فروکش ہوئے۔ ہندی مسجد جو اس مکان کے قریب
پر فضا بادکشوں و بجلی روشنی فرش فروش سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اُسکے حجرات میں باقی
رفقاء کا قیام ہوا۔ مولوی حکیم احمد بخش صاحب جو ملتان کے علمی خاندان مولانا مولوی
علیمردان صاحب قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ اور کاتب الحروف کو بھی اُنکے ماموں ہونیکا
شرف حاصل ہے۔ وہ بارادہ حج مبارک و زیارت روضۂ مقدسہ کراچی ہم سے پہلے پہونچے
ہوئے تھے۔ آ کر ملے۔ اور فوری طور پر اپنے مکان ہائیتی پر جو قریب تھا لے گئے۔ اور چاء بسکٹ
سے تواضع کی۔ اور پھر بھی تا قیام کراچی ملتے جلتے رہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔ نماز جمعہ مسجد بندر روڈ
میں ادا کیگئی۔ حضرت ممدوح نے بعد ازاں اپنی جماعت اور معبرین اصحاب کراچی سے مشورہ
لیا۔ کہ ہمکو مسٹر محمد اسحاق ساکنہ بغداد شریف نے جو متمول اور معبر اور فہیم ٹھیکہ دار سرکاری
اور سٹاف حکومت کو ملنے جلنے والے ہیں۔ اُنکا تار آیا ہے۔ کہ حجاز عرب کا سفر رستہ بغداد
شریف ہونا چاہئیے۔ بسواری موٹر و ریل آپ چند یوم میں مدینہ عالیہ پہنچکر با آسانی حج کر سکینگے

اکثر اشخاص نے اس تار کے مضمون کا نامعتبر ہونا بتلایا ہے۔ اِدھر دلالان جہاز نے بھی جو اسوقت
موجود تھے تائید کی۔ آخر کار ہوتے ہوتے کثرتِ رائے سے یہ قرار پایا۔ کہ پہلے جدہ جانا چاہیئے
پھر یہ بحث چھڑ گئی۔ کہ کس جہاز کے ٹکٹ خرید کئے جائیں۔ دلالان جہاز اپنے جہاز کے فوائد
بیان کرتے ہوئے نہایت پُرجوش تقریروں میں اپنی اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے تھے
اِسی حیص بیص میں رات کے ۱۰ بج گئے۔ حضور ممدوح کا یہ منشا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی طرح ایسا
حسن اتفاق ہو۔ کہ بغداد شریف کے رستہ کا یقینی مامون ہونا معلوم ہو جائے۔ تو بہت ہی
احسن ہوگا۔ کہ زیارات عراق عرب گو پہلے عنقریب مشرف ہو چکے ہوئے ہیں۔ لیکن
سیری کہاں۔ ان زیارات سے بھی دوبارہ عزت و شرف حاصل ہو۔ اور ساتھ ہی
زیارات دمشق و بیت المقدس و غیرہا خلیل الرحمن و زمینیہ کے فیوضات کا معرفہ حاصل
کرتے ہوئے جناب ختم المرسلین خیر الاولین و الآخرین رحمۃ للعالمین سید الکل ہادی
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت فیض بشارت
کے تاج کرامت سے فیض یاب ہو کر روضۃ من ریاض الجنۃ میں صلوٰۃ و سلام اس
خیر الانام معصوم کو خود ادا کرتے ہوئے کسی وقت آپکے ضجیعین۔ جلیلین۔ شیخین
ثانی اثنین فی الغار۔ اور لا یخافون لومۃ لائم یعنی صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بیسے یار
غمگسار اور جاں نثاروں پر تسلیمات پیش کرنیکا فخر حاصل کریں۔ کسی نے کیا اچھا شعر لکھا ہے
کہ سہ پہلوئے مصطفےٰ امین ہوئے آپ کے مزار۔ یارِ نبی نہ مر کے بھی اکدم جدا ہوئے
اور کسی وقت خاتون جنت بضعۃ النبی سلام اللہ علیٰ ابیہا و علیہا و علی اولادہا کی مرقد
مبارک کی آستان بوسی کا اعزاز حصول ہو۔ اور کسیوقت جنۃ البقیع میں سبط اکبر
سید شباب اہل الجنۃ امام حسن مجتبےٰ و دیگر اہلبیت مصطفےٰ سلام اللہ علیٰ نبینا و علیہم

www.Husainpakshaheed.com

اور امیر عثمان جامع القرآن وغیرہم و دیگر اصحاب باصفا رضی اللہ عنہم کی زیارات سے ممتاز ہو کر
بایں وسیلۂ جلیلہ اعلےٰ لاعالی دربار پروردگار میں لبیک اللّٰہم لبیک گویاں حاضر ہوں۔
اسوقت حضرت ممدوح ادام اللہ بقاءہ نے یہ جواب دیکر مجلس برخاست کردی کہ مکمل جواب
صبح دیا جائیگا۔ ۱۷ مئی ۱۹۲۷ء کو صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد جدہ کے جہازوں کے دلال بھی اور بصرہ
کے ڈاک جہاز کے دلال بھی دونوں آئے۔ اپنی جماعت و دیگر اصحاب بھی جمع ہو گئے۔ کہ
فیصلہ کن مکمل جواب کی انتظار ہے۔ ابھی حضور ممدوح دام مجدہ نے لب کشائی نہیں
کی تھی۔ کہ ایک ملتانی کراچی تار گھر کے ملازم نے آکر سلام علیکم اور حضور ممدوح دام عزہ کی
پابوسی کرتے ہوئے ایک فارم تار پیش کر دیا۔ جسکا مضمون سید محمد راحن شاہ صاحب
بالقابہ آپکے منجھلے برادر عزیز سے یہ مکتوب تھا۔ کہ یہ تار دوبارہ مسٹر محمد اسحاق بغدادی نے
خدمت عالیہ میں ارسال کیا ہے۔ کہ آپ بخط عراق عرب کے راستے سے تشریف فرما ہوں۔ آپ
۱۴ یوم میں مدینہ طیبہ اس راستے سے پہنچ سکتے ہیں۔ اسی راستہ کو ترجیح دیں۔ اور کوئی
فکر نہ کریں۔ اس تار کے پڑھتے ہوئے دلالان جہازان جدہ تو کافور ہو گئے۔ بشاشت
و سرور کا یہ عالم تھا۔ کہ ہر ایک خصوصاً حضور ممدوح کی زبان و دل سے یہ مضمون مترشح
تھا سے۔ للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست۔ آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید
اسی وقت دلال جہاز بصرہ سے بات چیت ہو کر ۱۲ ٹکٹ درجہ سوم فی ٹکٹ [illegible] ر
اور پانچ ٹکٹ درجہ اول فی ٹکٹ [illegible] ر یہ تمام رقم شمار کر کے دی گئی۔ اور اسی
شام کو ٹکٹ بھی آگئے۔ اسی اثناء میں ایک اور تار بھی منشی نور محمد صاحب کا آگیا۔
کہ براستہ عراق عرب حجاز جانے کے لیے مسٹر محمد اسحاق صاحب سفارش کرتے ہیں
چونکہ بصرہ کا جہاز ۱۸ مئی ۱۹۲۷ء کو دن ۱ بجے روانہ ہونے والا تھا۔ اشیاء ضروریہ کی خرید و فراہمی کا

کام سیٹھ میاں جمعہ ملجی کی تحویل میں دیا گیا ۔ انہوں نے نہایت چستی اور ہوشیاری سے یہ کام انصرام کو پہنچایا
۱۸ کی شب کو بجز چند اشخاص معززین گودی میں جا کر شب باش ہوئے ۔ اور وہ معزز اشخاص
بھی ۱۸ مئی کی صبح کے ۸ بجے بندر پر پہونچ گئے ۔ پس جونہی پہونچتے ہی تمام ہمراہیان
بمعیت جناب ممدوح ڈاکٹری معائنہ و مہر چسپانی کے بعد جہاز پر سوار ہو گئے ۔ ٹھیک
۱۱ بجے جہاز بسم اللہ کی آواز کرتا ہوا روانہ ہوا ۔ اور شب و روز با آرام و سکون منزلیں طے کرتا
۲۲ مئی بروز خمیس (جمعرات) ٹھیک ۱۱ بجے صبح بخیر و خوبی بندر بصرہ پر پہونچا ۔ یہ جہاز بہت
خوبصورت اور صفائی میں بہت اچھا ہے ۔ لکڑی اور پانی دینے کا انتظام قابل تعریف
ہوتا ہے ۔ یہ بھی معلوم رہے ۔ کہ بصرہ کے بندر سے پہلے مقام مجمع البحرین آتا ہے یعنی
سمندر اور دجلہ دونوں ملجاتے ہیں ۔ یہاں سے جہاز سمندر کو چھوڑ کر دجلہ میں آجاتا ہے
دجلہ کے دونوں کنارے نہایت سرسبز اور باغات سے آراستہ پیراستہ چلے جاتے ہیں
نخلستان لمبے تما ہوتے ہیں ۔ خلاصۃ الکلام ۔ جب ہم بندر بصرہ پر پہونچے ۔ تو وہ احباب
جنکو کراچی سے تار دئے گئے تھے ۔ پہلے سے وہاں موجود تھے ۔ بصرہ میں موٹروں کا کوئی
شمار نہیں ۔ مکان پر سے گئے ۔ پھر سوار ہو کر زیارات بصرہ سے مشرف ہوئے ۔ جن زیارات
کا بصرہ میں ہر دو سفروں میں شرف حاصل ہوا ۔ اُن کے نام نامی و اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

حضرت انس[۱] رضی اللہ عنہ ۔

---

[۱] حضرت انس ۔ انس بن مالک انصاری ہیں ۔ یہ سرور عالم کے خاص خادم تھے جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ طیبہ میں
تشریف لائے ۔ تو وہ نہایت کمسن تھے ۔ ان کی والدہ ام سلیم بنت ملحان انکو خدمت اقدس میں لائیں ۔ اور التماس کی کہ
یارسول اللہ یہ میرا بیٹا ہے ۔ اسے اس لئے لائی ہوں کہ آپ کی خدمت کیا کرے ۔ (مسلم شریف) ابو داؤد میں ہے
کہ حضور پر نور کی انہوں نے دس سال تک خدمت کی ۔ چونکہ چھوٹی عمر کے تھے ۔ ان سے پورے کام نہیں بن آتے
اس لئے چھوٹے چھوٹے کام ، وضو کا پانی لانا ۔ لوگوں کے پاس پیغام وغیرہ پہونچانا ۔ ان کے متعلق تھا ۔ بسا اوقات ان کے
کام میں خلل اندازی بھی ہو جاتی ۔ لیکن رحمۃ للعالمین بازپرس نہ فرماتے تھے ۔ بلکہ بہت کام ان کے خود کر دیتے ۔ انکی
طویل عمر ہوئی ۹۳ھ میں وفات پائی ۔ بصرہ میں صحابہ میں سے یہی آخر متوفی ہیں ۔ معارف رضی اللہ عنہ ابن قتیبہ

حضرت حسن بصری[۲] رض کمیل[۳] ابن زیاد - حذیفہ مرعشی - عبداللہ بن انس حضرت طلحہ[۴] رض و زبیر رض - سیدنا علی کرم اللہ وجہہ - عبدالرحمان ولی وغیرہم -

۲؎ حسن بصری - یہ حسن بصری بن یسار ہین - ان کی والدہ کا نام خیرہ تھا - یہ ام المؤمنین ام سلمہ رض کی مولاۃ اور خادمہ تھین۔ حسن بصری امیر عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خاتمہ سے دو سال پہلے مدینہ عالیہ مین پیدا ہوئے - بہت مناقب عالیہ سے موصوف صاحب سلاسل ہین - ان کو یہ بزرگی بھی تھی - کہ انکی والدہ ان کو سُلا کر کسی کام کو جاتین - اور یہ جاگ کر رونے لگتا - تو ام المؤمنین رض انکو اپنی چھاتی سے لگا کر اپنا ثدی مبارک اس کے منہ مین دیتین - یہ تابعی شاگرد و مرید امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہین - لم یعیب علی القاری علیہ عفو اللہ الباری فی موضوعاتہ الکبیر بالنکارہ دیکھو فخر الحسن و شرح قول المستحسن و رسالہ سیوطی وغیرہا سنہ ۱۱۰ کو بصرہ میں وفات پائی - بصرہ کے تمام باشندگان سے خوبصورت تھے - رضی اللہ عنہ (معارف ابن قتیبہ)

۳؎ کمیل ابن زیاد اللہ تعالےٰ کے کمل اولیاء اللہ سے ہین - صاحب کرامات و تصرفات ہین - باب مدینۃ العلم والحکمۃ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اخص اصحاب سے ہین - معارف و مکارم و لطائف کے مخزن ہین - صفین مین زیر علم حضرت مرتضوی تھے - اپنی قوم مین بھی شریف اور مطاع تھے - حجاج ظالم نے انکو قتل کر دیا - محدثین انکی جرح و تعدیل مین مختلف الآراء ہین - والصحیح توثیقہ کما فی القول المستحسن بتحقیقہ -

۴؎ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما - جنگ جمل مین دونوں بعمر ساٹھ چونسٹھ سال شمولیت جنگ سے نادم ہو کر وادی السباع مین مقتول ہوئے - بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ان کی مقابر زیارت گاہ خلائق ہین - اب اس مقام کا نام بھی زبیر ہے - ان دونوں حضرات کے حالات و فضائل مین کلام طویل ہے کما فصل فی مقامہا - ان کا یہی منقبت منقول عن الرسول کہ یہ دونوں عشرہ مبشرہ سے ہین - ان کے حسن خاتمہ کے لیے کافی ہے - رضی اللہ عنہما ؎

اسقدر تو وہ مشہور ہی ہے - کہ حضرت طلحہ رض نے اُحد کے جنگ میں سرورِ عالم کو دشمن کے ضربت اپنا ہاتھ ... سے بچاتے ہوئے - بے کار کر دیا - بایں وجہ انکا ہاتھ شل ہو گیا - یہ امیر عثمان رض کے شدید تھے - مروان انکا دشمن تھا -

مروان نے یوم الجمل موقعہ پا کر انکو اپنے تیر کا نشانہ بنایا - جس سے جاں بحق ہو گئے - اور قنطرہ میں مدفون ہوئے پھر تیس ۳۰ برس کے بعد انکو اپنی دختر عائشہ نے خواب مین دیکھا - کہ قنطرہ کی تری اور تنگی سے شاکی ہین اس لیے وہاں سے نکال کر بصرہ کے قریب اب جہاں زیارت کیجاتی ہے مدفون ہوئے - یہ بڑے مالدار صحابہ ہین - ان کی روزانہ آمد ہزار درہم تھا - ان کے ہاتھ مین سونے کی انگوٹھی تھی - جسکا نگینہ یاقوت کا تھا - شاید اُنہوں نسخ معلوم نہ ہوگا - واللہ اعلم (معارف ابن قتیبہ)

www.musapakshaheed.com

بصرہ کی تعمیر ہونے کا مختصر تذکرہ

فارس اور ہند کے بحری حملوں کے روکنے کے لئے حضرت عمر رضہ نے ۱۴ھ میں عتبہ[۱] بن غزوان کو تلقین کی کہ بندرگاہ ابلہ کے قریب جہاں بحر فارس کی خلیج کے ذریعہ سے ہندوستان و فارس کے جہازات لنگر کرتے تھے - ایک شہر بسائیں زمین کا موقعہ اور منظر خود حضرت عمر رضہ نے بتا دیا تھا - عتبہ آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور خریبہ مقام میں آئے - جہاں اب بصرہ آباد ہے - یہاں پہلے کو درست میدان پڑا ہوا تھا - اور چونکہ زمین کنکریلی تھی - اور آس پاس پانی اور چارے کا سامان تھا - عرب کے مذاق کے بالکل موافق و مطابق تھی - الغرض عتبہ رضہ نے بنیاد کی داغ بیل ڈالی - اور مختلف قبائل کے لئے الگ الگ احاطہ کھینچکر گھانس پھونس کے مختصر مکان بنوائے - عاصم بن دلف کو مقرر کیا - کہ جہاں جہاں جس قبیلہ کو اتارنا مناسب ہو اتاریں - خاص سرکاری عمارتیں جو تعمیر ہوئیں - اُن میں سے مسجد جامع - ایوان حکومت جسکے ساتھ دفتر و قیدخانہ کی عمارت بھی شامل تھی - زیادہ ممتاز تھا - ۱۷ھ میں آگ لگی - اور بہت سے مکان جل گئے - سعد بن وقاص نے جو کوفہ کے گورنر تھے - حضرت عمر کے پاس سفارت بھیجی اور اجازت طلب کی کہ پختہ عمارتیں بنائی جائیں - حضرت عمر رضہ نے منظور کیا - لیکن تاکید کی کہ کوئی شخص ایک مکان میں تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے - بصرہ سے دریائے دجلہ دس میل پر تھا - اسلئے حضرت عمر نے حکم دیا - کہ دجلہ سے بصرہ تک نہر کاٹ لائی جائے -

---

[۱] یہ عتبہ مازنی کہلاتے ہیں اصحابی جلیل القدر - مہاجر اور بدری ہیں - وہ جو اول من اختط البصرۃ ۱۷ھ کو فوت ہوئے - اس سے زیادہ بھی کہا گیا ہے - (تقریب التہذیب) دیکھو ہیئے لری کوئی ص ....

اسی سے گھر گھر پانی کی افراط ہو گئی - اور بصرہ کی آبادی نہایت جلد ترقی کر گئی - یہاں تک
زیاد بن ابی سفیان کے زمانِ حکومت مین صرف اُن لوگون کی تعداد جنکے نام فوجی
رجسٹر مین درج تھے - اسی ہزار - اور اونکی آل اولاد ایک لاکھ بیس ہزار تھی -
یہان کی خاک کو علم و فضل سے جو مناسبت تھی اسکا اندازہ اِس سے کرنا چاہیئے -
کہ علوم عربیت کی بنیاد یہین پڑی - سب سے پہلی کتاب جو عربی لغت مین لکھی
گئی - یہین لکھی گئی - جسکا نام کتاب العین ہے - اور جو خلیل بصری کی تصنیف ہے
عربی علم عروض اور موسیقی کی بھی یہین سے ابتدا ہوئی - علم نحو کا سب سے پہلا
مصنف سیبویہ یہین کا تعلیم یافتہ تھا - آئمۂ مجتہدین سے صاحب سلاسل
حسن بصری یہین کی خاک پاک سے پیدا ہوئے - (فاروق منقولہ از فتوح البلدان)

۲۳ مئی کو ۱۲ بجے کے بعد بغداد شریف کی طرف ریل پر سوار ہوئے - بصرہ سے
بغداد شریف تک فیکس ۷ رہا - ۲۴ مئی کو ۱۲ بجے سٹیشن بغداد شریف پر
پہنچے - مسٹر محمد اسحاق معہ دیگر معززین جن جن کو تار دیا گیا تھا - سٹیشن پر منتظر تھے
نہایت اشتیاق و محبت سے ملے - اور شہر مین لے گئے - زنانہ مکان کا سو روپیہ
ماہوار پر انہوں نے پہلے انتظام کیا ہوا تھا - مستورات کا معہ حضرت ممدوح
و مخدوم زادہ صاحب وہان مقام ہوا - اور باقی رفقاء کا دربار غوثیہ کے
وقف مکانات پر جو قریب دربار غوثیہ اور ہوا دار عمدہ تھے - مقرر ہوئے -
بغداد شریف عراقِ عرب مین واقع ہے - عراق کی تقسیم دو حصون پر ہے - جو
علاقہ عرب سے ملا ہوا ہے - اسے عراقِ عرب دوسرے کو عراقِ عجم کہتے ہین -
یہ شہر حکومت فارس کا بھی دار السلطنت رہا - امیر عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین

عراق بڑی جد و کد اور تکلیفوں کے بعد سنہ ١٦ھ مین جلولاء جو سوادِ بغداد مین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اخیر مین فتح ہو کر خاتمہ کر گیا۔ کیونکہ عراق کی حد یہان ختم ہو جاتی ہے۔ اب تمام عراق زیرِ نگین اسلام ہوا۔ عراق کا بڑا شہر بغداد ہے۔ جسکا دورِ عباسیہ مین دارالسلام بغداد نام پڑا۔ لیکن عباسیہ سلطنت کے کمزور ہونے کے بعد ہر طرف سے خود مختاری کی ہوا چل گئی۔ اسوقت دنیائے اسلام کا بڑا حصہ ترکون کے قبضہ اقتدار مین آیا۔ انہین ترکون کے خاندان سے پہلا تاجدار طغرل بیگ تھا۔ جس نے ٤٢٩ھ مین اول طوس پر قبضہ کیا۔ اور رفتہ رفتہ ٤٤٧ھ مین عراق پر قابض ہو گیا۔ طغرل نے ٤٥٥ھ مین وفات پائی۔ اس کے بعد اسکا بیٹا الپ ارسلان اور الپ ارسلان کے بعد ملک شاہ اوسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ لیکن اسکی حکومت کی عظمت شان جو کچھ تھی۔ وزیر نظام الملک کی بدولت تھی۔ جو کہ طوس کے ایک قریہ راذکان کے دہقان کا بیٹا تھا۔ یہہ شرعیہ علوم مین مہارت کرتا ہوا دنیوی اشغال مین مصروف ہوا۔ یہان تک کہ حاکم بلخ کا میر منشی مقرر ہوا اور رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی کہ الپ آرسلان کا وزیر ہو گیا۔ القصہ ملک شاہ نے سلطنت کے تمام کاروبار نظام الملک کے ہاتھ مین دیدئے اور ٤٨٥ھ مین وفات پائی۔ نظام الملک نے ایک طرف تو سلطنت کو رونق و وسعت دی اور دوسری طرف تعلیم و تدریس کو یہہ ترقی دی کہ ممالک اسلامیہ مین بکثرت مکاتب و مدارس قایم کردئے۔ آثار البلاد مین تصریح ہے۔ کہ اس کے زمانہ مین مدارس کا سالانہ خرچ ٦ لاکھ اشرفیان تھین۔ اس کے سوائے اپنی جاگیرات کا دسوان حصہ تعلیم کے مصارف پر وقف کر دیا تھا۔ ایک اشرفی کی قیمت عہ کی برابر تھی

بغداد شریف مین جو مدرسہ نظامیہ نام سے قایم تھا۔ جسکی تعمیر وغیرہ پر دو لاکھ دینار
صرف ہوئے۔ اور سالانہ خرچ پندرہ ۱۵ ہزار دینار تھا۔ روپیہ کے حساب سے تعمیری
۵۰ لاکھ اور سالانہ مصارف ڈہائی لاکھ روپیہ ہوتا ہے (الغزالی) اس مدرسہ کا
مدرس اعلی جب علامہ غزالی مقرر ہوا۔ تو بغداد شریف مرکز علوم بن گیا۔ اسلامی
زمانہ مین بغداد شریف حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد مین فتح ہوا تھا۔ ترکون
مین سے دسوین تاجدار سلطنت عثمانیہ مسمی سلطان سلیمان خان نے ۹۴۱ھ
مین اپنے زیر قبضہ کیا جیسا کہ تاریخ قیصر روم مین مکتوب ہے۔ المختصر ۲ جون ۲۴ء
تک حضرت ممدوح بمعہ رفقا و زیارات گرد و نواح کے شرف حاصل کرنے کے لئے
عراق عرب مین رہے۔ پہلے پہل بعد زیارت غوث الثقلین خلاصۃ الحسنین
شیخ المشائخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ روحہ و
افاض علینا فتوحہ المتولد سنہ ۴۷۱ھ والمتوفی سنہ ۵۶۱ھ جنکا مختصر تذکرہ ترجمہ کتاب غوث اعظم
مؤلفہ خاکسار مین بمعہ تراجم خاندان عالیہ تا حضرت شہنشاہ کونین مبعوث الی الخلق
کا شجرہ جناب پاک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تک نیز تراجم سافلہ تا
مخدوم وقت حضرت سیادت مآب سعادت انتساب سید حاجی و زوار
محمد صدر الدین شاہ اللہم اجعلہ کاسمہ بلقب مخدوم محمد غوث رابع۔ کوکب دری
اوج ہدایت عظمی اہل السنۃ والجماعت المتولد سنہ ۱۸۶۸ء مسند آرای سنہ ۱۸۷۸ء دام ظلہ
علی المسترشدین تک درج ہین۔ حضرت پیر دستگیر القائل بامر اللہ قدمی
ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کما فی اخبار الاخیار نیز ان کے فضائل و مناقب و ثبوت
نسب سیادت و شرافت مین ۱۸۲ کتب متقدمین و متاخرین جنکے نام نامی

www.maktabah.org

مع اسمائے مؤلفین گرامی کتاب حجتہ البیضا فی رد اہل الطغائین درج ہین۔ متواتر
لکھے جا چکے ہین۔ اور انس سے زائد بھی۔ چونکہ بعض کور باطن تعصب سے جل بھن
ہوئے۔ و بعض اہل تشیع بھی جنھون نے نہ صرف اہل سنت بلکہ مذہب شیعیت
کو بھی بدنام اور تہذیب کے خون کرنیکا تہیہ کیا ہوا ہے۔ بکاسہ لیسی فرقہ زیدیہ
حضرت اقدس کے نسب سیادت کے روشن آفتاب پر خاک ڈالنا چاہا ہے۔ اور
آپ کے نسب سیادت انتساب سے بکذوبہ مندرجہ کتاب عمدۃ المطالب
انکار کیا ہے۔ اسلئے کافی تو اسقدر تھا۔ کہ ہم بھی سعدی علیہ الرحمتہ کا بیت پیش
کردیتے۔

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

لیکن ہمکو مناسب معلوم ہوا۔ کہ کسی قدر اسپر روشنی ڈالنی موزون
ہو گی۔ جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ مقولہ مکذوبہ مندرجہ عمدۃ المطالب
کی تکذیب نہ صرف اہل سنت نے کی ہے بلکہ محقق اہل تشیع بھی اہل سنت کے اس
معاملہ مین ہمصفیر ہین۔ علامہ علی قاری علیہ رحمتہ اللہ الباری نزہتہ الخاطر
مین عمدۃ المطالب یعنے زیدیہ شیعہ کی طرف مؤمنین لا سوکر لکھتے ہین۔ کہ مجھے مجمو مین
انظمہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ قطب ربانی غوث اعظم صمدانی۔ سلطان الاولیا
شیخ اسلام محی الملتہ والدین۔ سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدس سرہ
کو سید نہین کہتے۔ اور بعضے غیر وسیع النظر متعلقہ اہل ضلال و طغیان کی کلام کے
مطابق جہالت کی داد دیتے ہین۔ پھر فرماتے ہین۔ کہ نسب کی نفی
اثبات نعتہ عادل اہل تحقیق سے منقول نہو۔ تب تک ارباب علوم

دیانات کو ہرگز لائق نہیں ہے۔ کہ لب کشائی اور قلمرانی کرے۔ زیدیہ فرقہ
وہ ہے۔ جو برخلاف شیعہ امامیہ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی المرتضے سلام اللہ
علیہم کی امامت کے قائل ہیں۔ اور بجز مسئلہ امامت کے تمام اصولوں میں معتزلہ
کے موافق ہیں حجج الکرامہ میں ہے۔ کہ کتاب عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب
کہ نیز او از علمائے زیدیہ ہست ۲۳۱ شیعہ وسنی دونوں کے لئے ایسے رافضی۔
معتزلی کی کلام بے دلیل کو مستدل بنانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

سہ اذا کان الغراب دلیل قوم ٭ سیدیہم طریق الہالکینا

ہم نے ۱۸۲ الکتب کا جو علمائے انسابہ محققین کا حوالہ دے دیا ہے۔ جنہوں نے کالشمس
فی نصف النہار ثابت و روشن کر دیا ہے۔ کہ حضرت اقدس حسنی حسینی سید ہیں۔ پھر
بھی اگر کوئی نہ مانے تو ہم یہ شعر انکے پیش کرتے۔ سہ

ولیس یصح فی الاذہان شیئ ٭ اذا احتاج النہار الے دلیل

انہیں کا لکھا انہیں کا پاؤں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔
کہ مرتضے شیعی نے بحرالانساب میں آپ کو حسینی لکھا ہے۔ اور نہایت
مزے کی یہ بات ہے۔ کہ شیخ احمد بن محمود اکبرآبادی نے کتاب تذکرۃ الاسادات
میں جو انہوں نے سلطان شاہ عالم بہادر شاہ غازی کے حکم سے کہ وہ مذہب شیعہ
رکھتا تھا۔ بایں غرض لکھی۔ کہ مصارف خمس بیجا صرف نہ ہوں۔ جو سادات
صحیح النسب ہوں انہیں کا گوشوارہ قابل دستورالعمل پیش ہو۔ مؤلف مذکور نے
اعلے اپرکھ جانچ کے بعد نہایت وقت نظر سے کتاب تذکرۃ السادات تیار کر کے
عمل درآمد کے لئے پیشخدمت کی۔ اسمیں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ سلسلہ

انساب پدری حضرت قطب ربانی بحر المعانی شیخ الجن و الانس شیخ عبدالقادر
جیلانی ہوگئے جون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ ابن الامام حسن علیہ السلام
منتہی میشود - بعد بعین لکھا ہے - کہ ہر کہ طعن بر ایشان دارد از روئے عقیدہ
دارد نہ از روئے نسب و اگر طعن از روئے نسب باشد لاحاصل است.
چراکہ در تواریخ نسابانِ ماضیہ سیادت ایشان ثابت است - پھر اسی
کتاب کے دوسرے مقام پر بذکر چچیرے بھائی حضرت اقدس کے لکھا ہے -
کہ سید قطب الدین حسنی و حسینی عمزادہ حضرت غوث الثقلین است - انتہی فرغم انف اعدی الطا
یہ بھی حق پسند اور سلیم القلب اشخاص کے لئے اشارہ کردیا ہے - ورنہ

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ ؛ نرود میخ آہنی در سنگ

الغرض حضرت ممدوح اس مقدس جدامجد کی زیارت بابرکت کے
بعد صاحبزادہ بلند اقبال جناب سید محمد رضا شاہ صاحب باقبالہ
و شاہزادہ سید محمد ولایت حسین شاہ صاحب بزیارات فیض بشارات امام
دہم امام تقی و امام یازدہم امام حسن عسکری و مقام امام ہمام مقام امام دوازدہم
بسواری ریل سامرہ شریف تشریف لے گئے اور اسلئے زیارات سے دوبارہ
بہرہ یاب و منور ہوئے -

سامرہ سرّ من رائی کا مختصر تذکرہ

یہ تو اہل خبرت کو معلوم ہوگا - کہ خلیفہ منصور کا دار الخلافہ ہاشمیہ تھا - جو کہ کوفہ
سے چند میل پر ہے - چونکہ کوفہ کے باشندے سادات کے سوا اور کسی خلیفہ

خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے منصور نے ایک دوسرے دار الخلافہ کی تجویز کی۔ اور بغداد کو انتخاب کیا۔ اور ۱۴۶ھ میں وہاں اقامت اختیار کی۔ (سیرۃ النعمان) پھر خلفاء عباسیہ کا بغداد ہی دار الخلافہ رہا۔ حتّٰی کہ معتصم نے جو آٹھواں تاجدار خلفاء عباسیہ ہے۔ بوجہ شکایات اہالی بغداد کہ وہ اس کے ترک غلاموں کی ایذا رسانی سے تنگ آئے ہوئے تھے سامرہ کی زمین کو منتخب کر کے ۲۲۰ھ میں شہر کی بنیاد رکھنے کا فرمان جاری کیا۔ اور خود بھی معہ ترک غلاموں کے وہاں جا کر قیام کیا۔ اور دار الخلافہ۔ چھاؤنی وغیرہ بنوائیں۔ ایک بڑا عالیشان شہر تیار ہوا جس کا نام سر من رائی (یعنے جس نے دیکھا مسرور ہوا) رکھا گیا۔ جو پھر سامرہ کے نام سے مشہور ہوتا ہوا بوجہ قیام امام دہم و یازدہم و دوازدہم علیہم السلام سامرہ شریف سے موسوم ہوا۔ اور ہے ؛ (دیکھو معارف۔ خمیس وغیرہ) سامرہ شریف بغداد شریف سے موصل کے رستہ میں کمابیش ۶۰ میل پر واقع ہے۔ سٹیشن سامرہ سے سامرہ شریف کا شہر قریب ہے۔ چونکہ سٹیشن اور شہر کے درمیان دجلہ حائل ہے۔ اس لئے چکر کھا کر بندر سے پار ہونے کے لئے تین میل کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ کشتی والے فی آدمی ہوازی ہم لیکر پار کر دیتے ہیں۔ سامرہ شریف آباد شہر ہے۔ بازار عمدہ ہیں۔ لیکن ابتدا میں وہ بڑا بھاری اور عظیم الشان شہر تھا۔ اب وہ ایک قریہ مبارکہ ہے۔ روضہ مقدس کی خوبی اور آرائش قلم نہیں لکھ سکتا۔ اس خاکسار کے دل میں روضہ مقدسہ مزینہ مذہب گنبد کو دیکھ کر خیال آیا تھا۔ کہ ملتان کے کوڑے شاہ صاحب

وہیر شمس کے بے عمارت امام باڑوں پر یہ شعر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمین است وہمین است وہمین است

شاید اسی روضہ مقدسہ کو دیکھکر شاعر نے بیساختہ کہا ہو گا۔ اور اس مقام کے موزون بھی ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گا۔ کہ حکومت کو آئمہ علیہم السلام سے جنہوں نے دنیا پر لات ماری ہوئی تھی۔ خوف رہتا تھا۔ کہ کہین ہماری حکومت وسلطنت مین رخنہ انداز نہون۔ باین وجہ متوکل نے امام دہم حضرت امام علی نقی ابو الحسن ثالث عسکری المتولد ۲۱۴ھ کو مدینہ منورہ سے بلوا کر سامرہ کے ایک خراب مکان مین جسے خان الصعالیک کہتے تھے۔ گویا نظر بند کر رکھا تھا۔ آپ کے فضائل ومناقب کثیر ہین۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ آپکے احباب سے صالح بن سعید نامی جب آپ کی زیارت کو آیا۔ تو اثنائے گفتگو مین عرض کی۔ کہ یا ابن رسول اللہ قربان ہو جاؤن۔ کہ حکومت آپکی قدر ومنزلت اور آپ کی نورانیت کے بجھانے اور گھٹانے مین یہان تک متمنی ہوئی ہے۔ کہ ایسے خراب وخستہ مکان ومنزل مین جگہ دی۔ آپ نے تبسم سے فرمایا کہ اے ابن سعید ابھی تو نے پوری بصیرت حاصل نہین کی پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ اب اس منزل کو دیکھ۔ دیکھا تو باغ ہائے سرسبز جو نہرہائے رواں وقصور عجیبہ مزینہ ہین کہ انہین فیہا خیرات حسان وولدان کانھم اللؤلؤ المکنون ظاہر ہوئے۔ ابن سعید کہتا ہے۔ مین یہ دیکھکر حیران ہو گیا۔ آپ نے پھر فرمایا اے ابن سعید ہم جہاں بھی ہون ہماری یہ منزل ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔

ہم خان، لقصعا لیک جو تو دیکھ رہا ہے۔ اسمین نہین ہین۔ شواہد النبوت
مولنا جامی علیہ الرحمتہ مین کہتا ہون۔ یہہ شاندار مقام جو اسوقت پردۂ
خفا مین تھا۔ اب اسکا نمونہ عیاں ہے۔ اللھم ارزقنا مرات کثیرۃ زیارۃ المکین
والمکان معہ زیارت رسول آخر الزمان سید الانس والجان صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم۔ آپ کی کا سن شریف ۲۵۴ھ ہے۔ بعہد مستعز باللہ سامرہ
شریف کی اسی منزل مین وفات ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ
مسموم شہید ہوئے۔ اور مدفون ہوکر زیارت گاہ مخلوقات ہوئے۔
زائرین کا ہمیشہ جھمگھٹا رہتا ہے۔ امام حسن بن علی بن محمد بن موسی رضا
علیہم السلام امام یازدہم انکی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ مین ۲۳۲ھ کو ہوئی۔
انکا لقب زکی اور والد ماجد کیطرح عسکری مشہور ہین۔ آپ بھی والد بزرگوار
کی مثل صاحب کرامات و مقامات ہین۔ آپ سے کسی نے بذریعہ خط آیہ شریف
مثل نورہ کمشکواۃ الایہ کی مشکواۃ کا معنے دریافت کیا۔ چونکہ اسکی زوجہ حاملہ
تھی۔ یہ عرض والتماس بھی درج خط کی۔ کہ دعا فرماوین۔ کہ
فرزند نرینہ پیدا ہو۔ آپ نے جواب لکھا۔ کہ مشکواۃ سے یہان
مراد قلب محمد ہے۔ اور خاتون و فرزند کے بارے مین کچھ نہ لکھا
آخر خط مین یہ لکھا۔ کہ عظم اللہ اجرک واخلف علیک یعنے
اللہ تعالے تجھے ثواب عظیم عطا کرے۔ اور تیرا کوئی اور جانشین بھی
کرامت فرماوے۔ اس مدت مقررہ کے بعد میری زوجہ
نے مرا ہوا بچہ جنا اور پھر جب حاملہ ہوئی۔ تو فرزند نرینہ متولد ہوا۔

آپ کی وفات کا سنہ ۲۶۰ھ ہے۔ مقام وفات سر من رائی ہے۔ در پہلوے
پدر عالی قدر مدفون ہین۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (شواہد النبوۃ) نور الابصار مین لکھا ہے
کہ جسوقت آپکی وفات کی خبر مشہور ہو گئی۔ سر من رائی (سامرہ) کانپ اٹھا۔ اور
ایک خوفناک آوازہ قایم ہوا۔ دوکانین بند ہو گئین۔ اور بازار معطل ہو گئے۔
بنو ہاشم۔ مدرسین۔ قضات۔ عدالت کے تمام صیغوں کی افراد اور عوام الناس
سب کے سب جنازہ خوانی کیطرف دوڑے۔ وہ دن شبیہ بالقیامتہ تھا۔ جب
آپکے نہلانے کفنانے سے فراغت ہوئی۔ تو خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹے کو جنازہ پڑھنے
کے لئے بھجوایا۔ پس اسنے جنازہ پڑھا۔ اس روضۂ مقدسہ کے ایک ہی
کٹہرے مین تین تربتین ہین۔ دو امام دہم و یازدہم کی ایک والدۂ شریف
امام دوازدہم کی۔ اور ایک مرقد اس کٹہرے کے باہر روضہ کے ایک کونے
مین ہے۔ تبلاتے تھے۔ کہ وہ امام دوازدہم کی پھوپھی صاحبہ کی ہے۔ واللہ اعلم
بعد ازان سرداب کی بھی زیارت کی گئی۔ جسمین بقول امامیہ حضرت
محمد مہدی امام دوازدہم المتولد ۲۵۸ھ نی سر من رائی غیبوبت ہوئی۔
(شواہد النبوۃ) وفیات الاعیان ابن خلقان۔ ولادت کا سنہ ۲۵۵ھ مکتوب ہے۔
صواعق محرقہ مین لکھا ہے۔ کہ امام عسکری نے بجز ابو القاسم محمد مہدی کے
کوئی اولاد نہین چھوڑی۔ آپ کی عمر۔ وفات والد کے وقت پانچ
سال تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انہین چھوٹی عمر مین بڑے اعزاز عطا فرمائے
اور وہ قایم منتظر کے نام سے موسوم ہین۔
چونکہ امام مہدی موعود علیہ السلام کا تشریف لانا۔ اور زمین کو عدل و انصاف

پر کرنا قبیل از قیامت ضروری ہے - اور یہ بھی یقینی ہے - کہ وہ اہل بیت النبوت
سے فاطمی ہونگے - لیکن یہہ کہ سرداب سامرہ مین غائب ہوئے - یا
مدینہ مین جاکر مخفی ہوگئے - یا شہر حلہ کی مسجد مین پوشیدہ ہوئے -
جیساکہ ابن بطوطہ سے نور الابصار مین نقل کیا ہے - وغیرہ وغیرہ
اور یہ کہ وہ یعنے امام مہدی موعود حسنی ہوگا یا حسینی - اور یہ کہ وہ بھی
محمدؐ ابن الحسنؑ ہوگا - یا کوئی اور فاطمی پیدا ہوگا - انمین بحث طویل وجبل
وذیل اور اختلاف کثیر وتضاد وفیر ہے -

الغرض سامرہ شریف کی زیارت سے مشرف ومنور ہوکر کاظمین شریف
کی زیارت پر گئے - جسمین اہل بیت نبوت کے دو آفتاب وماہتاب یعنے امام ہفتم
امام موسےٰ کاظم وامام نہم امام محمد تقی جلوہ افروز ہین - امام موسیٰ بن
امام جعفر سلام اللہ علیہ وعلےٰ آبائہ - سبائک الذہب سے فرع النامی مین
منقول ہے - کہ وہ امام کبیر کثیر الخیر قائم اللیل صائم النہار تھے - ۸ صفر ۱۲۸ ھ مین
موضع ابواہ جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے - یا خود مدینہ عالیہ ہی مین باختلاف
روایات پیدا ہوئے - شواہد ونور الابصار آپ کے تمام اخلاق علیہ وصفات
سنیہ تھے - بمحتاج والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین کے
پورے مصداق ہونے سے آپکا لقب ہی کاظم پڑگیا - (غصہ کو ضبط کرنے والے کا نام کاظم ہوتا ہے)
تاریخ بغداد خطیب سے منقول ہے - کہ اپنے ایذا دینے والوں کو بجائے شکایت
دینے کے ہزار ہزار دو دو تین تین ہزار دینار کی تھیلیان بھیجدیتے - نور الابصار
مین لکھا ہے - کہ آپ فقراء مدینہ کی خبر گیری مین رہتے - اور راتون کو اُنکے

گھرون مین درہم و دینار پھینکدیتے - انکو یہ بھی علوم نہ ہوتا - کہ کہاں سے یہ مال
پہونچا ہے - یہ عقدہ انکا بعد وفات امام علیہ السلام کے کھلا -

چونکہ لوگوں کے دلوں مین ان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی -
اور ہر طرف سے تحائف اور خمس وغیرہ چلے آیا کرتے تھے - ایکدفعہ اُنہوں نے
تین ہزار دینار دیکر زمین مزرعہ جسکا نام سیریہ رکھا تھا - خرید کی - بدخواہون
نے ہارون رشید کے ہاں چغلخوری کی - کہ وہ ایسے اور ایسے مالدار ہین -
ہارون رشید کو خیال ہوا کہ کہین مقابلہ ہی کی تیاری نہ کر بیٹھین - انکا کوئی
بندوبست و انتظام کرنا چاہیئے - اتفاقاً اسی سال حج کے ارادہ سے مدینہ
شریفہ مین آیا - تو سامنے سے امام عالیمقام کو ایک جماعت اشراف مین جاتے
ہوئے دیکھا - امام کاظمؑ تو حسب العادت مسجد نبویؐ مین چلے گئے - اور ہارون رشید
اپنے مقام پر چلا گیا - پھر شب کو اُسنے مرقد مطہر نبویؐ پر کھڑے ہو کر بڑی جسارت
اور طوطہ چشمی سے کہا - کہ یا رسول اللہ مین موسےٰ کاظم کو ماخوذ کرنا چاہتا ہون
تاکہ امت مین پھوٹ اور خونریزی نہ ہو - آپ مجھے معاف کرینگے - اتنا کہتے
ہوئے مسجد ہی مین انہین اسیوقت ماخوذ کرکے دو خچر طلب کئے - اور دو محملین
یکرنگ ستور اُن کی پشتون پر قایم کرائے - ایک محمل مین امام موسےٰ[ع۱] کاظم
علیہ السلام کو بٹھلایا - اور ایک خالی - دونوں کے ہمراہ فوجی پہرہ قائم کرکے
ایک کو بصرہ کے راستے سے دوسرے کو سبیل کوفہ روانہ کیا - مختلف الطریق
باین طریقہ روانہ کرنے سے یہ مطلب تھا - کہ ان کے محبون کو علم نہ ہو - تاکہ کوئی

ع۱ امام موسیٰ جب بصرے والی محمل میں تھے

برپا نہ ہو۔ اور محافظین کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ امام صاحب کو بصرہ کے والی عیسےٰ بن جعفر بن منصور کے سپرد کر دین۔ چنانچہ اُنہون نے بصرہ پہونچکر حضرت اقدس کو اُسکے سپرد کر دیا۔ عیسےٰ مذکور نے آپکو جیل مین بھجدیا۔ ایک سال کے بعد رشید نے تحریری فرمان بنام عیسےٰ ارسال کیا۔ کہ امام موسےٰؑ کو قتل کرکے مجھے مطلع کرو۔ کہ مجھے ان کیطرف سے اطمینان ہوکر راحت کا باعث ہو۔ عیسےٰ نے اس فرمان کی بابت دانایان قوم و ارباب بصیرت کی کمیٹی کرکے فرمان شاہی دکھلاکر رائے طلب کی۔ کہ کیا ہونا چاہیئے۔ بالاتفاق یہ پاس ہوا کہ عریضہ بدین مضمون خلیفہ کو لکھا جائے۔ کہ ہم تمام ممبران باہم گفت و شنید کرکے اس نتیجہ کو پہونچے ہین۔ کہ حضور اس فرمان سے درگذر کرکے معافی دیدین۔ اور امام کے خون کرنے کے پیچھے نہ پڑین۔ ہم نے حبس طویل مین امام صاحب کو آزمالیا ہے۔ کہ اُن سے کوئی بُرائی قولاً و فعلاً ثابت نہین ہوئی۔ اور کبھی اُنہون نے امیر المومنینؑ کو بجز نیکی کے یاد نہین کیا۔ اور نہ اُنہین ولایت کی طمع نہ خروج کرنے و نہ کسی دیگر امر کی ہوس۔ نہ امور دنیا سے غرض۔ اور نہ کبھی حضور کے حق مین اور نہ کسی اور کے حق مین بد دعا کی۔ ہان وہ باوجود صلوٰۃ و صیام کے مشغلہ مین جمیع مسلمین کے لیئے دعاء خیر کرتے ہین۔ اس مضمون کا عریضہ بناکر عیسےٰ والی بصرہ نے بھیجا۔ اخیر مین یہہ بھی لکھدیا۔ کہ اگر امیر المومنین معافی دیدین۔ اور مجھے اُن کی سپردگی سے سبکدوشی فرمادین۔ تو بہتر ورنہ مین خود سبکدوش ہوجاؤنگا۔ کہ مین بہت حرج مین ہون۔ رشید نے یہ عریضہ ملاحظہ کرکے سندی[۱] بن شاہک کو لکھا

---

[۱] یہہ سندی وہ ہے۔ جو مشہور شاعر کشاجم کا جد ہے

کہ موسےٰ کاظم کو عیسےٰ والی بصرہ سے لیکر اپنی حفاظت مین رکھے - اور کسی طرح
بذریعہ زہر کھلانے کے انکا کام تمام کرڈالے - پس اُسنے بعد تعمیل حکم تازہ کھجورون
مین زہر ملا کر انہین کھلائین - حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے بعد تین یوم بخار مین
مبتلا ہو کر سنہ ۱۸۳ھ کو جان بجان آفرین سپرد کردی - واللہ اعلم - سلام اللہ علیہ
وعلیٰ آبائہ واولادہ ہذا خلاصۃ الخلاصۃ من نور الابصار - مقابر شونیز مین
مدفون ہوئے جسے اب کاظمیہ کہتے ہین - قبر مبارک وہان مشہور اور زیارتگاہ
خلائق ہے - خطیب بغدادی نے لکھا ہے - کہ آپ کی قبر مبارک پر قبہ نہایت
عظیم خوبصورت بنایا گیا ہے - جسمین سونے چاندی کی قندیلین اور عجیب عجیب
اقسام کے آلات وفروش ہین - جنکی تعریف نہین کیجاسکتی - (افرع نامہ)
واقعی دیکھنے سے اس شہید کی عظمت وکیفیت معلوم ہو سکتی ہے - قلم اور زبان
قاصر ہے - مقبور تو وہ عالیشان محبوب خلاق عالم جل جلالہ ہے - کہ محدث دہلوی
جذب القلوب مین لکھتے ہین - کہ امام شافعی گفتہ است - کہ قبر موسےٰ کاظم سلام اللہ
علیہ تریاق اکبر است مر قبول اجابت دعا را - نور الابصار مین لکھا ہے -
کہ شیعہ کی ایک قوم نے انہین بھی قائم منتظر گمان کیا تھا - جو بالآخر
نادم ہوئے - امام - امام تقی علیہ السلام ۹ نمبر پر امام جواد کے لفظ سے یاد
کیئے جاتے ہین - ان کی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ مین ۱۹ رمضان شریف
سنہ ۱۹۵ھ کو ہوئی - آپ کے اوصاف جمیلہ والقاب جلیلہ تھے - لڑکپن
ہی مین آپ کے ذکر رفیع وقدر کبیر کا شہرہ تھا - جب آپ کے والد امام رضا
علیہ السلام کی وفات کے بعد مامون رشید بغداد تشریف مین آیا - تو اتفاقاً

www.musapakshaheed.com

ایک دن شکار کو نکلا رستہ مین لڑکے کھیل رہے تھے۔ مامون کی باسطوت
سواری کو دیکھکر تمام لڑکے جنمین آپ بھی تھے۔ بھاگ گئے لیکن امام محمدؑ جوادؑ
۹ برس کی عمر مین وہین کے وہین کھڑے رہے۔ جسوقت مامون آپ کے
نزدیک ہوا۔ تو دیکھتے ہی آپکا دل سے محب اور مشتاق ہوگیا۔ مامون نے
سواری کو روک کر کہا۔ کہ اے لڑکے تجھے اپنے دوستوں کے ساتھ
چلے جانے سے کس نے منع کیا۔ تو حضرت امامؑ نے فی البدیہہ جواب دیا
کہ رستہ تنگ نہ تھا۔ کہ مین تیرے لئے فراخ کرتا۔ نہ مین مجرم تھا۔ کہ
ڈر جاتا۔ اور تیرے ساتھ بھی حسن ظن تھا۔ کہ تو بیگناہ کو ضرور تکلیف نہین
پہونچاتا۔ مامون کو ان کی تقریر پسند آئی۔ پوچھا۔ کہ لڑکے تیرا اور تیرے
والد کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا محمدؑ بن علی الرضا، علیہما السلام۔ مامون
نے یہ سنکر امام علی الرضا پر ترحم کرتے ہوئے گھوڑا آگے بڑھایا۔
اُس کے ساتھ شکاری باز تھے۔ آبادی سے دُور جاکر ایک باز
ایک تیتر پر چھوڑا۔ وہ کچھ دیر کے بعد باین حالت آیا۔ کہ اسکی
چونچ مین ایک چھوٹی سی مچھلی نیم جان تھی۔ سخت تعجب کیا۔ اور شکار
سے واپس پھرا۔ اور لڑکوں کو بدستور اسی جگہ پایا۔ اور امامؑ جواد بھی
موجود تھے۔ لڑکے پھر بھی مامون کی سواری کو دیکھکر بھاگ گئے۔ لیکن
وہ کھڑے رہے۔ مامون نے اُن کے نزدیک ہو کر پوچھا۔ اے محمد!
میرے ہاتھ مین کیا ہے۔ آپ نے بلا تامل جواب دیا۔ کہ اللہ تعالےٰ
نے اپنی قدرت کاملہ سے دریا مین مچھلی پیدا کی۔ جسے ملوک اور خلفاء کے بازون نے شکار کیا

www.musapakshaheed.com

تاکہ بنی مصطفٰے کے صغیر بچے کی کرامت کی آزمائش کرے - مامون نے یہ
جواب سنتے ہی کہا - کہ انت ابن الرضا حقا - (تو بلاریب رضا کا بیٹا ہے)
پھر اُنکو اپنے ساتھ لے لیا - اور احسان کیا - اور مقرب بنایا - اور
ان کے اعزاز واکرام مین مبالغہ کیا - اور باوجود اُنکی صغر سنی کے
اُن کے فضل - علم - کمال عقل - غلبہ برہان کی وجہ سے جو روز افزون
ظاہر ہوتا رہا - مامون کو اُن سے از حد محبت رہی - اور مصمم ارادہ کرلیا
کہ اپنی لڑکی ام الفضل کا اُن کے ہمراہ نکاح کردے - لیکن عباسیوں
نے باین خوف کہ کہین ان کو بھی اُن کے والد کی طرح اپنا ولیعہد مقرر
کردے - سخت منع کیا - چونکہ مامون نے یہ بیان کیا کہ مینے آپ کو
اسلئے پسند کیا ہے - کہ وہ باوجود صغیر ہونے کے تمام اہل فضل وکمال
سے علم - معرفت - حلم مین ممتاز ہین - تو لوگوں نے اسمین نزاع کیا
کہ وہ ایسے نہین ہین - پھر یہ قرار پایا - کہ کسیکو اُنکے پاس بھیجکر امتحان
لیا جائے - قاضی یحییٰ بن اکثم کو جو زمانہ کے مشہور مباحث اور علامہ
تھے - انتخاب کرکے کہلا بھیجا - کہ اگر تم امام محمد ابن الرضا کو لاجواب
خجل کروگے - تو ہم تمہے بہت کچھ انعام دینگے - اسکے بعد خلیفہ و
خواص سلطنت حاضر ہوئے - یحییٰ بن اکثم بھی انکے ہمراہ تھے - مامون نے
حکم دیا - کہ ایک نفیس فرش بچھاؤ - جسپر محمد جواد نشست کرین -
الغرض وہ بیٹھے - یحییٰ بن اکثم نے چند مسائل دریافت کیے - جنکا
جواب باصواب آپ نے بہت عمدہ دے دیا - جسپر خلیفہ نے کہا احسنت یا ابا جعفر

خلیفہ نے بعد ازاں کہا۔ کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو آپ بھی یحییٰ سے کچھ پوچھ لیجئے
گو ایک ہی مسئلہ سہی پوچھئے تو آپ کی فطانت و ذہانت دیکھ چکے تھے۔ محمد جوادؑ نے
خطاب کرکے یہہ کہا۔ کہ ہاں پوچھے اگر میرے پاس جواب ہو گا تو پیش کرونگا۔ ورنہ
استفادہ کرونگا۔ اور میں اللہ تعالےٰ سے سائل ہوں۔ کہ مجھکو جواب میں [illegible]
محمد جوادؑ نے پوچھا۔ تم کیا کہتے ہو اُس مرد کے حق میں؟ جسنے اول النہار یعنے
دن کے پہلے حصہ میں ایک عورت کیطرف شہوت سے دیکھا۔ اور یہہ دیکھنا
اسکا حرام تھا۔ جب دن اشراق تک پہونچا۔ تو وہ حلال ہو گئی۔ جب
زوال شمس ہوا۔ تو پھر حرام ہو گئی۔ جب عصر کا وقت آیا۔ تو وہ عورت اُسکے لئے
حلال ہو گئی۔ جب سورج غروب ہوا۔ تو پھر وہ عورت اُس پر حرام ہو گئی۔
عشاء کے وقت پھر وہی اُسکے لئے حلال ہو گئی۔ نصف شب کو پھر حرام ہو گئی
طلوع صبح کیوقت پھر حلال ہوئی۔ کہو یہ ایک ہی عورت اس ایک مرد
کے لئے ان اوقات میں کس سبب سے حرام اور حلال ہوتی رہی۔ یحییٰ نے دنگ
ہو کر کہا۔ کہ میں اسکا جواب نہیں جانتا۔ اگر آپ ہی افادتاً جواب سے سرفراز فرمائیں
تو مہربانی ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہہ عورت ایک دوسرے شخص کی کنیز تھی۔ اول النہار
میں شہوت سے دیکھنے والے غیر شخص کو حرام تھا۔ اشراق کے وقت دیکھنے والے
مرد نے اس کنیز کو خرید کر لیا۔ اب اُس کے لئے حلال ہو گئی۔ زوال شمس ہو چکا تو
اُس نے کنیز کو آزاد کر دیا۔ سو وہ اُس پر حرام ہو گئی۔ پھر عصر کے وقت اُسی مرد نے
کنیز مذکور سے نکاح کر لیا۔ وہ حلال ہو گئی۔ جب مغرب کا وقت ہوا۔ تو اُس
مرد نے اُس سے ظہار کر لیا۔ وہ قبل از کفارۂ ظہار حرام ہو گئی۔ عشاء کیوقت

www.musapakshaheed.com

استغفارہ دیدیا یہ حلال ہوگئی۔ جب آدھی رات ہوئی تو اُسنے اُسکو ایک طلاق دیدی یہ
پھر حرام ہوگئی۔ پھر فجر ہوتے ہی اُس نے رجوع کرلیا۔ وہ حلال ہوگئی۔ اس وقت
مامون رشید نے حاضرین مجلس سے متوجہ ہوکر کہا۔ کہ تم میں کوئی ایسا ہے۔ کہ مسئلہ کا جواب
دیسکتا۔ سب نے کہا۔ کہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ پھر کہا۔ اب تو تمنے معلوم
کرلی وہ بات۔ جسکے تم منکر تھے۔ قاضی یحییٰ کے چہرے پر پریشانی و پشیمانی کے آثار
نمایاں تھے۔ مامون نے شکر خدا کرتے ہوئے امام جواد سے متوجہ ہوکر کہا۔ کہ میں اپنی
دختر ام الفضل کا نکاح آپ سے ضرور اور ضرور کرونگا۔ اگرچہ قوم کی ناک خاک آلود ہوں
تو ہوں۔ آپ اپنا خطبہ بھیجدیں۔ حضرت محمد جواد نے خلاق عالم جل جلالہ کی
حمد و ثنا کرتے ہوئے خطبہ بھیجا۔ بعدازاں تاریخ مقررہ پر بمہر ۵۰۰ درہم
جیدہ مامون نے ام الفضل کا نکاح حضرت کے ہمراہ بقواعد شرعیہ کردیا جسکی
پوری تفصیل خطبہ وغیرہ اصل کتاب میں مذکور ہے۔ ایجاب و قبول کے بعد
خدام چاندی سونے کی طشتریاں جو بنمونہ کشتی تھیں لائے۔ جنمیں مشک
عنبر۔ اور انواع و اقسام کے عطر اور گلاب تھے۔ وہ سب حاضرین پر چھڑکے
اور لگائے گئے۔ پھر عجیب و غریب شیرینی لاکر رکھی گئی۔ حاضرین نے تناول
فرماکر بمراتب جوائز و عطایا خدام پر تقسیم کئے۔ اور جلسہ برخواست ہوا۔ پھر مامون
نے فقراء و سائلین و خوانین و مدارس پر صدقہ و خیرات کی۔ اور ہمیشہ حضرت
محمد جواد ع اُسکے پاس مکرم و معظم رہے۔ اُسکے کچھ عرصہ کے بعد آپ۔ اپنی زوجہ ام الفضل
کو ہمراہ لیکر مدینہ عالیہ کو روانہ ہونے لگے تو لوگ مشایعت و وداع کے لیے ساتھ
ہو لئے۔ جب باب کوفہ پر مسیب کے گھر کے نزدیک پہونچے۔ تو آفتاب غروب ہوچکا تھا۔

وہاں نزول اجلال فرما کر قدیم مسجد مین نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔
لوٹا پانی کا منگوا کر بیری کے سوکھے ہوئے درخت کی جڑ مین بیٹھ کر وضو کیا۔ پھر
لوگون کو نماز پڑھائی۔ پھر چار رکعت نفل ادا کرکے سجدہ شکر کیا۔ اور لوگون کو
رخصت کرکے پھرے۔ اُسی رات اُس بیری خشک مین پھل آگیا۔ اور اچھا
بارور ہوگیا۔ اسی طرح منازل ہائے طے کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہونچے۔ اور خوش
وخرم رہے۔ مامون رشید ہر سال ہزارہا ہزار درہم بھیجا کرتا تھا۔ ایک دفعہ
ام الفضل نے مامون کے پاس یہ شکوہ بھیجا۔ کہ امام صاحب مجھپر ایک کنیز
(یعنے سوکن) کو لاتے ہین۔ مامون نے کہلا بھیجا۔ کہ بیٹی مینے تجھے ساتھ
اسلئے نہین بیاہا۔ کہ تو حلال کو اُسپر حرام کرے۔ آئندہ مجھے ایسی بات
نہ لکھنا۔ معتصم باللہ نے اپنے عہد مین بدنیتی سے انکو بغداد مین بلوایا۔ محرم
سنہ ۲۲۰ھ سے دو راتین باقی تھین۔ کہ بغداد مین پہونچے۔ اور اُسی سال
آخیر ذیقعدہ مین بعمر ۲۵ یا ۲۶ سال وفات پائی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مسموم
شہید ہوئے۔ لیکن علامہ جامی لکھتے ہین۔ کہ یہ صحیح نہین۔ (شیخ مفید شیعی
بھی عدم صحت کے قائل ہین) اور یہ پہلوئے جد اقدس مدفون ہوئے۔
اور ام الفضل قصر معتصم مین گئین۔ (نور الابصار۔ شواہد النبوۃ۔ تاریخ جعفری وغیرہ)
روضہ کاظمیہ پر مع اہل بیت خود وہمراہیان وخادمان دونو سفرونین
کرات مرات زیارات فیض بشارات آئمہ علیہم السلام کی شرفیابی
حاصل کی۔

پھر اس روضہ منورہ کی زیارات کے بعد امام ابو یوسفؒ کی مرقد مبارک

کی زیارت سے مشرف ہوئے - جو احاطہ روضہ کے اندر واقع ہے - یہ امام ابو یوسف ؒ اپنی کنیت سے مشہور ہیں - انکا نام یعقوب ؒ ہے - نسب میں انصاری ہیں - انکا مورث اعلےٰ سعد بن عتبہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ؓ - انکا والد ابراہیم نامی غریب تھا - مزدوری محنت کرکے زندگی بسر کرتا تھا - ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں مقام کوفہ پیدا ہوئے - انکو لکھنے پڑھنے کا بچپن سے شوق تھا - لیکن باپ کی مرضی نہ تھی - وہ چاہتے تھے کہ کوئی پیشہ سیکھیں - اور چار پیسے کما کر لائیں - تاہم ابو یوسف ؒ جب کوئی موقع اور فرصت پاتے تو علماء کی صحبت میں جا بیٹھتے -

ایک دن وہ امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں حاضر تھے - کہ انکا باپ وہاں پہنچکر انکو زبردستی اٹھا لائے - گھر آکر سمجھایا کہ بیٹا - ابو حنیفہ کو خدا تعالےٰ نے رزق کی طرف سے مطمئن کردیا ہے تم انکی ریس کیوں کرتے ہو - ابو یوسف رح نے مجبوراً لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا - اور باپ کے ساتھ رہنے لگے - امام ابو حنیفہ رض نے دو چار یوم کے بعد پوچھا - کہ یعقوب ؒ اب نہیں آتے - ابو یوسف ؒ کو جب یہ معلوم ہوا - تو حاضر ہو کر تمام کیفیت بیان کی - امام ابو حنیفہ نے چپکے سے ایک تھیلی سو درہم کی دیدی اور یہ فرمایا - کہ جب خرچ ہو جائیں تو مجھ سے کہنا - اسی طرح انکو برابر مدد دیتے رہے - یہاں تک کہ وہ تمام علوم میں کامل ہو کر استاد وقت بن گئے - اسکے بعد حدیث میں بھی خوب مہارت پیدا کرلی - مغازی سیر کے فن میں بھی خاصی لیاقت حاصل کی - امام ابو حنیفہ رح جب تک زندہ رہے - وہ انکے حلقہ درس

www.musapakshaheed.com

ہمیشہ حاضر ہوتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد دربار سے تعلق پیدا کرنا چاہا۔ چنانچہ خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ میں انکو قضا کی خدمت دی۔ مہدی کے بعد اسکے جانشین ہادی نے بھی انکو اسی عہدہ پر بحال رکھا۔ لیکن ہارون رشید نے انکی لیاقت سے واقف ہو کر۔ تمام ممالک اسلامیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ القصہ۔ انکی منزلت و عظمت شان۔ تذکرۃ الحفاظ ابن خلکان وغیرہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ کی انکے علو مرتبت فی العلوم اور حق گوئی کی کافی دلیل ہے۔ دشمنوں کی نکتہ زنی قابل نکتہ ہے۔ القصہ آپ نے بروز خمیس ظہر کے وقت ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ اسی روضہ مبارکہ کے احاطہ میں دو فرزندان حضرت موسی کاظمؑ کی مزارات بھی ہیں۔ اور انکا مدرسہ بھی ہے۔ کہا گیا تھا۔ کہ اس مدرسہ میں امام ابو یوسفؒ انہیں تعلیم دیا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بیس سے زائد ذکور اولاد تھی باین وجہ یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ ان دو شہزادوں کے نام کیا کیا تھے۔ اور بھی مقامات متبرکہ ہیں۔ بغداد شریف سے یہاں ٹرام ہی فیکس ۱۲ سواری مل جاتی ہے۔ ان مشاہد و مقامات سے بہرہ یاب ہو کر پھر مدائن میں جو بغداد سے ۲۰ میل ہے۔ بسواری موٹر جسکا فیکس آمد و رفت دو تین روپیہ ہوتا ہے۔ بزیارت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ گئے۔ انکا روضہ مدائن میں مسجد کی قبلہ کیطرف خوشنما گنبد دار بنا ہوا ہے۔ زائرین کثرت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام بھی ہیں۔ صحابی بھی ہیں۔ اور سلمان منا اہل البیت کے شرف سے بھی ممتاز ہیں۔ انکے فضائل کثیرہ

ومناقب جلیلہ ہین - معتبرین صحابہ سے تھے - انکی عمر کا صحیح اندازہ ۲۵۰ سال کا ہے
ابتدا ہی سے دین حقہ کے طالب تھے - اسی وجہ سے مسافرت مین سرگردان رہے - پہلے نصرانیت
قبول کی - اسمین تکالیف عظیمہ کا سامنا ہوا - جسپر صبر و تحمل سے کام لیا گیا - پھر عرب
کی بعض قوم کے پھندے مین آگئے - اور یہودیوں کے پاس فروخت ہوئے - اور
باعانت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کتابت کی قیم سے سبکدوش ہوئے - اور
حضور علیہ السلام کی خدمت بابرکت مین رہکر اسلام کے پورے مطیع ہوئے - حتے کہ آپ
انہین کو سلمان منّا کہتے ہین - جنکا خود بہشت مقدس مشتاق ہے - احادیث کثیرہ مین رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی مدح خوانی کی ہے - اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے
اور جو عطایا حاصل ہوتے وہ خیرات کیا کرتے تھے - (اکمال فی اسماء الرجال)
یہ مدائن کا شہر نوشیروان کا بنایا و بسایا ہوا ہے - بہت ہی عالیشان شہر تھا
اب اجڑا ہوا ہے - اس روضہ سے ایک میل پہلے دوسرا روضہ ہے - جسمین حضرت عبداللہ بن
جابر انصاری و حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما مدفون اور زیارتگاہ مخلوق ہین
ان دونوں روضوں کے درمیان قصر نوشیروانی کے کھنڈر عبرتگاہ خلائق اب تک موجود ہین
الغرض حضرت سلمان فارسی رح کو امیر عمر رض نے والی مدائن کر کے بھیجا تھا -
بایں وجہ وہاں جا کر رہے - اور ۳۵ یا ۳۶ھ وفات پائی رضی اللہ عنہ -
عبداللہ بن جابر انصاری کا کوئی پتہ نہین چلا - جابر بن عبداللہ انصاری
صحابی ہین - لیکن وہ تو مدینہ عالیہ مین ۷۸ھ کو فوت ہوئے - (اکمال و المعارف)
حذیفہ بن یمان صاحب سر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین - مدائن
مین وفات پائی اور وہین مدفون ہوئے - حضرت عثمان ذوالنورین رض کی شہادت کے

بعد ۳۵ھ یا ۳۶ھ مین عالم فنا سے رحلت کی رضؓ ۔ (دالکسال)
سلطنت کسریٰ کا مدائن ۔

مدائن کی مختصر کیفیت

مدائن جبکہ خاندان کسریٰ کے یزدگرد تاجدار کا مقام اور دارالانصاف تھا تب بزمانہ فاروق اعظم رضؓ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے ۔ بحکم وانتخاب امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سپہ سالاری کے عہدہ پر ممتاز ہوکر فتوحات کثیرہ سے مظفر ومنصور ہوتے ہوئے مدائن پر قبضہ کیا ۔ تو یزدگرد نے سیلاب کیطرح سعدؓ کے بڑھتے چلے آنے کی خبرین سنکر حرم اور خاندان شاہی کو پہلے ہی حلوان شہر مین روانہ کردیا تھا ۔ اور خود بھی شہر مدائن چھوڑکر نکل گیا ۔ سعدؓ مدائن مین داخل ہوئے ۔ تو نہایت سناٹا تھا ۔ نہایت عبرت ہوئی اور بے اختیار یہ آیتین زبان سے نکلین ۔ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم و نعمۃ کانوا فیہا فاکہین ۔ کذالک واورثنا ہا قوماً آخرین ۔ (یعنے یہ لوگ کتنے ہی باغ کتنے ہی نہرین ۔ کتنے ہی کھیتیان اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات اور کتنے ہی آرام وآسائش کے سامان چھوڑ مرے ۔ جنہین مزے اڑایا کرتے تھے ۔ واقع مین ایسا ہی ہوا ۔ اور ہم نے دوسرے لوگون کو اس تمام سامان کا وارث بنادیا ۔ (سورۃ دخان ترجمہ نذیر احمدؐ) جمعہ کا دن تھا ۔ ایوان کسریٰ مین

تخت شاہی کی بجائے ممبر نصب ہوا ۔ جمعہ کی نماز ادا کیگئی ۔ یہہ پہلا جمعہ تھا ۔
جو عراق مین ادا کیا گیا ۔ دو تین دن ٹھہر کر سعد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ۔ کہ ایوانات شاہی
کا خزانہ اور نادرات لاکر یکجا جمع کیے جائین ۔ کیانی سلسلہ سے لیکر نوشیروان
کے عہد تک کی ہزارون یادگار چیزین تھین ۔ خاقانِ چین ۔ راجہ داہر ۔
قیصر روم ۔ نعمان بن منذر ۔ سیاوش ۔ بہرام چوبین کی زرہین اور تلوارین
تھین ۔ کسریٰ ہرمز ۔ قباد کے خنجر تھے ۔ نوشیروان کا تاج زرنگار ۔ اور
جلوس شاہی تھا ۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جسپر چاندی کا زین کسا ہوا تھا
اور سینے پر یاقوت و زمرد جڑے ہوئے تھے ۔ اسی طرح چاندی کی ایک
اونٹنی تھی ۔ جسپر سونے کی پالان تھی ۔ مہار مین بیش قیمت یاقوت پروئے
ہوئے تھے ۔ ناقہ سوار سر سے پاؤن تک جواہرات سے مرصع تھا ۔ سب سے
عجیب و غریب ایک فرش تھا ۔ جسکو ایرانی بہار کے نام سے پکارتے تھے ۔
یہہ فرش اس غرض سے تیار کیا گیا تھا کہ جب بہار کا موسم نکلجاتا ۔ تو
اسپر بیٹھکر شراب پیتے تھے ۔ اسکے بیچمین سبزے کا چمن تھا ۔ چارون طرف
جدولین تھین ۔ ہر قسم کے درخت اور درختون مین شگوفے ۔ اور پھول
پھل تھے ۔ لطف یہ کہ جو کچھ تھا ۔ زر و جواہرات کا تھا ۔ یعنے سونے کی زمین
زمرد کا سبزہ ۔ پکھراج کی جدولین ۔ سونے چاندی کے درخت ۔ حریر کے
پتے ۔ جواہرات کے پھل تھے ۔ جب سب سامان لاکر سجایا گیا ۔ تو دور
دور تک میدان جگمگا اٹھا ۔ حسب قاعدہ غنیمت یہ مال تقسیم ہوکر ۔ پانچوان
حصہ دربار خلافت مین بھیجا گیا ۔ فرش مذکور اور قدیم یادگارین بجنسہٖ بھیجی گئین

کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ جلال اور اسلام کی فتح و اقبال کا تماشا دیکھیں۔ جب یہ چیزیں دربار خلافت میں دیکھی گئیں۔ تو حیرت پر حیرت تھی۔ فرش کی نسبت تو لوگوں کی یہ رائے قائم ہوئی۔ کہ یہ تقسیم نہ کیا جائے۔ خود حضرت عمرؓ کا بھی یہی منشا تھا۔ لیکن علیؓ المرتضےٰ کے اصرار سے اس بہار پر بھی خزان آئی۔ اور دولت نوشیروانی کے مرقع کے پرزے پرزے اُڑ گئے۔ یورپ کے مذاق کے مطابق تو یہ ایک وحشیانہ حرکت تھی۔ لیکن ہر زمانے کا مذاق جدا ہے۔ مقدس زمانہ میں زخارف دنیوی کی عزت نہیں کیجاتی (شبلی فاروق) ٭

حضرت ممدوح ان حضرات کرام مدفونہ مدائن کی زیارات سے شرفیاب ہوکر۔ پھر افضل المجتہدین۔ تاج الخلفاء المحققین۔ فخر الصالحین۔ زین العارفین حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لیے مقبرہ خیزران کی طرف جو اب اعظمیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور بغداد شریف سے چھ سات میل پر بسمت کاظمین شریفین واقع ہے۔ تشریف فرما ہوئے۔ اور وہاں پہونچکر نہایت خلوص کے ساتھ سلام کرنیکا اعزاز حاصل کرتے ہوئے۔ تلاوت قرآن شریف جو ہو سکی وہ ہدیتاً بوسیلہ جلیلہ حضرت سرورِ عالم و اہلبیت شان پیش کی اور بہت دیر تک نظارہ مرقد شریف اور برکات واردہ سے شرفیاب ہوتے رہے۔ قبہ شریفہ اور تزئین مقام کو دیکھکر فرماتے۔ کہ عجیب زیبگاہ ہے لیکن مکان کا اصلی شرف مکین ہی سے ہوتا ہے۔ پھر خدام درگاہ نے ایک قرآن شریف قلمی نہایت خوشخط مطلے زیارت کے لیے پیش کیا۔ جسکی جلد پر جواہرات بیش بہا نہایت صفائی کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ جسکو اکبر بادشاہ نے

www.musafirshaheed.com

وقف کیا ہوا تھا۔ حضور ممدوح نے من حیث القرآن المجید آنکھون پر رکھا
اور سینے سے لگایا۔ اور دیر تک تلاوت بھی کی۔ اور صاحب القرآن کی روح مبارک
کو یہ تحفہ بھی مسرور کیا۔ اور خط و طلاکاری اور جلد کی ساخت کو پسندیدگی کی
نگاہ سے دیکھتے رہے۔ اور فرماتے رہے۔ کہ ہیچ ہے۔ لیکن فن رجال
غرضیکہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت علمی و منقبت عرفانی۔ و خواصیت قرآنی
و معرفت و حدیث دانی محتاج بیان نہین۔ مین صرف چند ضروری
باتین حسب موقعہ بیان کرتا ہون۔ امام صاحب کا نام نعمان
کنیت ابو حنیفہ لقب امام اعظم ہے۔ آپ عجمی النسل فارسی اصل ہین۔ سنہ ۸۰ھ مین
مقام کوفہ جو حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے دار الخلافہ کے شرف سے ممتاز
تھا پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام ثابت ہے۔ ثابت بچپن ہی سے حضرت
باب مدینہ اقضاکم علیؓ کی خدمت مین دعا طلبی کے لئے پیش ہوئے۔ تو
آپ نے ان کے اور ان کے خاندان کے حق مین دعاے خیر کی تھی۔ امید
کیجاتی ہے۔ کہ اس دعا کا پورا اثر امام صاحب کے حق مین نمایان طور پر ظاہر
ہوا۔ کہ بوجہ دقایق شناسی علوم شرعیہ۔ دنیا کی چار دانگ مین امام اعظم کے
لقب سے پکارے جاتے ہین۔ ان کے مناقب مین سینکڑون کتب لکھی گئین
امام صاحب کی پیدائش کے وقت دولت مروانیہ کا دوسرا تاجدار عبد الملک
فرمانروا تھا۔ اس زمانہ مین ابھی وہ مقدس لوگ بھی زندہ تھے۔ جنکی آنکھین رسول اللہ
کے جمال مبارک سے روشن تھین۔ اور آغاز شباب امام صاحب تک
مثلاً حضرت انسؓ متوفی سنہ ۹۳ھ حضرت سہلؓ بن سعد متوفی سنہ ۹۱ھ حضرت ابو

صحابی وغیرہم کوفہ وغیرہ مین موجود تھے ملاقاتین بھی ہوئین ۔ تفصیل کے لئے دیکھو
قولِ مستحسن مولانا محمد علوی ۔ ہو کتاب عجیب جدا باین وجہ امام صاحب تابعی کے
شرف سے بھی ممتاز ہین ۔ امام صاحب نے مختلف آئمہ حدیث کی خدمت مین
حاضر ہو کر فن حدیث مین مہارت پیدا کی ۔ لیکن جب دوسری دفعہ مدینہ عالیہ
مین جا کر امام باقر علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے ۔
تو اعداء (عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد) نے امام باقر علیہ السلام کے
کان مبارک مین امام اعظم علیہ السلام کی قیاس کی شکایت ڈالی تھی ۔ اول ہی
اول ہی گفتگو شروع ہوئی ۔ امام اعظم رح نے قیاس کی نسبت ایسی برجستہ
تقریر کی اور نہایت ادب و متانت سے کی ۔ کہ امام علیہ السلام ایسے
مسرور ہوئے ۔ کہ اٹھکر امام اعظم رح کی پیشانی مبارک چوم لی ۔ دیکھو
عقود الجمان و سیرۃ النعمان ۔

امام اعظم رح ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے انکی خدمت مین
حاضر رہے ۔ اور قرآن مجید و احادیث کے نادر معارف حاصل کیے ۔ امام اعظم رح
کو صحابیوں اور امام باقر ع کی ملاقات کی شرف پر ناز تھا ۔ امام اعظم رح کا ایک
تو وہ زمانہ تھا ۔ کہ وہ بحیثیت طالب علمی حرمین شریفین کا سفر کرتے تھے ۔ تو
کسیکو خبر نہ ہوتی ۔ پھر یہ نوبت پہونچی ۔ کہ جب سفر کا قصد کرتے ۔ تو تمام شہر مین
شہرہ ہو جاتا ۔ کہ فقیہ عراق عرب کو جاتا ہے ۔ جس شہر یا قریہ پر گذر ہوتا
ہزاروں کا مجمع ہو جاتا ۔ ایکدفعہ مکہ معظمہ گئے ۔ تو لوگوں کی یہ کثرت تھی
کہ مجلس مین تل دھرنیکو جگہ نہ تھی ۔ ارباب حدیث دو فرقے ہو گئے

www.musapakshaheed.com

شوق کا یہ عالم تھا - کہ ایک ایک گرا پڑتا تھا -

القصہ معاملہ یہ ہوا - کہ بمصداق تلک الایام نداولہا بین الناس بنی امیہ کا دور ختم ہو کر دولت بنی عباس کے زمانے میں جبکہ منصور دوسرا تاجدار ۴۲ برس کی عمر میں فرمانروا ہو کر سنہ ۱۸۵ھ کو بارادہ ادائے حج جاتے ہوئے بیر میمون کو بیر میمون پر وفات پائی - اُسنے امام صاحب کو دشمنوں کی چغلخوری اور امام صاحب کے انتقاد و حق گوئی سے عدم قبول عہدہ قضا کے جرم کا بہانہ بنا کر سنہ میں بغداد کے قیدخانہ میں قید کر دیا - بغداد شریف دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے علم کا مرکز بنا ہوا تھا -

طالبان لسان ممالک اسلام کے ہر گوشہ سے اُٹھکر بغداد ہی کا رُخ کرتے تھے ادھر امام صاحبکی علمی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی - بایں وجہ قیدکی حالت نے انکے اثر اور قبول عام کو بجائے کم کر دینے کے اور زیادہ کر دیا تھا - بغداد کی علمی جماعت کا شہر میں بہت کچھ اثر تھا - اور وہ امام صاحب کے ساتھ خلوص رکھتی تھی - اسکا یہ اثر ہوا - کہ منصور نے انکو نظر بند رکھا لیکن کوئی امر انکے خلاف ادب و تعظیم نہ کر سکتا تھا - انکا سلسلہ تعلیم قید خانہ میں بھی برابر قائم رہا امام محمد جو فقہ کے دست و بازو خیال کئے جاتے ہیں - قید خانہ ہی میں انسے تعلیم پائی - منصور کو امام صاحب کی طرف سے جو اندیشہ تھا - وہ قید کی حالت میں باقی رہا - آخر کار بے خبری میں انکو زہر دلوا دیا گیا - جب امام صاحب کو زہر کا اثر محسوس ہوا - تو وصیت کی کہ مجھے مقبرہ خیزران میں جو مغصوب ہونے کے داغ سے بچی ہوئی ہے - دفن کرنا - انکے بعد سجدہ کیا - اور بایں

سنہ ۱۵۰ھ مین وفات پائی - انا للہ وانا الیہ راجعون - جنازہ مین پچاس ہزار کا مجمع تھا - نماز ادا کیگئی - لیکن آنے والون کا ابھی سلسلہ قائم تھا - یہانتک کہ چھ بار جنازہ پڑھا گیا - بیس دن تک بعد مین بھی یہی حالت رہی -

امام اعظم رح کا مزار ایک مدت تک بوسہ گاہ خلایق رہا - اور آج بھی ہے سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے - کہ بڑی عظمت وشان کا بادشاہ ہے - سنہ ۴۵۹ھ مین اُس نے اُنکی قبر پر گنبد بنایا - اور ایک مدرسہ بھی قائم کیا - جو مشہد ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہوا - بڑے بڑے نامور علماء اُسکے پروفیسر مقرر ہوئے اس مدرسہ کے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا - شائقان علم کو وہان سے کھانا ملتا تھا - ایشیا کا مشہور سیاح ابن بطوطہ وہان پہونچکر اپنے سفر نامہ مین لکھتا ہے کہ اسوقت تمام بغداد مین مشہد ابو حنیفہ کے سوا کوئی زاویہ نہین جہان سے مسافرون کو کھانا ملتا ہو - شبلی لکھتا ہے - حال کے شاہ سلطان ناصر الدین شاہ ثانی نے اپنے حالات سفر مین لکھا ہے - کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح کی مزار پر فاتحہ پڑھی اور نذر چڑھائی - علم کی شان دیکھو جسکی بدولت کوفہ کے ایک خزاز نے یہ رتبہ حاصل کیا - کہ ۱۲ سو برس کے بعد آج اُسکی مزار پر بڑے بڑے شاہنشاہ سر جھکاتے ہین - پھر سنہ ۹۴۱ھ مین ترکون کے دسوین تاجدار سلطان سلیمان خان متوفی سنہ ۹۷۴ھ نے مقبرہ ابو حنیفہ کو از سر نو تعمیر کرایا (تاریخ قیصر روم) اب بھی اس مشہد کی جلالت شان نمایان طور پر ہے - اور انوار برستے ہین - یہ تو خاندان اہلبیت علیہ السلام کے دو سالہ شاگرد ومرید کی عظمت ہے جیسے وہ خود فرمایا کرتے تھے - کہ لولا السنتان لہلک النعمان - اب دنیا مین امام اعظم رح کے لقب سے

صاحب المذہب مشہور ہیں ۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ ورضوانہ ۔

کوفہ چونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مولد ومسکن ہے ۔ اسلیئے موزون ہوگا ۔ کہ اسکا بھی مختصر ذکر کیا جائے ۔

کوفہ۱؎ اسلام کی وسعت وتمدن کا گویا دیباچہ تھا ۔ اہل عرب کی روز افزوں ترقی کے لئے عرب کی مختصر آبادی کافی نہ تھی ۔ اس ضرورت سے حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو جو اسوقت حکومت کسرےٰ کا خاتمہ کرکے مدائن میں اقامت گزین تھے ۔ خط لکھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک شہر بساؤ ۔ جو انکا دار الہجرت قرار ہوگا ۔ سعدؓ نے کوفہ کی زمین پسند کی سنہ ۱۷ھ میں اسکی بنیاد کا پتھر رکھا گیا ۔ اور معمولی سادہ عمارتیں تیار ہوگئیں ۔ اسی وقت عرب کے قبائل ہر طرف سے آکر آباد ہونے شروع ہوگئے ۔ یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں وہ ایک خطۂ عرب بن گیا ۔

حضرت عمرؓ نے یمن کے ۱۲ ہزار اور نزار کے ۸ ہزار آدمیوں کے لئے جو وہاں جاکر آباد ہوگئے تھے ۔ روزینے مقرر کر دئے ۔ چند روز میں جمعیت کے اعتبار سے کوفہ نے وہ حالت پیدا کی ۔ کہ جناب فاروقؓ اسکو رمح اللہ ۔ کنز الایمان ۔ جمجمۃ العرب فرمایا کرتے تھے ۔ اور خط لکھتے تو اس عنوان سے لکھتے اِلیٰ رأس الاسلام ۔ اِلیٰ رأس العرب ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شہر کو

۱؎ کوفہ ۔ سُرخ ریگ کو کہتے ہیں ۔ چونکہ یہ مقام سُرخ بالو کا مدور تھا ۔ جسمیں سُرخ کنکریاں بھی ملے جُلے تھے ۔ اور یہ مقام ذو کوفہ [illegible] کا بھی تھا ۔ سعد نے اس مقام پر جو بعینہٖ تونئی اور بوجہ سُرخی اور مدور ہونے کے یہ مقام کوفہ کے نام سے موسوم ہوا ۔ (منتخب [illegible])

اپنا دار الخلافہ بنایا۔ صحابہؓ میں سے ایکہزار پچاس اشخاص جنمیں ۲۴ وہ بزرگ تھے۔ جو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے۔ وہاں گئے۔ اور بہتوں نے سکونت اختیار کرلی۔ ان بزرگوں کی بدولت ہر جگہ حدیث و روایات کے چرچے پھیل گئے۔ اور کوفے کا ایک ایک گھر حدیث و روایات کا درسگاہ بنگیا تھا۔ (منقولہ فتوح البلدان از شبلی)

یہ بھی معلوم رہے۔ کہ بصرہ بھی اسی مقدس خلیفہ کے حکم سے آباد ہوا تھا۔ وسعت علم و اشاعت دین کے اعتبار سے کوفہ کا ہمسر تھا۔

پھر حضرت ممدوح دام مجدہ بغداد شریف کے قریب صلحاء و عارفین کی زیارات پر گئے۔ حضرت بشر حافی جنکے جد اعلےٰ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ المتوفی ۲۲۷ھ۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سقطی رح یہ دونو بزرگ بڑے عارف و زاہد تھے۔ اور یہ دونو آپس میں ماموں اور بھانجا ہیں۔ سری سقطی ماموں متوفی سنہ ۲۵۱ یا ۲۵۷ھ۔ اور جنید انکے بھانجے متوفی کا سنہ ۲۹۰ سے سنہ ۲۹۶ تک بتلایا گیا ہے۔ اور آپس میں قریب قریب مدفون ہیں۔ ذوالنون مصری سنہ ۲۴۵۔ معروف کرخی رح متوفی سنہ ۲۰۰ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ۔ جو شیخ سعدیؒ اور حضرت بہاؤ الدین ملتانیؒ رحمہم اللہ تعالےٰ کے پیر روشن ضمیر و دیگر بزرگان رضی اللہ عنہم کی قبور پرنور پر فاتحہ خوانی و زیارات کا شرف حاصل کیا۔

بعد ازاں علامہ غزالی کی قبر پر گئے۔ جسکی چار دیواری بن رہی تھی۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ انکی مرقد کا یہاں ہونا غلط ہے۔ جب وہ

مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس اعلیٰ تھے۔ تب انکا مکان رہائش یہ ہوگا۔ کیونکہ
وہ آخیر زمانہ مین تمام تعلقات قطع کرکے بیت المقدس گئے۔ اور مشہد خلیل پر
عہد کیا۔ کہ مین اب کوئی تعلق نہ کرونگا۔ اور نہ کسی خلیفہ یا بادشاہ کے پاس
جاؤنگا۔ نہ کسی سے مناظرہ کرونگا۔ حتیٰ کہ سلطان ملک شاہ نے بلایا۔
تو مذکورہ عذر کرکے ٹال گئے۔ پھر حج و زیارات سے مشرف ہوکر طوس تشریف
اپنے وطن کو چلے گئے۔ ۴۵۰ھ کی ولادت ہے ۵۰۵ھ مین وفات پائی۔ طوس
کے قریب بستی طابران مین مدفون ہوئے؛

زبیدہ خاتون کے مقبرہ پر بھی جاکر فاتحہ پڑھا۔ یہ زبیدہ ہاشمیہ عباسیہ
ہارون رشید کی بیوی اور امین کی والدہ ہے۔ افعال خیر مین اسکو وافر حصہ ملا
ہوا تھا۔ بہت ہی نیک خیال عورت تھی۔ نہر زبیدہ عرفات وغیرہ یعنے کعبۃ اللہ
حوالی حل و حرم اسی صالحہ کی یادگار ہے۔ جو اب تک موجود ہے۔ اور تمام
حجاج اسکے ممنون احسان ہوتے رہے۔ اور ہین۔ اور جب تک خدائے تعالیٰ
نے چاہا ہونگے۔ اسکا اصلی نام امۃ العزیز تھا۔ اسکے دادا ابوجعفر نے بوجہ
خوبصورتی اور تازگی نضارت کے زبیدہ کا لقب عطا کیا۔ بہت حمید
صفات تھین۔ سو کنیزین حافظ قرآن مجید اس خاطر رکھی تھین۔ کہ ہر صبح
کو ہر ایک کنیز عشر القرآن کا ورد پڑھا کرے۔ زبیدہ اپنے قصر مین سنا کرتی
تھی۔ ۱۶۵ھ مین ہارون رشید کے ساتھ بیاہی گئی۔ اکاون ۵۱ برس کے بعد ۲۱۶ھ
مین وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہا در روض المعطر من کتاب الالقاب؛
غیاث اللغات مین زبیدہ بضم اول و فتح موحدہ و سکون تحتانی زن ہارون رشید

داں زن بسیار بزرگ ہمت و نیکو کار بود لکھا ہے۔ اس کے ترجمہ میں نہایت لطیف حکایات
ولذیذ واقعات ہیں جنکے لکھنے کے لئے یہ مختصر متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر خلوت خانہ حضرت
سیدنا عبد الوہاب جہاں وہ ذکر خدا کیا کرتے تھے۔ اسکی زیارت سے مشرف
ہوئے۔ اسکے بعد تمام زیارات شہری اور بیرونی سے فراغت پاکر کربلا معلیٰ
کی زیارات کیطرف بسواری موٹران روانہ ہوئے۔ بغداد شریف سے کربلا معلیٰ
کا فاصلہ تخمیناً ساٹھ میل تک بیان کیا جاتا ہے۔ پہلی دفعہ یہ سفر ریل پر ہوا تھا
اسٹیشن مسیّب کے قریب دو روضہ سبز گنبد حضرات فرزندان حضرت مسلم شہید دیکھے
تھے۔ لیکن ان میں داخلی کا شرف بوجہ تنگی وقت کہ ٹرین وہاں تھوڑی دیر
توقف کرتی ہے۔ حاصل نہ ہوا۔ دل کی تمنا دل ہی میں رہی۔ بایں خیال
اسدفعہ موٹروں پر گئے۔ اور وہ تمنا پوری ہوئی۔ فللہ الحمد۔ اس روضۂ
مبارکہ میں حضرت مسلم ابن عقیل چچیرے بھائی امام حسین علیہ السلام کے دو شہزادے صغیر
محمدؑ و ابراھیمؑ جنکو حضرت مسلم کے شہید کرنے اور حضرت ہانیؓ انکے مددگار
کو شولی چڑہانے کے بعد ذوالحجہ سنہ میں عبیداللہ بن زیاد نے بہت ہی
بیدردی کے ساتھ قتل کرایا۔ لیٹے ہوئے ہیں (سر الشہادتین)۔

اس مقام پر دونوں شہزادوں پر سلام عرض کرتے ہوئے
فاتحہ و زیارت پڑھی۔ اور ان کی مصیبت یتیمی۔ بے یار و بے مددگار
مسافر ہونے کو یاد کر کے روئے۔ اور روتے ہوئے۔ با دل مغموم
وداع کی اور آگے بڑھے۔ کربلا معلیٰ یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ہے
بسواری موٹران وہاں پہونچکر سید نوری صاحب جو نہایت خلیق۔

www.museumshaheed.com

خندہ پیشانی ۔ بے تعصب شیعہ اور خادم درگاہ حسینیہ ہین ۔ دونو دفعہ انہین
کے مکان پر مقام کیا ۔ کربلا سے مشتمل ہے ۔ کرب و بلا کو داسکا دوسرا نام طف (بفتح الطاء
والفاء المشددہ) یعنے طف طاء کی زبر اور فاء کی شد سے اُس ویران جنگل
کو کہتے ہین ۔ جو اونچی زمین کا ہو ۔ اور جسکا ایک کنارہ دریاؤ سے ملتا ہو ۔
یہ مقام کوفہ اور بغداد کے درمیان ہے ۔ ایک مسجد بھی مخصوص باہل سنت وہان
سنی ۔ لیکن وہان جانیکا اتفاق نہین ہوا ۔ اصبغ بن نباتہ سے روایت
ہے ۔ کہ حضرت علی مرتضے کرم اللہ وجہ کے ہمراہ ایکدفعہ سفر کرتے ہوئے ۔ اس مقام پر پہنچے
تو آپ نے فرمایا ۔ کہ یہ جگہ اُنکے قیام اور وضع رحال کی ہے ۔ اسی جگہ اُنکا خون
بہایا جائیگا ۔ اور ایک گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسجگہ مقتول ہوگا ۔ اُنپر
آسمان و زمین روئے گی ۔ (نور الابصار) ابن سعد اور طبرانی نے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے لکھا ہے ۔ کہ سرور عالم نے فرمایا ۔ کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی
ہے ۔ کہ میرا بیٹا حسین طف کی زمین شہید ہوگا ۔ اور وہان کی مٹی بھی مجھے لا کر
دی ۔ اور اُنکے لیٹنے کا مقام بھی بتلایا ۔ ابوداؤد اور حاکم مین بھی یہ مضمون
بروایت ام الفضل مکتوب ہے ۔ اس قسم کی روایات کثیرہ ہین ۔ اب اسی جنگل
پر ایک اچھا خاصہ نہایت خوبصورت شہر بستا ہے ۔ یہان کے بسنے والے اکثر
خوش حال اور سفید پوش اور بہت ہی صفائی پسند معلوم ہوتے ہین ۔ بازار پر رونق
اور سجے ہوئے ہین ۔ تجارت کی بھی ٹھاٹھ لگی رہتی ہے ۔ یہان باشندگان
عموماً مذہب شیعہ امامیہ رکھتے ہین ۔ اہل سنت بھی وہان ہین ۔ لیکن قلیل
ایک مسجد بھی ہمنے مخصوص باہل سنت وہان سنی لیکن جانیکا اتفاق نہیں ہوا

www.musapakshaheed.com

زمانہ ماضیہ کے تو خرافات وحکایات تعصبیہ بہت سُنا کرتے تھے ۔ مگر ہمکو تو کوئی تعصب آمیز
واقعہ پیش نہین آیا ۔ گو ۔ دلمین خشخشہ تھا ۔ ہم بغداد شریف سے کربلا معلےٰ اور نجف اشرف
تک رستون مین مکانون پر باجماعت کھلم کھلا اپنے مذہب اہل سُنّت کے طریق پر
دنون سفرون مین نمازین پڑھتے گئے اور لئے کوئی بھی مزاحم نہین ہوا حتّےٰ کہ حسینیہ
روضہ مین حضرت ممدوح نے سید نوری صاحب کو کہا ۔ کہ ہمارا جی چاہتا ہے ۔ کہ جسطرح
ہم اس مبارک خطہ مین تلاوت قرآن شریف وادعیہ مبارکہ وزیارات پڑھنے سے جسطرح
شرفیاب ہوئے ہین ۔ اسیطرح نوافل صلوٰۃ بھی ادا کرین ۔ تو خوب ہوتا ۔
سیّد نوری صاحب نے جواب دیا ۔ کہ منع کون کرتا ہے ۔ نہایت اطمینان وسکون قلب سے
نوافل پڑھین ۔ صلوٰۃ فرضیہ ادا کرین ۔ کوئی روک ٹوک نہین ۔ لو ۔ آپکی
تسکین کے لئے مین بھی تا فراغت آپ کے ساتھ رہونگا ۔ حضرت ممدوح نے بمعہ
جمیع ہمراہیان وہان نوافل ادا کئے ۔ ہان بعض بعض موقع پر ہمین نماز
پڑھتا دیکھکر بعض اشخاص تعجب وتحیر سے دیکھا کرتے تھے ۔ سو یہ معمولی بات ہے ۔
الغرض ہم اس مبارک شہر مین قیام کرکے روضہ مبارک کو گئے ۔ اور دونو سفرون
مین کرات مرات جاتے رہے ۔ خوبصورت روضہ کیا ہے ۔ دنیا کا خطۂ بہشت
کہین تو بجا ۔ چمنِ فردوس کہین تو موزون ۔ زمین اس قطعہ کی لطیف قالیسو
خون شہداء کی مخبر لالہ زار ہے ۔ سقف مینا کار آئینہ اندود جسمین ہزارون
گوناگون کی قندیلین اور جھاڑ جل جلکر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی ہین معلق ہین
رات کو اگر سوز غم مین دن سے زیادہ روشن دکھایا ہے ۔ تو یہی مقام ہے ۔ اس
روضہ مقدسہ کے مانند بہشت سات طبقہ ہین کسی مین امام عالی مقام مع شہزادہ

www.musapakshaheed.com

کہیں اصغرؑ جلوہ افروز ہیں۔ کسی میں گنج شہیداںؑ کا نظارہ ہے۔ کسی میں حبیبؑ ابن مظاہر
کا چبوترہ جگمگا رہا ہے۔ کسی میں فرزند امام موسیٰ کاظمؑ آلیل کر رہے ہیں۔ کسی میں مقام
مریمی کی جھلک ہے۔ کسی طبقہ میں قرآن خوانی ہو رہی ہے۔ ایک طبقہ خاص
عبادتگاہ ذوالجلال ہے جل جلالہٗ۔ زائرین کی کثرت کا بیان نہیں ہو سکتا۔
زیارت کرتے وقت خصوصاً صبح و شام کندھے سے کندھا چھلتا ہے۔ سلام و
زیارت کا غلغلہ ہوتا ہے۔ تمام زائرین رجال و نساء زیر پردہ داو معلوم
ہوتے ہیں لیکن رونے کی آواز نہیں ہوتی ہاں ہچکی بندھ جاتی ہے۔ بعض بیہوش
ہو کر گر جاتے ہیں حسینؑ کا ماتم نام تک نہیں ہوتا۔ خلاف شرع کوئی فعل
ہوتے نہیں سنا۔ ہاں روضہ مقدسہ کے باہر صحن فضا حرم میں مولوی صاحبان
منبر پر جلوہ افروز ہو کر احکام شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے شہادت کا ذکر شریف بیان
کرتے ہیں۔ اس موقع پر گریہ و بکا کا آواز ہوتا ہے۔ نہ ماتم ہوتا ہے نہ سینہ زنی
جمعہ کی شب کو ایک کمرہ میں ہم نے دو تین اشخاص کو سینہ زنی کرتے دیکھا
دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ کربلا معلےٰ کی حوالی گرد نواح میں ایک خاص
قبیلہ ہے۔ جو ہر شب جمعہ کو ایک گھنٹہ ماتم کرتے ہیں۔ دوسرا کوئی ان میں
شامل نہیں ہوتا جتنے ہوتے ہیں اسی قبیلے کے ہوتے ہیں۔ جس شب جمعہ کو
ہم نے دیکھا تو صرف تین ہی آدمی تھے۔ اور کوئی ان میں شامل نہ تھا۔ اس

---

* حبیب ابن مظاہر۔ یہ شخص با جمال و کمال بوڑھے ہیں سال قرآن شریف کے حافظ۔ قائم اللیل۔ ہر شب
ختم قرآن شریف کا ورد رکھتے تھے۔ (روضۃ الشہداء) واللہ اعلم ۔

www.musapakshaheed.com

روضۂ مبارکہ سے ربع میل سے بھی کم فاصلہ پر حضرت عباسؑ علمبردار کا روضہ ہے
وہ مقام جلالت مآب ہے۔ وہان بھی دونو سفرون مین بارہا شرفیابی ہوتی
رہی۔ ان سب حضرات مقدسہ کی جناب سے بہرہ یاب ہوتے ہوئے۔ قتل گاہ
اور خیمہ گاہ اور حضرت عباسؑ کے بازو کٹنے کا مقام وغیرہ وغیرہ کی زیارات سے
منور ہوئے۔ ایک چاہ کی بھی زیارت کرائی گئی۔ وہ۔ وہ کنوان ہے۔ کہ جب
اشقیا نے طعنہ دیا۔ کہ آپ ساقی کوثر کے فرزند اور سبطِ نبی ہو۔ تو یہ کیا
کہ پانی کو ترستے ہو۔ آپ نے یعنے امام حسین علیہ السلام نے اسمٰعیلی کرشمہ
دکھاکر ایک ایڑی زمین پر ماری۔ اسیوقت قدرت خداوند تعالے سے
یہہ چشمہ اُبلتا ہوا نمودار ہوا۔ آپ نے پیا نہین۔ فرمایا دیکھو او اندہے
یہ سب کچھ طاقت خداداد ہے۔ لیکن رضائے پروردگار مطلوب ہے۔ ؎

بلبلے بر شاخ گل برگ گل در منقار داشت ؛ با این ہمہ ساز و نوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصلی نالہ و فریاد چیست ؛ گفت مارا جلوۂ معشوق درین کار داشت

اس بات سے درگذر کرنا ہے بھی گریز نہین ہوسکتا۔ کہ زمانۂ دراز
کے مرور سے کربلا معلےٰ ہو یا نجف اشرف۔ دمشق ہو یا بیت المقدس
ان سب کی زمین اصلی دب کر بہت اونچی ہوگئی۔ اور شہرون کی ساخت
و پرداخت سے تغیر ہوتا گیا۔ لیکن ہم اُن اشخاص کے مشکور ہین۔ جنہون نے
بعض مقامات کی ضروریہ زمین کے اصلی ٹکڑون کو محفوظ رکھا۔ اور اگر کہین مقام

عہ۔ یہ عباسؑ امام حسینؑ کے پدری بھائی ہین۔ کربلا مین سقاء و علمدار آپ کے یہی تھے۔ ویسے بھی انکی
کنیت ابو القربہ تھی کما فی الخمیس۔ خوبصورت ایسے تھے۔ کہ انہین قمر بنی ہاشم کہتے تھے۔ انکی شہادت کی تفصیل طویل ہے۔ دیکھیہ

متبرکہ پر عمارت قائم کی تو اسی حیثیت سے کی۔ کہ اسمین اصلی ہئیت کا نقشہ برقرار رہا ہے۔ قتلگاہ امام حسین علیہ السلام کی اصل زمین کا ٹکڑا جسپر آپ آخیر وقت نیم بسمل ہوکر لیٹے تھے۔ حضرت عباس ع کے کٹے ہوئے بازو جس جگہ پر گرے تھے۔ دمشق کے بعض مدفونین کے اصلی مقام مدفن۔ بیت المقدس کے صخرہ کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیام و امامت انبیاء ع کے مقامات اور نجف اشرف کے محراب مسجد مین اس اصلی مقام کو جسپر زخم کھاکر گر پڑے تھے وہاں پنجرے و روشندان لگاکر محفوظ رکھا ہوا ہے۔ جنہین زائرین دیکھ سکتے ہین اسی طرح خیمہ گاہ کربلا معلےٰ پر اسی طرح عمارت تیار کیگئی ہے۔ جسطرح کہ خیمے لگے ہوئے تھے۔ مین نے خیمہ زینبیہ ع کے پہلو مین ایک چھوٹا سا ایک چارپائی کے مقدار پر ایک کمرہ علیحدہ دیکھکر دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت زین العابدین بیمار علیہ السلام کے آرام کے لئے بنایا گیا تھا۔ کہ جنگ کے حالات و مصائب دیکھ سنکر ملول خاطر نہ ہون۔ یہ سنکر اللہ اکبر کہتے ہوئے روئے اور بہت روئے

مختصر حالات سیدنا حضرت امام علیہ السلام ابن علی مرتضیٰ لخت جگر بنت الرسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا

سبط النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

انکی ولادت با سعادت مورخہ ۴ یا ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ طیبہ مین ہوئی مدت حمل ششماہہ کہتے ہین۔ کہ کوئی مولود ششماہہ پیدا ہوکر جوانی تک نہین پہنچا

www.misaqshaheed.com

مگر یہ امام کریم ابن الکریم وسید نا یحییٰ ابن ذکریا نبی ابن نبی صلوٰۃ اللہ علیٰ
نبینا وعلیہما السلام - سرور عالم نے آپکا نام حسینؑ رکھا - اور اپنی آغوش
مین لیکر اُن کے دہنے کان مین اذان اور گوش چپ مین اقامت پڑھی - اور
اُن کے دہن یمین ذقن مین اپنا آب دہن ڈالا - اور ساتوین دن عقیقہ کیا -
خوبصورت ایسے تھے - کہ شب تاریک کو آنکی پیشانی ورخساروں کی چمک چاند کا
کام دیتی - آپ ناف سے پاؤں تک حضور خیر الانام سے مشابہت تمام رکھتے
تھے (ترمذی) آپکے مناقب وماثر حساب وشمار سے افزون تر ہین - سید شباب
اہل الجنۃ آپ کی شان ہے - (بخاری وترمذی مین ریحانۃ النبی) رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا عطا شدہ خطاب ہے - آپ کو ۵۷ ستاون سال
کی عمر مین بروز جمعہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو یزید پلید کے حکم سے ملعون ابن زیاد نے
کربلا کے دھکتے جلتے ہوئے پتھریلے جنگل مین پانی بند کرکے - کثیر فوج جرار بھیجکر
سے گھیر کر بمعہ اپنے صغیر وکبیر فرزندون وبھائیون بھتیجون وغیرہ احباب کے
ایسی سفاکی بے باکی اور بے دردی سے شمر لعین وغیرہ سے قتل کرایا - کہ جسکی نظیر
ابتدا دنیا سے لیکر تاحال اور قیامت تک نہوئی اور نہوگی - وجہ صرف یہ بیان
کیجاتی ہے - کہ یزید جبکہ اپنے والد کی سلطنت پر دمشق رجب ۶۰ھ کو متمکن ہوا -
تو مدینہ طیبہ مین امام حسینؑ سے اپنی بیعت لینے کو لکھا - حاکم مدینہ ولید نے یزید
کا خط جناب کے پیش کیا - امام صاحب نے فرمایا - چونکہ یزید فاسق اور شراب
خوار ظالم ہے - مجھے ہرگز شایان نہین - کہ مین اسکی بیعت کرکے خلاف شریعت
احکامون کی پابندی کرون - اور مخلوق خدا کیلئے

www.musapakshaheed.com

اس گمراہی کی دلیل بنون - آخر تقاضا ہوا - کہ بیعت کیجئے - یا مدینہ عالیہ کو
خیرباد کہنا پڑیگا - امام صاحب علیہ السلام نے اپنے خاندان کو بادل ناخواستہ ولی
پتھر رکھکر اپنی جد امجد حضرت سرور عالم محمد رسول اللہ کی مفارقت پر آٹھ آٹھ آنسو
چشمہ عینین سے بہا کر فرمایا - کہ سفر کی تیاری کرین - کیونکہ معصیت کے ارتکاب سے
مصیبت کا بار اٹھانا سہل ہے - ۴ شعبان سنہ ۶۰ھ کو قیامت خیز آہ و بکا کیساتھ
مکۂ معظمہ کیطرف روانہ ہوئے - جب آپ مکۂ معظمہ مین داخل ہوئے - اور قیام
فرمایا - تو یہ خبر اطراف و اکناف مین منتشر ہو گئی - کوفہ کی بزدل اور غدار قوم
نے یہ خبر سنکر آپسمین اتفاق کر کے ایک سو پچاس درخواستین اور خطوط بلکہ
اس سے بھی زائد تواتر اخدمت اقدس مین ارسال کئے - کہ ہم سب اہالیان کوفہ
نہایت ادب سے التماس کرتے ہین - کہ حضور کوفہ مین تشریف فرما ہون -
ہم آپکے مطیع فرمان ہون گے - اور اپنی جانون اور مالون کو آپ پر قربان کرینگے
اور آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی - اور ایک وفد بھی بھیجا - کہ زبانی بھی
عہد رسید ہو - حضرت امام ع نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اس وفد کے
ہمراہ کر دیا - اور تاکید کی کہ یہ میرے قائم مقام ہین - ان سے حسن سلوک
اور امداد و حمایت کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہو - حضرت مسلم منزلین طے کرتے ہوئے
کوفہ مین پہونچکر خود مختار ابن عبیدہ کی دار مین قرار فرمایا - ہر طرف سے لوگ دوڑے اور تھوڑے
ہی عرصہ مین ۱۲ ہزار اشخاص سے زیادہ نے حسینیہ بیعت کا قلادہ اپنی گردنون
مین ڈالا - کوفہ کے والی نعمان بشیر انصاری خزرجی جو ۶۴ سال کی عمر مین
سنہ ۶۵ھ کو حمص مین مقتول ہوئے - یہ خود بھی اور انکے والدین بھی صحابی تھے

اُنہوں نے کچھ کہا بھی اور چشم پوشی بھی کی۔ اور تغافل و نرمی مناسب سمجھی۔ اُدھر حضرت مسلم نے امام صاحب کی طرف عریضہ لکھا۔ کہ یہ معاملہ ہوا ہے۔ آپ بے کھٹکے تشریف لائیں۔ لیکن جاسوسان بد باطن نے یزید کو ڈائری روانہ کی۔ کہ حضرت مسلم کی کوفہ مین یہ جاہت ہے۔ اور نعمان کا یہ اغماض۔ کہ اُس کے کان پر جون تک بھی نہین رینگتی۔ یزید نے اُس ڈائری کے پڑھتے ہی نعمان کی معزولی اور اسکی جگہ عبید اللہ کی تقرری کا پروانہ لکھا۔ عبید اللہ کو یہ پروانہ بصرے مین پہونچا۔ کہ یہ وہین کا عامل اور والی تھا۔ عبید اللہ اسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور مناسب انتظام کرتے ہوئے کوفہ کے قریب بادیہ کی طرف سے حجازی لباس کا بہروپ باین طور بدلا۔ کہ دیکھنے والے یہ سمجھین۔ کہ امام حسینؑ آرہا ہے۔ بوقت شب کوفہ مین آدھمکا کوفہ والون کو چونکہ امام حسینؑ علیہ السلام کی آمد کی انتظار تھی۔ سب نے یہی سمجھا کہ آپ آگئے ہین۔ تسلیمات کا شور و شغب اور مرحبا لک یا ابن رسول اللہ۔ قدمت خیر مقدم کے نعروں سے گنبد نیلگون ارتجاج مین آگیا۔ عبید اللہ جنیت خاموش تھا۔ دار الامارہ مین شب باش ہوا۔ صبح ہوتے ہی اہالیان کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کے پروانہ کا مضمون سنایا۔ اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ اور دھمکایا۔ اور امیر مسلم کی جماعت مین مکر و فریب کا جال پھیلا کر پھوٹ ڈالدی۔ حضرت مسلم یہ کیفیت سنکر۔ کہ جماعت متفرقہ کی چال چل پڑی ہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر جو اُنکے سچے خیر خواہ تھے۔ پوشیدہ ہوگئے۔ عبید اللہ نے یہ معلوم کر کے۔ ایک فوج کے ٹکڑے کو محمد بن اشعث کی ماتحتی مین دار ہانی کی طرف بھیجا۔ کہ اسکو گرفتار کر کے حاضر کرین۔ جب ہانی پکڑا آیا تو اُسے لب قصر

کے پاس محبوس کرلیا۔ اور اسی طرح کوفہ کے تمام رئیسوں کو بھی بلواکر ہانی کے ساتھ
قید کردیا۔ جب یہ خبر حضرت مسلم کو پہونچی۔ تو انہوں نے بھی اپنے گروہ کو بلایا۔ اور
خوب طرح سمجھایا۔ لکھا ہے۔ کہ چالیس ہزار اشخاص دارالامارہ کے گرد اگرد جمع
ہوگئے۔ حملہ کی تیاری میں پرجوش تھے۔ عبیداللہ نے دیکھا۔ کہ کام بگڑتا ہے
اسنے رئیس قید کو یہی کہا۔ کہ تم قصر کی چھت پر چڑھکر ان حملہ کرنے والوں کو سمجھاؤ
اور امیر مسلم کی رفاقت سے انہیں ہٹاؤ۔ رئیسوں نے حضرت مسلم کے خلاف
ایسے پرزور لیکچر اور تقریریں کیں۔ کہ ۴۰ ہزار سے پانسو اشخاص نے ذرا
ضد کی باقی کے سب فرنٹ ہو گئے۔ شام کے بعد جب ذرا اندھیرا ہوگیا۔ تو
وہ پانسو بھی کافور ہوگئے۔ جب آپ اکیلے ہو گئے۔ تو آپ نے خیال کیا کہ کوئی
محفوظ مکان تلاش کیجئے۔ رستہ میں ایک مکان پر پہونچے۔ وہاں ایک عورت
تھی اس سے پانی مانگا۔ اور اپنا قصہ بھی کچھ سنایا۔ اس نیکبخت عورت نے
پانی بھی پلایا۔ اور اپنے گھر میں بھی جگہ دی۔ لیکن اس کے بیٹے نے راز
فاش کردیا۔ جبکہ وہ گھر جسمیں آپ تھے محصور ہو گیا۔ حضرت امیر مسلم نے مدافعت
کی۔ محمد بن اشعث نے دہوکا دیکر پکڑلیا۔ اور عبیداللہ کے پاس لایا
اس خبیث نے آپکا سر تن سے جدا کرکے آپ کے بدن مبارک کو پھینکدیا۔ اور
ہانی کو سولی چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۶۰ھ ۲ ذالحجہ کو ہوا۔ اسکے بعد آپکے دو
شہزادوں کو جس جور و جفا اور ظلم و ستم سے شہید کیا۔ ۱۳۰۰ سو برس کے
بعد بھی اسکے ذکر کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اسی ۲۔ ذالحجہ ۶۰ھ کو
امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے کوفہ کیطرف روانگی کا اعلان کیا

اسپر بہت لوگوں نے آپ کو منع کیا۔ کہ کوفیوں کی بیوفائی مشہور ہے۔ آپ اپنے والد کرم اللہ وجہ کے زمانہ کے حالات اور کوفیوں کی کیفیات کو ملاحظہ کریں لیکن عاشق ذوالجلال نے رضاً بقضاء اللہ المتعال آگے جانے والے قدم کو پیچھے نہ ہٹایا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے خود رسول سے سنا ہوا ہے۔ کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکۂ معظمہ کی بے حرمتی ہوگی۔ سو کہیں میں ہی وہ نہ ہوں ۸۲ آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں حضرت مسلم کی شہادت اور انکی جماعت کا تفرق اور دغا معلوم کرکے واپس ہونے کا قصد کیا۔ لیکن بنو عقیل نے کہا۔ واللہ۔ ایسا نہ ہوگا۔ پھر جلدیکہ کوفہ سے دو منزلیں باقی تھیں کہ حُر ۲ ہزار سوار کے ساتھ ملاقی ہوا۔ لیکن بخیر گذشت۔ آخر ۲ محرم سنہ ۶۱ کو امام علیہ السلام کربلا میں پہونچے۔ اور خیمے لگائے۔ ابن زیاد نے ایک خط آپکی طرف لکھا جسمیں یزید کی بیعت کا مطالبہ تھا۔ آپ نے وہ خط پڑھکر پھینک دیا۔ اور فرمایا۔ کہ کوئی جواب نہیں۔ خط رسان نے ابن زیاد بدنہاد کو خبر سنایا۔ اسپر ابن زیاد سخت غضب ناک ہوا۔ اور فوجیں تیار کیں۔ اور عمرو بن سعد[عہ۱] کو سپہ سالار بنا کر امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے نامزد کیا۔ عمر بن سعد نے پہلے لیت ولعل کی لیکن پھر بطمع ولایت رَی طرح کر تیار ہو گیا

عہ۱ عمرو بن سعد۔ حافظ ابن حجر نے اپنی فیاضی سے تقریب میں اسے سچا صدوق لکھا ہے۔ لیکن خلق خدا نے نہیں مانا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ لوگ اسے بوجہ سپہ سالار ہونے فوج قتلۂ الحسین کے دشمن اسلام سمجھتے ہیں۔ ۱۲

اور پیادوں اور سواروں کی ۲۲ ہزار فوج کے ساتھ امام حسینؑ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے کنارۂ فرات پر آ اترا۔ امامؑ اور ہمراہیان امامؑ کے لئے پانی بند کر دیا عمر ابن سعد کے ہمراہ امام حسینؑ کے مقابلہ کے لئے اکثر وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسلم کے ہاتھ حسینیہ بیعت کی ہوئی تھی۔ اس جنگ میں حضرت حرؓ نے امامؑ صاحب کی طرف سے مدافعت کی۔ اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھلا کر مع اپنے بیٹے بھائی۔ غلام کے شہید ہوا۔ پھر بڑی دھڑاکے کی جنگ ہوئی حتیٰ کہ تمام کے قریب ۷۲ کو ہمراہیان شہید ہو گئے۔ آخیر میں خود بدولت حضرتؑ بھی سنان اور تیروں کے زخموں سے چھلنی ہو کر ذوالجناح سے گر پڑے۔ شقی ازلی شمر لعینؔ یا شبلی بن یزید نے آپ کا سر مبارک جدا کر کے اپنے بھائی خولی کو دیا۔ مصرع۔

سر دین را بریدہ بے دینے

اور پھر اہلبیت علیہم السلام کے خیموں میں دھاوا کیا گیا۔ ۱۲ چھوٹے بڑے اشخاص بنی ہاشمؑ اور جسقدر مستورات تھیں سب کو اسیر کر لیا۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر لاشوں کو روندا۔ اور سر مبارک ابن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ لکھا ہے۔ کہ عقیلؑ کے سات پسر۔ مسلمؑ۔ جعفرؑ۔ عبدالرحمٰنؑ۔ عبداللہؑ۔ عبداللہؑ اکبر۔ موسیٰ۔ عونؑ۔ تین عقیلؑ کے پوتے۔ محمدؑ جعفر احمدؑ۔ حضرت مسلمؑ کے چار پسر۔ محمدؑ۔ ابراہیمؑ۔ محمدؑ اکبر۔ عبداللہؑ نبیرہ جعفر طیار ۲ محمدؑ بن عبداللہ۔ عون بن عبداللہ۔ امام حسنؑ علیہ السلام کے پسر کربلا میں گئے۔ ۵ شہید ہوئے۔ قاسمؑ۔ عبداللہؑ اکبر۔ عبداللہؑ اصغر۔

ابوبکرؓ، عمرؓ، احمدؓ۔ دو نیم بسمل ہو کر بچ گئے۔ زیدؓ۔ حسنؓ مثنےٰ۔ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہؓ کے ۶ صاحبزادگان۔ عبداللہ اصغرؓ۔ عمرؓ۔ عبداللہ جعفرؓ۔ عثمانؓ۔ عباسؓ علمدار۔ فرزندان حسینؓ علیہ السلام۔ دو۔ علی اکبرؓ علی اصغرؓ۔ یہ ۲۱ اشخاص تو اپنے خاندان کے میدان کربلا میں شہید ہوئے ان میں سے ایک ایک کی شہادت کی تفصیل کے لئے دفتر ہا باید القصہ یہ تمام شہادتیں یوم عاشورہ ۶۱ھ میں ہوئیں۔ پھر شقی ابن زیاد نے تمام سرہائے شہداء اور اسیران اہلبیت کو کوفہ کے کوچوں بازاروں میں گشت کراتے ہوئے دمشق میں یزید کے پاس بھیجدیا۔ پھر وہاں سے مدینہ عالیہ جانے کی اجازت ہوئی۔ جبدن یہ قافلہ مدینہ عالیہ پہونچا۔ ایک قیامت برپا تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ظالم خائب خاسر ہوئے۔ مظلومین شہداء کا وہ مرتبہ ہے۔ جو قرآن شریف میں مذکور ہے۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ و لاکن لاتشعرون۔

ان شہادتوں کا اشارہ ہی کر دیا گیا ہے۔ ورنہ تفصیل کے لئے مطولات بھی بمشکل عہدہ برا ہو سکتی ہیں۔ یہ واقعہ ہائلہ یوں تو بجہت اپنی بھی مشہور اور متواتر ہے۔ ویسے علامات ارضی و سماوی بھی اس کے شاہد رہے اور ہیں۔ بیہقی۔ ابو نعیم بصرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ شہادت کے دن آسمان سے خون برسا۔ بیت المقدس کے پتھروں میں خون تازہ پایا گیا۔ آسمان رویا۔ زمین روئی۔ جنوں کا نوحہ مشہور ہے۔ خاص مقام کی خاک پاک خون ہو جاتی ہے۔ اس حادثہ جانکاہ کی خبر اگر قبل از وقوع خود

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ حضرت زین العابدینؑ تا وفات روتے رہے
امام جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر یوم میں
[illegible] ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ جو قیامت تک روتے رہینگے۔ (غنیۃ الطالبین)۔
اس کتاب کی نسبت گو بغوث صمدانی مشکوک تر ہے۔ لیکن مولوی عبدالحی
نے بعد تسلیم رسالہ جرح تعدیل مین یہ لکھدیا ہے۔ کہ کسی کامل کی تالیف ہے
بیشک مسلمانون کے لیے امام ہمام امام حسینؑ عالی مقام کی شہادت مو(ثر)
انجام شہادت بھائیوں بھتیجوں۔ فرزندون اور جانثارون کے اور ساتھ ہی
اُن مصائب و شدائد پر نظر کرتے ہوئے جو بعد مین ستمگر خبائثہ نے شہداء علیہم السلام
کے سروں کو ابدانِ مطہرین سے کاٹ کر اور مستوراتِ طاہرات کو اسیر کر کے کربلا معلےٰ
دمشق تک جس بے توقیری و بے حرمتی سے لیجانے کا واقعہ۔ نہایت اندوہناک
و قلق افزا۔ اور دلکو پاش پاش کرنے والا ہے۔ تمام عالم مین اسکی نظیر معدوم ہے
بلا ریب کربلا معلےٰ کا حادثہ ایک ہوش ربا حادثہ ہے۔ سنگدل بھی اس روح فرسا
کو سنکر بیخود ہو جاتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے محبت ہو گی۔ اُسکو سبط النبی سے لازمی طور پر اُلفت ہو گی۔ فرمان نبوی
ہے۔ کہ اللہ مین حسین کو دوست رکھتا ہون۔ تو بھی انکو دوست رکھ۔ آہ!
وہ امام ہین۔ جنکے رونے کی آواز سے حضور سرورِ عالم بے قرار ہو جاتے تھے۔
اپنی پیاری شہزادی کو فرماتے۔ اے میری پیاری لختِ جگر فاطمہ زہراؑ تم نہین
جانتی ہو۔ انکے رونے سے مجھکو بہت قلق ہوتا ہے۔ آہ! یہ وہ شہزادہ تھا
تھے۔ جو سجدہ کی حالت مین نانا جان کی پشت یعنی مہرِ نبوت پر سوار ہو جاتے

اور آپ جنبش تک نہیں فرماتے۔ کہ شاید حسینؓ کو تکلیف ہو۔ اور رو پڑیں جیتے کہ بعض مرتبہ مشجان ربی الاعلےٰ کہنے کی سترونو نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آہ! یہ وہ مقدس بزرگ ہیں جنکے بچپن کے رعنے سے رسُولِ خدا۔ بیقرار و بےچین ہو تے ہیں۔ افسوس کہ انہیں شباب میں مع جگر بندوں و احبابوں کے جفاکار ظالموں نے شہادت کا جام پلاکر خاک و خون میں روندا۔ اور لتھاڑا ۵

فلک بین چہ ظلم آشکارا کُند

یہ عاشورہ کا دن آئے سال اس حادثۂ عظیم اور سانحہ صبر شکن کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ لیکن زمانہ کی رنگت تبدیل ہونے سے غیر شرعی امور کی ملاوٹ اصل مقصود سے بالاتر ہو جاتی ہے۔

ہاں ہاں!! جسقدر رنج و غم وگریہ بکاء جائز و مباح ہے۔ کما فی الصوعق و معمولات شاہ عبدالعزیز وغیرہ۔ اُسیقدر حزن و ملال کیساتھ ہر ایماندار کے لیے اس شہادت کی یادگار کو بقواعد شرعیہ قائم رکھنا۔ جس سے امام علیہ السلام کی ثابت قدمی۔ توکل۔ اخلاص۔ استقلال۔ امر بالمعروف۔ پابندی نماز۔ صبر و رضا کا سبق حاصل ہو سکتا ہے۔ جائز و مستحسن ہے۔ اور روزہ رکھنا حسب مقدور رکھانا کھلانا۔ نوافل پڑھنا۔ درود شریف کا ورد رکھنا۔ تلاوت قرآن شریف کرنا۔ ان تمام اعمال صالحہ کا ثواب شہداءِ کربلا کی ارواح طیبات اور جنت کے سردار سیدنا امام حسینؑ کی روح پاک کی جناب میں پیش کرنا۔ باعث خیر و برکت ہے

۵ علےٰ ارواحہم رضوان ربی ۔ ومغفرۃ الےٰ یوم الحسابیہ ۵

سر داد نداد دست در دست یزید ۔ واللہ کہ بنائے لاالٰہ ہست حسینؑ

کربلائے معلی

ہم پہلے لکھہ چکے ہین۔ کہ کربلا معلے جس مقام مین ہے۔ اُس ویرانہ کا نام طف بمعنے
اور طف اُس جنگل و بیابان کو کہتے ہین۔ جو اُونچی زمین کا ہو۔ اور اُسکا ایک کنارہ
دریا سے ملتا ہو۔ فوج اشقیاء نے امام حسین علیہ السلام کو گھیر گھار کر دریائے فرات
کے قریب کنارہ طف پر جو اب کربلا معلے سے موسوم ہوکر مشہور ہے۔ لائے تھے۔
دریائے فرات کے کنارے کے متصل دو میل تک فوج اشقیاء کے ڈیرے
لگے ہوئے تھے۔ اسکے آگے میدان کارزار تھا۔ اور اُسکے آگے خیمہ ہائے امام
علیہ السلام کھڑے کئے ہوئے تھے۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ حضرت عباسؑ علمدار
نے کس محنت اور جانفشانی سے تشنگان اہلبیت علیہم السلام کے لئے صفون کو
چیر کر فرات سے مشکیزہ بھر لائے ہونگے۔ اور کس بیدردی اور ظلم و ستم سے وہ مشکیزہ
زخمی کرکے سقائے امام ہمام کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے شہید کیا گیا۔ امام مظلوم علیہ السلام
کی شہادت کے بعد سر کٹے روندے لیتھڑے ہوئے لاشوں کو کچھ عرصہ کے بعد
دفن ہونے کا موقعہ ملا۔ قبر امام حسینؑ و علی اکبرؑ و علی اصغرؑ علیہم السلام
قریب قریب تھین۔ جنپر اب ایک شبکہ کھڑا ہے۔ اور باقی شہداء ایک مقام
پر مدفون ہوئے۔ جسے اب گنج شہداء کہتے ہین۔ جو علیحدہ احاطہ مین محاط
ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر ہوتے ہوتے مدفن شریف کے آس پاس کسیقدر آبادی
شروع ہوئی۔ عباسی تاجدار متوکل علے اللہ متولد ۲۰۶ھ نے جو ۲۳۲ھ مین تخت نشین ہ

جسے محی السنتہ کہا جاتا ہے۔ اُسنے ۲۳۶ھ مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کی قبر مبارک اور گرد وپیش کے مکانات گرا دینے کا حکم دیدیا۔ اور لوگوں کو زیارت
کرنے سے منع کر دیا۔ مدتوں مزارات مبارکہ پھر جنگل بنا رہا۔ اس حرکت سے
لوگون نے اسکو ناصبی اور دشمن اہلبیت رسالت مشہور کر دیا۔ مسلمانوں کو
سخت رنج ہوُا۔ اہل بغداد نے مسجدوں اور گھروں کی دیواروں پر اسکو گالیان
لکھکر لگائیں۔ اور شعراء نے ہجوئیں لکھین منجملہ اُن کے ایک کا مضمون
یہ ہے۔ واللہ بنو امیہ نے اہلبیت نبی صلعم کو قتل کیا۔ جب وہ مر گئے تو ایک ابن عم انکا
پیدا ہو گیا۔ اسکو چونکہ یہ رنج تھا۔ کہ وہ قتل امام حسینؑ مین شریک نہ ہوُا۔ اسلیے
اُسنے اُنکی قبر اُکھڑوا کر پھینکی جسم اطہر پر تو ظلم نہ کر سکا۔ اُن کی بوسیدہ ہڈیان
ہی اُکھڑوا کر جی ٹھنڈا کیا۔ (تاریخ الخلفاء) اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس زمانہ تک کوئی قبہ یا روضہ نہ تھا۔ مجھے یہ معلوم نہین ہو سکا۔ کہ ان روضات
کربلائیہ کی ابتدا کس سن مین کس سے ہوئی (تاریخ فرشتہ) کے دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۹۴۱ھ سے پہلے یہ روضات بنے ہوئے تھے۔ جیسا کہ
سلطان احمد نظام الملک کے بیٹے سلطان برہان نظام شاہ نے
جو سلاطین شہر احمد نگر سے ہے۔ اور جو شاہ طاہر شیعہ جعفری دریلی کے پھندے سے
بطمع امید صحت اپنے پسر لخت جگر کے نہ صرف خود شیعہ ہوُا تھا۔ بلکہ تمام اُسکا خاندان
و مقربان درگاہ۔ اور اکثر رعایا نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا تھا۔ اُسکے حالات
مین مکتوب ہے۔ کہ مبلغ خطیر بہ کربلا و نجف فرستادہ۔ روضات و مستحقین آنجا
را دریافت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمانے سے پہلے روضے بنے ہوے تھے

اور زائرین کی کثرت بھی تھی۔ حضرت ممدوح کے دریافت کرنے پر سید نوری و دیگر
مبصرین شاہ ایران و سلاطین ترک کی خدمات روضہ ہا سے رطب اللسان ہو رہے تھے
اب تو بفضلہ تعالےٰ یہ روضات کیا ہیں۔ دنیا کے جنات عالیات بنے سجے ہوئے
ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بھی شاید ناموزوں نہ ہوگا۔ چونکہ اس مکان کے مکین بیشک
اہل الجنۃ ہیں۔ دنیا کا یہ مقام اُن کے لئے اور زائرین با اخلاص کے لئے جنت سے کم
نہ سمجھا جائیگا۔ اللہم ارزقنا حبک وحب من یحبک۔ آمین۔

المختصر تمام زیارات کربلا معلےٰ سے شرف اندوزی حاصل کرکے بسواری
موٹران نجف اشرف کو روانہ ہوئے۔ کربلا معلےٰ سے نجف اشرف ۵۴ میل بیان
کیا جاتا ہے۔ رستہ میں دو فوجی چوکیاں ہیں۔ جو محافظت زائرین وغیرہ کے لئے
قائم ہیں۔ دونوں پر ایک ایک ہوٹل بھی ہے۔ اور دوکان خورد و نوش بھی۔
چاء کا ہر وقت انتظام رہتا ہے۔ مسافر دونو چوکیوں پر جاکر آرام کرتے ہیں۔ یا
باحتیاج جو میسر ہو خرید کرتے ہیں۔ آس پاس کی بدوانیاں بھی خبر پاکر روٹی
انڈے۔ بریاں۔ دہی۔ چھاچھ۔ دودھ۔ مکھن۔ مرغی۔ وغیرہ بیچنے کو
آجاتی ہیں۔ موٹروں کا کرایہ آمدورفت فی کس پانچ روپیہ ہوتا ہے۔ کربلا معلےٰ سے
نجف اشرف تک موٹر۔ دو۔ اڑھائی یا تین گھنٹہ میں پہنچ جاتی ہے۔ حضرت ممدوح
دام مجدہ کہ معہ ہمراہیان دونو دفعہ نجف اشرف بخیریت پہنچے۔ صرف دوسری دفعہ
یہ معاملہ ہوا۔ کہ نجف اشرف کو جاتے ہوئے۔ ظہر کے وقت دوسری دفعہ دوسری
چوکی سے روانہ ہوئے۔ موٹریں یکے بعد دیگرے روانہ ہوئیں۔ اتفاق سے ایک
موٹر جس پر حضرت ممدوح کے نبیرہ سید محمد ولایت حسین شاہ صاحب معہ میاں

www.musapakshaheed.com

الٰہی بخش محل والدہ وغیرہ سوار تھے۔ تمام رفقاء کی بے خبری مین پنچر ہوگئی۔ تمام زائرین یکے بعد دیگرے موٹروں پر آگئے۔ سید صاحب کی موٹر کی انتظار مین شب چشم براہ تھے۔ شام ہوگئی سیاہی شب کے ساتھ بے چینی کا بھی ہجوم تھا۔ اسی وقت ایک موٹر کرایہ کرکے معلم و مزدور کو خبرگیری کے لئے روانہ کیا۔ وہ جاکر خبر لائے کہ وہ بصحت و سلامت چوکی پر مقیم ہین۔ حکومت کا چونکہ قاعدہ ہے۔ کہ وہ شب کو موٹر وغیرہ کو نہین جانے دیتے۔ اسلئے انکو ساتھ نہین لایا گیا۔ ورنہ بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ صبح کو وہ تشریف لائے اور بیان کیا۔ کہ دوسری چوکی سے گذر کر کچھ فاصلہ پر موٹر خراب ہوگئی۔ ڈرائیور اسے بناتا رہا۔ چونکہ چوکی قریب تھی۔ ہم واپس ہوکر وہان پہونچے۔ ہمین ایک فوجی سے گفت و شنید کا موقعہ ملا۔ اسنے ہمارے کھانے پینے۔ سونے کا خوب انتظام کیا۔ ہم نہایت آرام مین رہے۔ پہلی دفعہ شیخ عبداللطیف صاحب کے پاس رہے۔ یہ بہت ہی خلیق سیدھے سادے انسان ہین۔ انہوں نے ایک عمدہ مکان ہمارے لیئے خالی رکھا ہوا تھا۔ اسمین نہایت آرام سے رہے۔ لیکن دوسری دفعہ بترغیب سید نوری صاحب مزور کربلا معلے جو ہمارے ساتھ بھی نجف اشرف تک آئے تھے سید ہاشم کے مکان پر مقیم ہوگئے۔ لیکن بڑے شور و شغب کے بعد۔ یہ معاملہ یوں ہوا۔ کہ حضرت ممدوح کی دوسری دفعہ کربلا معلے مین ورود کی خبر شیخ عبداللطیف کو پہونچی اسنے اپنے فرزند کو بخدمت حضرت ممدوح روانہ کرکے کہلا بھیجا۔ کہ مکان فرش فروش بطور سابق مہیا ہین۔ اور ہم ہر طرح کی خدمت کرنے کے لیئے آمادہ و منتظر ہین۔ ادھر سید نوری نے سید ہاشم کو کہلا بھیجا تھا۔ کہ مین ہمراہی حضرت ممدوح

www.mucapakshaheed.com

نجف اشرف آرہا ہون ۔ مکان وغیرہ کا انتظام مکمل ہو ۔ جب ہم نجف اشرف پہونچے ۔ تو شہر کے داخلی دروازہ پر جہان ایک فوجی چوکی بھی ہے ۔ دیکھا کہ لوگون کا ایک جم غفیر وہاں موجود ہے ۔ جنپر غیظ و غضب کے آثار موجود اور جوش سے لبریز ۔ ہمارے داخل ہوتے ہی ہمپر باین طور ٹوٹ پڑے ۔ کہ ادہر چلو اور اودہر چلو ۔ ہم نے نہایت چستی سے خصوصاً مخدوم زادہ سید محمد رضا شاہ صاحب بالقابہ نے جھنجلا کر کرخت لہجہ مین فرمایا ۔ کہ ایسے مقام پر آپ لوگون کی یہ تہذیب باعث شرم ہے ۔ اس سے وہ ذرا دبے ۔ اور معلوم ہوا ۔ کہ شیخ عبداللطیف اور سید ہاشم دونوں نے مقابلہ کر کے اپنا اپنا معرکہ تیار کر رکھا تھا ۔ وہ کہتے تھے ۔ ہمارے مکان پر چلیں اور یہ کہتے تھے ہمارے مکان پر ہوں ۔ ایک آدھ گھنٹے تک انکی خوب چیخ چیخ ہوتی رہی ۔ ہم تو ساتھ ہی ایک ہوٹل تھا ۔ وہاں بیٹھ کر چپ چاپ انکا منہ تکتے رہے ۔ خوف تھا ۔ کہ کہین انکی آپس مین جوتی پیزار تک نوبت نہ پہونچے ۔ ان کے ایسے جوش و خروش کو دیکھکر دو تین فوجی اشخاص وردی پوش آگئے ۔ اور دونون گروہون کو علیحدہ کر دیا ۔ اور دو دو آدمی دونون گروہون سے لیکر حضرت ممدوح کی خدمت مین آکر عرض کی ۔ کہ آپ کسکے ساتھ جانا چاہتے ہین ۔ حضرت ممدوح نے مولوی غلام رسول صاحب مرحوم کیطرف اشارہ کیا ۔ کہ اس سے دریافت کرو ۔ مولوی صاحب نے سید ہاشم کا نام لیا ۔ تو چھوٹے شیخ عبداللطیف کو کہا ۔ کہ بس آپ چلے جائین ۔ اور سید ہاشم کے مجمع کو بھی منتشر کیے ۔ سید ہاشم کو کہا ۔ کہ انہین مکان پر لیجائیے ۔ اور ایک فوجی بھی

ساتھ ہولیا۔ کہ رستہ مین کوئی خرخشہ نہو۔ ہم باطمینان خاطر سید ہاشم کے مکان پر مقیم ہوئے۔ دوسرے دن شیخ عبداللطیف صاحب مخدوم زادہ صاحب سے رستہ مین ملاقی ہوئے۔ اور کہا کہ آپ نے ہماری توہین کرائی۔ مخدوم زادہ نے جواب مین کہا۔ کہ معاذاللہ۔ کہ ہم کسی خادم درگاہ کی توہین کرنے کرانے کے روادار نہین ہین۔ ہم تو خدام درگاہ کی پابوسی کو بھی اپنا فخر سمجھتے ہین۔ تمہارا آپس کا معاملہ ہے۔ ہم اسمین دخیل نہین ہوسکتے۔ آخر مقام ایک جگہ ہونا تھا کوئی مضائقہ نہین۔ پہلی دفعہ آپ کے پاس رہے اب کی دفعہ سید ہاشم کے پاس رہنا مقسوم تھا۔ نرم نرم لطیف سخن سُنا کر گلے لگا یا۔ اور مبلغ پانچروپیہ نذرانہ پیش کرکے معافی طلب کی۔ اور انکو راضی کیا۔ پھر حضرت ممدوح بمعہ ہمراہیان مسجد کوفہ جسکی محراب مین۔ اشقی الامۃ یعنے اس امت کے شقی ترین عبدالرحمن ابن ملجم خبیث نے حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہ کو مجروح زخمی کیا تہا تشریف لے گئے۔ اور محراب مین وہ ٹکڑا زمین جسپر زخمی اور مجروح ہوکر لیٹے تھے جواب تک محفوظ ہے دیکھا۔ اس محراب پر یہ شعر بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ ؎

بسجدہ بود بدرگاہ خالق وہاب
زدند تیغ بفرق علی درین محراب

یہ مسجد بہت وسیع اور پُر فضا ہے۔ اسمین ۱۰ یا ۱۱ محراب صحن مسجد مین متفرق طور پر نمایان ہین۔ جو مصلےٰ نوحؑ۔ مصلےٰ ابراہیمؑ۔ مصلےٰ آدم علیہم السلام وغیرہ سے نامزد ہین۔ ان مقامات پر نوافل ادا کیے جاتے ہین۔ اسی صحن مین وہ تنور ہے۔ جسکا ذکر قرآن شریف مین آیا ہے

دفار التنور جو طوفان نوح ع کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اس تنور کے معانی
مختلفہ بیان کئے گئے ہین۔ اور یہ قصہ طول طویل ہے۔ جو قرآن حمید مین مفصل
مذکور ہے۔ تفسیر خازن اور تاریخ خمیس وغیرہ مین یہ تصریح بھی موجود ہے
کہ یہ تنور وہی ہے۔ جسمین آدم علیہ السلام کے خاندان کی روٹیان لگاکر پکائی جاتی
تھین۔ اسی مسجد مین مدرسۃ الحسنین ع اور دربار مرتضوی ع کا مقام ہے۔ مدفن مختار
روضہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ۔ اور ہانی بن عروہ و خدیجہ بنت علی المرتضے اخواہر حضرت
عباس ع علمدار کی زیارات بھی ہین۔ جنسے بفضل اللہ مشرف ہوئے۔ المختصر
نہادھوکر دربار مرتضویہ پر حضوری حاصل کی۔ اسلحہ و زیارات خوانی نے اپنے
دہان والسنہ و قلوب کو مشرف و مطہر کیا اور بار بار کرات مرات کرتے رہے۔
یہ روضہ مقدسہ نہایت مزین اور خوبصورت ہے۔ اس روضہ کی بیرونی دیوارین
معہ گنبد شریف مذہب ہین۔ اور اندرونی حصہ کی تعریف و توصیف دیکھنے پر
موقوف ہے۔ قلم ادا کرنے سے قاصر ہے۔ قالین نفیسہ کا فرش بھی قابل دید ہے
اس مقام کو نجف اور بوجہ مدفن شریف حضرت اسد اللہ ع نجف اشرف کہتے ہین
نجف اس مقام بلند کو کہتے ہین۔ جسپر پانی نہ پہنچ سکے۔ چونکہ یہ مقام بلندی پر ہے
اس لئے اسے نجف کے نام سے موسوم کیا۔ اب نجف اس موضع اور مقام
یا بلدہ کو کہتے ہین۔ جسمین علی المرتضے ع کا مشہد و روضہ ہے۔ نجف الخیرہ بھی اسکا نام مبارک

عہ اس طوفان مین وہی اشخاص بچے تھے۔ جو آپکی کشتی پر سوار ہوئے تھے۔ حضور سرور عالم کا صحیح فرمان ہے۔ کہ میری اہل بیت
مثل کشتی نوح ع ہے۔ جو اسپر سوار ہوا خلاصی حاصل کی اور جو اس سے متخلف رہا وہ ڈوبا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۲

www.musapakshareef.com

خطہ کا نام ہے۔ ابتداء میں جب امیر المومنین ع شہید ہوئے۔ تو اسی مقام پر دفن کئے گئے۔ اور بوجہ خوف بے ادبی خارجیان مدفن مبارک بے علامت قبر چھوڑا گیا۔ (تفسیر عزیزی پارہ اخیر سورۃ والشمس) کی تفسیر میں حضرت علی ابن ابی طالب قائم مقام پیغمبر علیہ السلام کا نقشہ دکھلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ انتقال شاہ ولایت کرم اللہ وجہہ شد و شب بست و یکم بدن مبارک الشان را در نجف الحیرہ کہ موضعیت متصل کوفہ بمسافت یک فرسنگ از مسجد جامع و براہ جبرت النعمان واقعہ است مدفون ساختند و قبر مبارک را بلند نہ کردند و بے علامت داشتند تا قوم خوارج کہ دران زمان در نواح کوفہ متفقہ بودند۔ بے ادبی نہ نمائند۔ الخ۔ اسی طرح (مفتاح التواریخ) میں حقیقت اقلیم سے منقول ہے۔ سنہ ۱۷۵ھ میں ہارون رشید شکار کھیلتا ہوا۔ نجف اشرف میں ہرنوں کے تعاقب میں کتوں کو دوڑایا۔ باوجود شکرے بھی چھوڑے۔ لیکن وہ خلاف معمول وہیں کے وہیں رہے۔ آگے نہ بڑھے حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ قریب میں ایک بوڑھے باخبر آدمی نے آکر عرض کی۔ کہ جہان پناہ۔ اگر میں آپ کو آپ کے چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب کی قبر کی رہنمائی کردوں۔ تو آپ کے نزدیک میرا کیا مرتبہ ہوگا۔ ہارون نے جواب دیا کہ تو میرے نزدیک بہت ہی مکرم ہوگا۔ تب اس باخبر بڈھے نے عرض کی۔ کہ یہ مقام قبر علی المرتضیٰ کا ہے۔ رشید نے پھر پوچھا۔ کہ تجھے کیسے معلوم ہوا۔ اُسنے جواب دیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ اس موضع کی زیارت کیا کرتا ہوں اور والد نے مجھے یہ خبر بھی دی۔ کہ وہ امام جعفر صادق کے ہمراہ اس موضع کی

www.musapakshaheed.com

زیارت آتا تھا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ امام جعفرؑ اپنے والد بزرگوار امام محمد باقرؑ کے ہمراہ
اس مقام کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ اور امام محمد باقرؑ اپنے والد امام زین العابدینؑ
کے ساتھ اکثر زیارت کرتے۔ اور یہ بھی کہ امامؑ زین العابدین اپنے پدر بزرگوار امام
حسینؑ کی معیت میں یہاں زیارت کو آتے۔ اور امام حسینؑ اعلم بقرابہ تھے۔

پس اس کے بعد ہارون رشید نے اس موقعہ پر حجرہ بنانے کا حکم دیا۔
اس روضۂ مرتضویہ ؑ کا پہلا اساس و بنیاد نہاد رشید قرار پایا ہے۔ پھر روز
بروز شہرت اور آبادی ہوتی گئی۔ پھر ۳۶۶ھ میں عضد الدولہ نے ایک عمارت
عالیشان وہاں تیار کرائی۔ اسکے بعد غازان خان نے عمارت کو وسیع کیا
یہ غازان خان ایران کے تخت و تاج کا مالک ہو کر غازان شاہ مشہور ہوا۔
اصل میں یہ ایک نو مسلم تھا۔ اُسنے مسلمان ہونے کے بعد دو مرتبہ حضرت رسالت
پناہ کو بایں طور خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت ولایت پناہ علیہ السلام آپکے ہمراہ
مسند نشین بارگاہ نبوت تھے۔ اور غازان کو اہل عترت طاہرہ کی تعریف
کرتے ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے اہلبیت کی متابعت و پیروی کرنی
چاہیئے۔ اور اخلاص کے ساتھ اُنکی محبت کا ساتھ دیتے ہوئے سادات کی
عزت افزائی بھی ہو۔ بایں وجہ غازان نے اہلبیت علیہم السلام کی محبت و
مودت کو اپنے حصہ قلب پر مرتسم و منقش کر کے نقباء و سادات کربلا معلےٰ
و نجف اشرف کو گرامی و سرفراز سمجھتے ہوئے شیعہ مذہبان کو مقرب درگاہ بنایا
غازان خان یہ بھی کہا کرتا تھا۔ کہ میں اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم کا منکر
نہیں ہوں۔ انکی بزرگی اور بہتری و افضلیت کا بیش از بیش معترف ہوں

www.hussainpakshaheed.com

لیکن بایں سبب کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے محبت و اخلاص بہ نسبت جناب ولایت انتساب و یازدہ فرزندانش سفارش فرمائی ہے۔ انکی خدمتگذاری و لوازم اخلاص کو پوری طرح بجا لاتا ہوں الخ دیکھو تاریخ فرشتہ۔ الٰہی جو علی سے محبت رکھے اُس سے تو بھی محبت رکھہ۔ اور جو علی سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھہ۔ حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عضد الدولہ ہی نے قبر مرتضوی کو ظاہر کیا اور مشہد کی تعمیر کی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان سنجر کے زمانہ میں والئ بلخ۔ مدفن مرتضویہ کی اس مقام پر تحقیقات کرنے لگا تو ایک سفید پتھر کا ٹکڑا نکلا۔ جس پر یہ عبارت تھی ھذا قبر اسد اللہ ارحی رسول اللہ علی ولی اللہ. سلطان حسین والی ہرات نے اس پر عمارت کھڑی کی۔ دیکھو مفتاح التواریخ۔ حیوۃ الحیوان دمیری ذکر فہد۔ حیوۃ الحیوان میں یہ بھی لکھا ہے کہ حقیقت میں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ جہاں قبر کا نشان ہے وہی یقینی مدفن ہے آب یہاں ایک اچھا خاصہ شہر بستا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کا ترجمہ و مناقب مشہور ہیں۔ کاتب الحروف نے بھی رسالہ غوث اعظم میں الکاشمہ بیان کیا ہے۔ آپ سرور عالم کے چچیرے بھائی اور داماد ہیں۔ اِن کے تمام کمالِ علمی و عملی و فضائل نسبی و حسبی کا تقریر و تحریر کے احاطہ میں محاط ہونا۔ ناممکن نہیں تو مشکلتر ضرور ہے۔ آپکی ولادت باسعادت ۱۳ رجب واقعہ اصحاب الفیل سے تیس ۳۰ سال بعد اور ہجرت سے ۲۳ سال پہلے مکہ معظمہ میں کعبہ کے اندر ہوئی۔ نور الابصار میں لکھا ہے کہ آپ سے پہلے کوئی بھی بیت الحرام میں نہیں جنا۔ مولانا روم نے اپنے ایک قصیدہ میں اس مضمون کو بایں طور بیان کیا ہے ؎

اے شحنۂ دشت نجف | از تو نجف دیدہ شرف
تو دُرّی و کعبہ صدف | مستان سلامت میکنند

شہید خانۂ خدا کے محراب میں اشقی الآخرین عبدالرحمٰن ابن ملجم کے حملہ سے ۱۹ رمضان کو زخمی ہوکر ۲۱ رمضان شریف کو واصل باللہ ہوئے سلام اللہ ورضوانہ وعلی ذریتہ الکرام۔ امام حسن علیہ السلام نے جنازہ پڑھایا اور کوفہ میں جسے اب نجف اشرف کہتے ہیں آپکو مدفون ہوئے۔ مفتی غلام سرور نے آپکی وفات کی تاریخ یہ لکھی ہے

مرتضےٰ شاہ علی مظہر انوار جلی | خانۂ دین نبی یافت از و آبادی
زاہد پاک چو تاریخ وصالش جستم | از خرد باز ندا گشت کہ ہادی ہادی

مولائے مرتضیٰ علی کا کوفہ کو دار الخلافت بنانا اور جنگ جمل۔ اور جنگ صفین وغیرہ ان سب کا مختصر تذکرہ کاتب الحروف نے اپنے رسالہ غوث اعظم میں درج کیا ہوا ہے وہاں دیکھنا چاہئے۔ حدیث صحیح من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس کا میں مولا ہوں پس علی اسکا مولا ہے)۔ اور ایک حدیث صحیح میں شیر خدا کو یوں ارشاد فرمایا ہے کہ لایحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق (تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن ہی ہوگا اور تیرا دشمن منافق ہی ہوگا)۔ مولانا روم من کنت الحدیث کا ترجمہ مثنوی شریف میں اس طرح فرماتے ہیں

گفت ہر کس را منم مولا و دوست | ابن عم من علی مولائے اوست
کیست مولا آنکہ آزادت کند | بند رقیت ز پایت بر کند

اس مضمون سے ظاہر ہے کہ تولا حضرت مشکلکشا مولا علی و توجہ بآنجناب مشکلکشائی میں خاص خصوصیت سے مخصوص ہے۔ مرزا جان جاناں شہید قدس الرشید اپنے

ملہ یعنے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی محبت سے انسان بزمرہ رسالت آب محبوب اللہ بنتا ہے۔ اور انکی عداوت سے عدو اللہ ہو جاتا ہے۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد وغیرہ میں منقول ہے کہ حضور صلعم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرماتے ہوئے۔ خم غدیر پر جو جحفہ سے ۳ میل پر ہے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنے جسکو میں محبوب ہوں۔ علی بھی اُسکو محبوب ہونا چاہئے۔ الٰہی جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

ملفوظات میں فرماتے ہیں:۔

نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ میر سد و فقیر را بیاری خاص ما بجناب ثابت است۔ در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع میشود۔ سبب حصول شفا مے گردد و یکبار قصیدہ کہ مطلعش ایں است ؎

فروغ و چشم آگاہی امیر المومنین حیدر — ز انگشت ید اللہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشان عرض نمودم نوازشہا فرمودند۔ محبت اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم موجب ایمان و سرمایہ بقائے تصدیق و ایقان است ہیچ عملے بجز محبت ایں اکابر رضی اللہ عنہم وسیلہ نجات ندا ریم ؎

نکرد ہیچ طہارا طاعتے و رفت بخاک — نجات خود بتولائے بوتراب گذاشت

کلمات طیبات ص ۱۱

القصہ کوفہ کی زیارات سے مشرف ہو کر پھر نجف اشرف میں داخل ہو کر زیارات مرتضویہ سے شرفیاب ہوتے رہے۔ اور بعد ازاں بسبیل موٹران کربلا معلےٰ میں آئے اور کرات مرات زیارات حسینیہ و حضرت علمدار سقائے اہلبیت علیہم السلام سے قلوب و آنکھوں کو منور کرتے ہوئے بسواری موٹران بغداد شریف پہنچے۔ؑ چونکہ موٹروں کا کرایہ دمشق تک فی آدمی ۸ گینی معرفت محمد اسحٰق فی الجملہ پہلے سے کیا ہوا تھا۔ اس نے دھوکہ کر کے وہ موٹریں ہماری بغداد شریف پہنچنے سے پہلے دمشق کو دوسری سواریوں کا انتظام کر کے بھجوا دیں تھیں۔ اس لئے ہمکو سخت تشویش ہوئی۔ آخر ہم

ؑ مولوی فیض احمد تاجر کتب ملتانی بھی اس موقعہ پر بمعہ رفقاء و قریشیاں اسی رستہ سے بغداد نج مبارک پہنچے اور رفیق ہوئے ۱۲

www.musapakshaheed.com

نے مصری موٹروں کا انتظام کیا جسکا کرایہ فی شخص گیارہ گینی ادا کرنا پڑا۔ پھر دمشق و
فرانس کے پاس پورٹ لینے کا قضیہ پیش آیا اور ٹیکہ کرانا بھی لازمی سنا۔ لیکن یہ سب
جھگڑے مخدوم زادہ سید محمد رضا شاہ صاحب بالقابہ نے جلدی سے جلدی
فیصلہ کرا دیئے۔ بغداد شریف میں تمام ملاقاتیوں سے وداع کی اور ۳ جون ۱۹۲۳ء
بروز سہ شنبہ بعد نماز ظہر دمشق کی طرف روانہ ہونیکا اعلان کیا گیا۔ نقیب صاحب
مولانا سید عبد الرحمٰن شاہ صاحب اور اُن کے صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب
کی دو سفروں میں ملاقاتیں ہوئیں۔ نمبر اول معمر۔ نورانی چہرہ کے۔ صلاحیت آثار۔
علامہ صاحب حشمت۔ کثیرالعمر۔ معزز انسان رئیس بغداد ہیں۔ لب دریائے دجلہ
جو بغداد شریف کے بیچوں بیچ جاری ہے اور اس موقعہ پر پل بندھی ہوئی ہے۔ ہر
موٹر و فٹن اور گاڑی گذرنیوالی کا یکطرفہ ٹیکس موازی ۸ آنہ حکومت سے مقرر ہے
اُن کا عالیشان مکان نہایت وسیع اور سجا ہوا اسی مقام پر ہے۔ انکے ملنے کے مختلفہ
اوقات معین ہیں۔ اجازت حاصل کرنے پر ملنے والا وہاں جا سکتا ہے۔ آپ بجز
عربی اور کسی زبان سے آشنا نہیں۔ ہمکو تو اثر یہ بھی معلوم ہوا کہ علم و زہد اور خدا پرستی
میں آجکل اُن کا تمام عراق عرب میں کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔ یہ بھی کہ آپ اپنی حکومت
میں جانا پسند نہیں کرتے وہ سب نمبر ۲ کے تفویض ہیں۔

حضرت ممدوح نے وقت مقررہ پر اجازت حاصل کر کے اُن سے ملاقات
کی۔ نہایت خندہ پیشانی سے ملے۔ ایک خاندان ہونے اور اپنی ایک قوم کی شاخ
کے مخدوم ہونیکا علم حاصل کر کے مسرت ظاہر کی اور دیر تک خاندان اور ملکی حالات کے
متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اخیر میں یہ سوال اُن سے حل کرانا چاہا کہ تقابل امیر معاویہ رض

اور علی المرتضیٰ علیہ السلام میں جو ہوا۔ ان دونو میں کون حق پر تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ تمام فرق اسلامیہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو امیر معاویہ کو حق پر کہتا ہو۔ اس پر دریافت ہوا کہ امیر معاویہ نے پھر باوجود حق پر نہ ہونیکے کیوں مقابلہ کیا۔ تو آپنے جوش دار لہجہ میں فرمایا فاسئل عنہ یعنے یہ معاویہ ہی سے پوچھ۔ پھر قدم کے مسئلہ کے متعلق دریافت ہوا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ قدمی علی رقبۃ کل ولی اللہ یہ تمام اولیاء اللہ متقدمین۔ حاضرین وقت یا متاخرین۔ کل پر حاوی ہوگا یا حاضرین وقت پر محمول ہوگا۔ یا کیونکر۔ آپنے جواب دیا کہ حضور عالی حضرت غوث الثقلین رضؓ کا فرمان مطلق ہے۔ اپنے اطلاق پر رہیگا۔ کسیکو یہ حق نہیں ہے۔ کہ وہ اسکو مقید کرے۔ پھر رخصت حاصل کرتے ہوئے عرض کی گئی کہ پھر کوئی وقت ملاقات کا فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا آپ کے لئے تمام اوقات ملنے کے کھلے ہوئے ہیں۔ جس وقت آنا چاہیں بغیر رنج آ سکتے ہیں:۔

نمبر ۲۔ نہایت خوش خلق اور ملنسار انسان ہیں۔ انکی نشست گاہ روضہ مقدسہ کے سامنے بر سر بازار سجی ہوئی ہے۔ ان سے کرات مرات ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ عربی۔ فارسی۔ ترکی وغیرہ زبانوں سے واقف ہیں۔ ذی علم بھی ہیں۔ پچاس برس سے زیادہ عمر کے ہونگے۔ ان کے مکان پر اکثر اوقات زیارتیوں اور ملاقاتیوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ بغداد شریف ہمارے وقت میں امر فیصل کے چند امور کے فیصلہ کے متعلق کمیٹیوں کا بازار گرم تھا۔ ممبران اطراف بھی آ جایا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے وہاں ہونے تک کوئی فیصلہ آخری نہیں ہوا:۔ المختصر ۳ جون بروز منگل قبیل عصر حضرت ممدوح موٹروں پر سوار ہوکر دمشق کو روانہ ہوئے۔

www.musalpakshaheed.com

بغداد شریف سے چالیس پچاس میل پر ایک قریہ ہے۔ جسے رمادی اور رومانیہ کہتے
ہیں۔ بوقت مغرب وہاں پہنچے۔ شام اور عشا کی نماز اس قریہ کی جامع مسجد میں ادا کی
یہ قریہ کبیرہ ہے مسجد میں چند معزز نمازی ملنے کو آئے۔ انہوں نے ہمارے حالات
سنکر مشورہ دیا کہ آپ حلب کے راستہ سے جائیں وہ راستہ آباد ہے اور دمشق کا
راستہ تمام براعظم خطرناک ہے۔ صرف ایک بستی بدویوں کی دمشق کے راستہ میں آویگی
جو تشویش کن ہے۔ حضرت ممدوح نے یہ موٹر والوں کو کہلوایا لیکن وہ کھسیانے ہو رہے
اور عشاء کے بعد سوار کرکے دمشق ہی کے رستہ پڑ گئے۔ شب و روز چلتے رہے۔ ۵ جون
کو نماز صبح سے پہلے تمام موٹریں دمشق پہنچ گئیں۔ لیکن دو موٹریں نہ پہنچیں۔ ایک موٹر
وہ جس پر کاتب الحروف اور حاجی سیٹھ جمعہ وغیرہ سوار تھے۔ دوسری وہ موٹر جس پر
حافظ شمس الدین صاحب تاجر کتب ملتان وغیرہ تھے۔ کاتب الحروف کی موٹر کا تو یہ حشر ہوا
کہ اسی چار جون کی عصر کو تشویش کن بستی کے عین مقابلہ میں موٹر کا پانی ختم ہو گیا وہ چلنے
سے بیکار ہو گئی۔ "ملتانی مثال ہے کہ گوہ کوں منہ چاپا تاں خود جوہڑے وا گھر تکیا"
ہم خود بخود موت کو دل پر رکھکر اس بستی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہوا
کہ اس بستی میں اسوقت تمام عورتیں بدوانیاں تھیں مرد کوئی بھی موجود نہ تھا۔ چار پانچ
عورتیں ہمکو دیکھکر نکل آئیں۔ ہم نے پانی کا سوال کیا تو وہ سب کی سب یہ کہتیں
کہ نزلوا و تعالوا اقی بیتنا مویا کثیر یعنے اترو اور ہمارے گھروں میں آؤ۔ پانی بہت
ہے۔ اس بستی میں بیس کے اندازہ پر وبری خانجات تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک کنواں بھی
وہاں ہے۔ ہم ان عورتوں کو جواب دیتے کہ پانی لاؤ اور جو قیمت ہو لو۔ اتنے میں چند
اور بدوانیاں بھی نکل آئیں اور چند انکی چھوکریاں بھی آپہنچیں اور ہمارے کپڑے پکڑ کر

www.mustafashaheed.com

نزلوا۔ نزلوا۔ اُترو اُترو کہنے لگیں۔ اسی موقعہ پر حضرت ممدوح کے زین جو پیچھے تھی گذری اور حضرت ممدوح دام مجدہٗ اونچی آواز سے یہ فرماتے ہوئے گزرے کہ اس خوفناک مقام پر کیوں ٹھہر گئے (بجز اس سے کہ ہم بوجہ نہ ہونے پانی کے مجبور تھے) نکلو نکلو آخر کار ہم بے بس تھے۔ کہ قاضی الحاجات خالق الکائنات جل جلالہٗ کی قدرت نے ہماری نجات کا یہ سامان پیدا کیا کہ ایک بوڑھا خضر شکل کہیں سے نمودار ہوا۔ اُس نے بدوانیوں اور چھوکریوں کو ڈانٹ کر دور کرتے ہوئے ہم سے کہا کہ کس چیز کی ضرورت ہے ہم نے پانی کثیر کی درخواست پیش کی کہ نہ موٹر کا پانی ہے اور نہ ہمارے پینے کا۔ اس نے برتن مانگے ہم نے چھ پیپے اور ایک مشکیزہ پیش کیا وہ دو دفعہ کر کے چھ پیپے اور مشکیزہ لیکر کوئیں پر گیا۔ اور کہا کہ تم موٹر پہ بیٹھے رہو۔ ہم نے بعد میں موٹر پر کھڑے ہو کر دیکھا تو چند لڑکے بھی اس کے ساتھ تھے اور اپنے ہاتھوں سے ڈول کھینچکر برتن بھر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ سب کچھ کر کے ہمارے پاس برتن پانی کے بھرے ہوئے لایا اور کہا کہ جلدی چلو اور چلو۔ موٹر کے ڈرائیور نے ایک پیپہ موٹر کے انجن میں ڈالا تھا۔ کہ دور سے تین بدوی آتے ہوئے نظر پڑے۔ اُنکے پیچھے دو چار اور آتے ہوئے معلوم ہوئے۔ اُنکو دیکھکر وہ ڈرائیور سے مخاطب ہو کر عجل عجل۔ امش امش یعنے جلدی چل جلدی چل کا غل غبارا کر دیا۔ اتنے میں وہ آتے ہوئے بدوی بھی قریب آپہنچے اور تیز تیز چلنے لگے۔ پھر تو وہ پیر مرد چھلانگ مار کر ہماری موٹر پر آگیا۔ اور جلدی چلانے کو کہا۔ موٹر تیار ہو چکی تھی۔ ڈرائیور نے جوں ہی کل کو دبایا تو موٹر بھوں کرتی ہوئی فرنٹ ہو گئی۔ بدویوں نے خالی ہاتھ تعاقب کیا لیکن مجبور ہو کر رہ گئے۔ دو تین میل تک وہ پیر مرد ہمارے

ساتھ رہا۔ پھر فرماکر کہ اب لاخوف کوئی خوف نہیں ہے۔ مزے سے چلے جاؤ رخصت ہوا۔ ہم نے انہیں کچھہ دینا چاہا۔ لیکن وہ لاحاجہ کہکر انکاری ہوا۔ ایک سگرٹ کا ڈبہ جو سیٹھ جمعہ کے پاس تھا لیکر اتر گیا فللہ الحمد کہ اس مصیبت سے مخلصی ونجات ہوئی۔ ؎ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

آگے چلکر رات ہوگئی۔ رستہ خراب آگیا۔ بالو اور ریت ہی ریت تھی۔ موٹر کے پہئے دھس دھس جاتے۔ وہیں مقام کیا۔ جو کچھہ زاد راہ تھا کھایا۔ پیا۔ اور تھوڑا سو گئے۔ پھر جاگ کر چلے بوجہ کثرت بالو کے۔ موٹر پانی بہت لیتی۔ اور چلتی کم تھی حتّٰی کہ ۵ رجون کی ظہر تک پانی ختم ہوگیا۔ موٹر چلنے سے رہ گئی۔ اس لق ودق سنسان جنگل میں بیٹھہ گئے۔ دمشق تک ابھی تقریباً پچاس میل باقی تھا۔ اتنے میں حافظ شمس الدین خالقداد خان۔ حافظ عبداللہ خان موٹر ابھی پیچھے تھی وہ آپہنچی۔ سیٹھ جمعہ تو ہماری موٹر کو چھوڑ کر اپنے نبیرہ محمد شفیع کو ساتھہ لیتے ہوئے اس موٹر پر جا دھمکے کاتب الحروف نے مغموم آواز سے اُسے کہا کہ خوب حق رفاقت ادا کیا کہ ہمکو اس مشکل میں چھوڑے جاتے ہو۔ اس نے یہ جواب دیکر کہ مولوی صاحب اطمینان کیجئے کہ میں ابھی جاکر دوسری موٹر بھیجتا ہوں۔ اور موٹر چلادی۔ ہم وہیں دھوپ میں بے آب ودانہ بے قرار تڑپ رہے تھے۔ موت ہی سامنے تھی۔ دو گھنٹہ گزرتے تھے لب خشک۔ حواس باختہ خدا بے نیاز سے نیازمندانہ التجا کر رہے تھے کہ الٰھی بحرمتہ الانبیاء والصالحین ہماری مشکل حل کیجئے۔ کہ یکایک دمشق کی طرف سے ایک موٹر آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ موٹر کیا نظر آئی گویا ہماری جان میں جان آئی۔ ہم نے سمجھا کہ یہ موٹر سیٹھ صاحب نے بھیجی ہوگی۔ جزاہ اللہ۔ موٹر پہنچ گئی۔

ہم بفضل تعالیٰ روانہ ہوئے دمشق سے چند میل پہلے باغات اور مزروعات دلربا خوشنما شروع ہو گئے۔ پھر فوجی عمارتوں کا جا بجا نظارہ دیکھنے میں آیا۔ وہ رستہ کیا تھا۔ نزہت گاہ ہی تھا۔ پھر موقعہ بموقعہ فوجیوں سے گفت و شنید ہوتی رہی۔ عصر کے وقت ۵ رجون کو ہم شہر دمشق میں داخل ہوئے تو سامنے سے بازار میں حضرت ممدوح اعلیٰ اللہ مراتبہ کا چہرہ بدر منیر دلپذیر جلوہ افروز ہوا۔ پابوسی کے لئے ابھی اُتر ہی رہے تھے کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ سیٹھ جمعہ وغیرہ کہاں ہیں۔ ہم نے پابوسی کرتے ہوئے جواب دیا کہ وہ تو ہم کو چھوڑ کر دوسری موٹر پر سوار ہو گئے تھے۔ کیا یہ موٹر سیٹھ صاحب نے تمہارے پاس روانہ نہیں کی تھی۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے تمہیں اس بستی خطرناک میں دیکھا تھا اس وجہ موٹر روانہ کی۔ کہ خدا خیر کرے۔ دیر بہت ہو گئی ہے۔ تمام ہمراہیان گھبرا گئے کہ یہ کیا معاملہ یا حادثہ ہے۔ معلموں نے تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں ہم ادھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ شام کے وقت یہ معلوم ہوا کہ سیٹھ جی کی موٹر پر صرف خدا داد خان اکیلا پہنچا۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ پانی ختم ہو گیا تھا وہ سب پانی کی تلاش میں گئے میں چل نہیں سکتا تھا موٹر پر بیٹھا رہا۔ جب تین چار گھنٹے گذر گئے تو ایک آدمی مجھے ملا اور کچھ خرچ کرنے پر پانی کا ایک پیپہ لا دیا اور میں چلا آیا۔ اس سے اور زیادہ تشویش ہو گئی اس وقت حضرت مخدوم زادہ سید محمد رضا شاہ صاحب دام عزہ تبدیل لباس کر کے پولیس میں گئے۔ اور تمام گرد و نواح کی چوکیوں پر ٹیلیفون دلوائے اور سواروں کا ایک دستہ مختلف طرق پر تلاش کرنے کے لئے بھجوایا۔ تمام ہمراہیان مضطرب اور بیقرار تھے۔ نصف شب کے بعد اطلاع ہوئی کہ مفقود اشخاص کا کوئی نشان و سراغ نہیں ملا

www.musapakshaheed.com

اس وقت جو بےچینی و اضطراب ہوا۔ وہ قلم بند ہونے سے متجاوز ہے۔ یہ رات بمشکل کٹی۔ ہر ایک کو یہ خیال ہوا کہ سیٹھ صاحب کے پاس حضرت ممدوح و دیگر چند اشخاص کا خزانہ ہی تھا۔ اور حافظ شمس الدین کے پاس بھی اپنی اور خالقداد خان کی جمعیت تھی اور حافظ عبداللہ خان بھی خالی نہ تھے۔ کوئی خطرناک واقعہ پیش آیا نظر آتا ہے خدا خیر کرے۔ ۲ جون کے ۱۰ بجے صبح مغموم طبع حضرت ممدوح صاحب کی خدمت میں تمام ہمراہیان نے یہ درخواست کی کہ ہم نے اس سفر میں بارہا تجربہ کیا ہے کہ جس مشکل کام میں آپ گامزن ہوئے ہیں وہ مشکل حل ہوئی ہے۔ آپ مہربانی کرکے کونسل میں تشریف لیجاکر چارہ جوئی کریں تو امید ہے کہ کامیابی ہو۔ حضرت ممدوح اس ملتمس کو قبول کرکے توجہ بجناب باری عزاسمہ ہوئے۔ اور خلاق عالم سے کچھ راز و نیاز کرکے اپنے چند عزیزوں کو ساتھ کرتے ہوئے کونسل کی طرف روانہ ہوئے رستہ میں جاتے ہوئے کاتب الحروف سے یہ فرمایا کہ میں نے باوجود شناسائی و رسائی اعلیٰ افسران برطانیہ کے متوکل علی اللہ الاکبر و متوسلا بالنبی الاطہر و غوث الثقلین و الائمہ اثنیٰ عشر کسی سے سفارشی مکتوب نہیں لیا۔ امید تو یہ تھی۔ کہ یہ مشکل بھی بحرمت مشکلکشاء مشکلکشائی کا بلا منت غیرے رنگ دکھلائی دیکھئے۔ رب العالمین کو کیا منظور ہے۔ اس قسم کے ارشادات و ملفوظات سنتے ہوئے دفتر کونسل تک پہنچ گئے۔ اردلی نے خاص کمرے میں لیجاکر کرسیوں پر بٹھایا اور افسر کونسل کو جو ساتھ کے دوسرے کمرے رہائشی میں تھے جاکر اطلاع دی۔ کہ ملتان قسمت پنجاب کے رئیس و مخدوم جو حکومت ہند کے ممتاز افراد سے ہیں ملاقات کے لئے در دولت پر حاضر ہیں۔ جواب آیا کہ پارچات بدل رہا ہوں۔ صرف ۵ منٹ

www.musapakshaheed.com

کی دیر ہے۔ میں ابھی حاضر ہوا۔ ۱۰ منٹ گزرے تھے کہ اردلی کہنے پر پھر اندر گیا اور آکر کہا کہ بوٹ پہن رہے ہیں کہ آئے۔ ابھی وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک آدمی نے آکر اطلاع دی کہ مبارک ہو کہ سیٹھ حبہ معہ رفقا صحیح سلامت آگئے ہیں۔ بس آپ اسیوقت بغیر انتظار صاحب بہادر الحمدللہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دفتر کے باہر تشریف لائے تو سیٹھ صاحب وغیرہ موجود تھے۔ سب نے پابوسی کی۔ آپنے سب کو معانقہ کیا اور کیفیت پوچھی۔ انہوں نے اپنی خوش قسمت داد بھری داستان بایں طور سنائی کہ دمشق کے قریب پہنچے یعنی شروع آبادی سے دو تین میل پہلے پانی ختم ہو گیا۔ بجبز خانقاہ دخان کے سب کے سب ادھر ادھر پانی کی تلاش میں اتر ے۔ سامنے ایک سراب نظر آیا۔ جو پانی کی شکل میں نمودار ہوا۔ ہم اس کی طرف چلتے چلتے تھک گئے آخر وہ سراب ہی نکلا۔ پھر واپسی کا رستہ بھول گئے۔ پیاس کی سخت شدت کیوجہ سے بہت ہی لاچار ہوئے۔ ایک بدوی ملا۔ جو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ ہم اس سے جھٹ کر معلوم نہیں کس طرف رُخ کر دیا۔ آخر بھٹکتے بھٹکتے ایک بدوؤں کی بستی میں جا پہنچے وہاں کچھ دے دلا کر پانی پیا اور مسجد پوچھی اور وہاں گئے۔ دروازہ بند تھا۔ امام صاحب کو بلوایا۔ امام صاحب تشریف لائے انکو سچ سچ تمام کیفیت سنائی اور کہا کہ ہم بڑے پیر غوث اعظم کی اولاد سے جو مخدوم صاحب گدی نشین ہیں۔ انکے ہمراہ حج کرنیکو جا رہے ہیں۔ اس طرح رستہ بھول کر یہاں آ گئے ہیں۔ وہ دمشق میں ہماری انتظار میں پریشان ہونگے۔ ہمارے ساتھ للہ معاونت کرو جو خرچ اور ہرجانہ ہو گا ہم دینے کو تیار ہیں۔ امام صاحب نے تسلی دی اور کہا کہ آج تم ہمارے مہمان ہو۔ شب باشی یہاں کرو۔ اور بالکل ایسے اطمینان سے رہو۔ جیسے اپنے گھر رہتے ہو۔

اور کوئی فکر نہ کرو۔ آج تم دمشق تک پہنچ بھی نہیں سکتے۔ بعد ازاں اس نے ہمارے لئے پر تکلف کھانا پکوایا اور کھلایا۔ اور نہایت خاطر داری کی اور خبر گیری کرتا رہا اور کھلے دل سے کہا کہ اب رات ہو گئی ہے سو جاؤ۔ پھر سحری کے وقت گھوڑے اور گدھے کرایہ کر کے لایا۔ اور ان پر ہم کو سوار کر کے خود ہمراہ ہو لیا جب ہم نواح دمشق میں پہنچے تو رستہ میں ایک فوجی نے پوچھا تم کون ہو۔ ہم نے کہا کہ ہمارے مخدوم صاحب دمشق آئے ہوئے ہیں۔ ہم رستہ بھول گئے تھے اس امام صاحب نے ہماری خاطر داری اور رہنمائی کی اور اب جا رہے ہیں ابھی فوجی نے خوشی کے لہجہ میں کہا کہ ہم تمہاری تلاش میں تھے پوچھا کہ کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔ ہم نے کہا نہیں اس نے امام صاحب کو رخصت کیا۔ ہم نے امام صاحب کے صاحبزادہ کو ایک گینی دی جو مشکل سے انہوں نے قبول کی۔ اور وہ فوجی ہمکو موٹر پر بٹھا کر یہاں لایا۔

دمشق کا مختصر احوال

دمشق۔ دال کی زیر اور میم کی زبر و زیر دو نو سے ہے۔ دمشاق بن نمرود کا بسایا ہوا ہے۔ کما فی المنتخب یا دمشاق بن کنعان کا۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس کا بانی اسکندر کا غلام دمشق یا دمشقش نامی تھا۔ بہر صورت یہ شہر اپنے بانی کے نام موسوم ہے۔ یہ شہر اللہ تعالیٰ کے انزہ یعنے پاکیزہ شہروں سے ایک شہر ہے۔ ابو بکر خوارزمی کہتے ہیں کہ دنیا کے چار مقام دنیا کے جنت ہیں۔ ایک ان میں سے جو باقی تینوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ وہ دمشق ہے۔ دمشق کی تعریف کے لئے یہی بس کہ اس کے

بارہ میں خصوصاً اور شام کے لئے عموماً۔ احادیث اور آثار وارد ہیں۔ ردالمحتار (معروف شامی) اس شہر کی عمدگی اور تازگی۔ خوبصورتی بستانات و خرد و ع کی آبادی۔ موزونیت۔ صفائی۔ رونق دیکھنے پر موقوف ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اس شہر کو جس پہلو پر دیکھو۔ طبع مسرور ہوتی ہے۔ لیکن علیؓ کی مخالفت اور خاندان نبی کی بربادی کے بانیاں کا بھی یہی صدر مقام میں پھر جاتا ہے تو طبیعت محزون اور مکدر ہو جاتی ہے۔

شام کا ملک چھ ضلعوں پر منقسم ہے۔ دمشق۔ حمص۔ اردن۔ فلسطین وغیرہ۔ دمشق ملک شام کا ایک بڑا صدر مقام ہے۔ اس شہر پر گو زمانہ صدیقی میں چڑھائی ہوئی۔ لیکن بعہد حضرت فاروق سنہ ۱۴ھ میں حضرت خالد کی سپہ سالاری میں مفتوح ہوا (طبری و شبلی) اس شہر میں داخل ہو کر تکیہ ہندی میں قیام کیا۔ بعض رفقاء ہوٹل ہندی میں ٹھہرے۔ مطمئن ہونے کے بعد مسجد جامع اموی میں گئے۔ اس مسجد کی تعریف بھی کس طرح کریں۔ وہ اب بھی اپنی خوبصورتی اور لوازمات میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اس مسجد کو ولید بن عبد الملک مروانی چھٹے تاجدار نے (جو پڑھ پڑھا کر بھی جاہل رہا) بصرف زر کثیر بنوایا تھا (تاریخ الخلفاء) ولید مذکور فضول خرچ سخی تھا۔ فقیروں اور نیک بختوں کے روزینے مقرر کر دیئے تھے۔ نابینا فقراء کے لئے روزینہ کے علاوہ ہر ایک نابینا کو ایک ایک ملازم بھی رکھ دیا تھا۔ کہ چلنے پھرنے میں انہیں تکلیف نہ ہو۔ باوجودیکہ قلیل العلم تھا۔ پھر بھی تلاوت کلام اللہ کا ایسا عاشق تھا کہ تین شب میں ختم قرآن شریف کیا کرتا۔ رمضان شریف میں ۱۷ ختم کرتا۔ ذوالقعد سنہ ۸۶ھ میں مسجد کی بنا شروع کی۔ کہ کنیسہ مریوحنا کو گرا کر مسجد میں شامل کر دیا۔

(یہ کنیسہ مسجد کے صحن پایاں میں ہے جو شامل مسجد بھی ہے اور علیحدہ بھی) ولید ۹۶ھ میں فوت ہوا۔ ابھی مسجد تکمیل نہ ہوئی تھی۔ پھر اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک نے تکمیل کرائی۔ اس مسجد کے ۱۲ ہزار محراب تھے۔ اس مسجد کی بھی تعمیر پر چار سو صندوق دینار دولیٰ کی خرچ ہوئیں۔ ہر ایک صندوق میں ۲۸-۲۸ ہزار دینار تھا۔ اس مسجد کے قندیلوں کے معلق کرنے کے لئے چھ صد زنجیر زری بنے ہوئے تھے (حیوۃ الحیوان) علامہ شامی نے الف الف دینار پر دو ہزار دینار اور زیادہ بتلایا ہے۔ رد المحتار شبلی لکھتا ہے کہ جب ولید بن عبدالملک نے جامع مسجد پر ایک رقم کثیر صرف کردی تو عام ناراضگی پھیل گئی۔ تو لوگوں نے علانیہ کہا کہ بیت المال کا یہ مصرف نہیں ہے۔ فاروق۔

لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ یہ مسجد زمانہ عمر بن عبدالعزیز تک یونہی آراستہ پیراستہ رہی۔ آخر عمر بن عبدالعزیز نے تمام سنہری زنجیروں کو بیت المال میں داخل کرکے اس کے عوض کانسی اور لوہے کی زنجیر بنوادیں۔ (حیوۃ الحیوان) تاریخ قیصر روم مؤلفہ علامہ عباس شروانی میں بذکرہ نہم تاجدار عثمانیہ سلطان سلیم خان مکتوب ہے۔ کہ سلطان مذکور نے سنہ ۹۲۲ھ شام کو فتح کرکے اس میں چار ماہ اقامت کی۔ امرائے عرب کی ملاقاتیں کرتے ہوئے کوہ لبنان کے مقامات متبرکہ کی زیارت حاصل کرکے دمشق کی جامع امویہ کو دیکھا۔ خطیب کو پچاس ہزار قرش کی خلعت عطا کی۔ پھر لکھا ہے کہ یہ مسجد بہت بڑی ہے لہ۔ اس کا ۵۵۰ قدم طول۔ اور ۱۵۰ قدم عرض ہے۔ سماق اور رخام کے مختلف الالوان ستونوں پر مبنی

لہ اس مسجد میں اندر باہر ۱۵ صفوف ہوسکتی ہیں۔ ہر ایک صف میں تین سو آدمی ہوتا ہے۔ ہم نے جمعہ کی نماز یہاں ادا کی تو تمام مسجد نمازیوں سے اندر باہر بھری ہوئی تھی۔

www.musapakshaheed.com

ہے۔ اسکے طاقوں میں شش صد قندیلیں سونے اور چاندی کی زنجیروں میں لٹکی ہوئی ہیں رمضان شریف میں ۱۲ ہزار قندیلیں اس مسجد میں روشن ہوتی ہیں۔ مکۂ معظمہ کیطرح چار محراب چار اماموں اہلسنت وجماعت کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ یہ مسجد ۳ منارہ بلند رکھتی ہے۔ ۷۵ موذن معین ہیں۔ اس عالی عمارت میں ثلثة الف الف دینار (تین لاکھ) صرف ہوا۔ انتہی۔

علامہ شامی نے درمختار کی شرح میں لکھا ہے۔ اسی مسجد میں راس یحیٰی علیہ السلام اور قبلی دیوار میں مقام ہود علیہ السلام بھی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ قرطبی مفسر نے قولہ تعالےٰ والتین کی تفسیر میں اسی مسجد کو لکھا ہے۔ کیونکہ یہ مسجد کا قطعہ قبل از مسجد ہود علیہ السلام کا باغ تھا جس میں شجرہ تین قدیم یہ تھا۔ تفسیر حسینی میں بھی تین سے مراد۔ دمشق اور زیتو سے مراد بیت المقدس ایک معنی میں لکھا ہے۔ اسی طرح تفسیر خازن میں بھی ہے۔ واللہ اعلم

علامہ شامی نے اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ یہ مسجد قدیمی معبد انبیا علیہ السلام کا شرف شدہ ہے۔ اس میں صحابہ کرام نے نمازیں پڑھیں۔ فقہا نے تصریح کی۔ کہ بعد مساجد ثلاثہ یہ مسجد افضل ہے۔ بلکہ سفیان ثوری رح نے دمشق کی مسجد کی نماز کا ثواب ۳۰ ہزار نماز کے برابر کہا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ للہ الحمد یہ مسجد آج تک معمور بالعبادة ہے۔ علم اور علمی افادہ کی مجمع ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام کے منارہ بیضا شرقیہ سے اترنے تک اسی طرح رہیگی۔ علامہ شامی نے راس یحیٰی علیہ السلام کا مدفن مسجد دمشق تبلایا ہے۔ لیکن بدن اطہر کے دفن میں گو اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ بیت المقدس ہے یحیٰی بن ذکریا کی پیدائش کا قصۂ عجیبہ سورہ مریم کی ابتداء میں مذکور ہے یحیٰی علیہ السلام نے ہیرودس کو اپنی بھتیجی کے ہمراہ نکاح کرنے سے رد کا تو اس بخت نے اُن کو قتل کرا دیا۔ یہ واقع زمانہ رفع عیسےٰ علیہ السلام سے تھوڑا پہلے ہوا (نقطة العجلان)

المختصر ۶ - جون کو سیٹھ جمعہ و حافظ شمس الدین و حافظ عبداللہ دیروی و
محمد شفیع نبیرہ سیٹھ جمعہ کی تشویش رفع ہونے کے بعد کما مر اس مسجد میں دوگانہ بھی
ادا کئے۔ جمعہ بھی پڑھا کرات مرات آئے گئے حضرت یحییٰ بن زکریا۔ مصلّے ہود۔ مصلّے
خضر۔ مصلّے امام زین العابدین کی زیارت کیں۔ اور مسجد کے قبلہ رخ کی بائیں
طرف ایک مزین مکان میں راس الحسین کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس
مکان کے ایک کونے میں ایک سیمین کٹھرا ہے جس میں راس الحسین کا مدفون ہونا بیان
کیا جاتا ہے۔ اس کی سقف پر احادیث شریفہ فضائل اہلبیت علیہ السلام مکتوب ہیں۔
مدفن راس الحسین میں اختلاف ہے۔ کربلا۔ جامع امویہ۔ مدینہ طیبہ۔ مصر۔ قاہرہ کتب بینی
سے قاہرہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

علاوہ براں مقام قید خانہ بھی روتے ہوئے دیکھا گیا جس میں اسیران کربلا
کا ورود رہا۔ ہم نے ابتداءً میں ایک ہندی تکیہ میں قیام کیا تھا کہ اس میں ایک مسجد
بھی ہے جس میں ایک حوض ہے اس مسجد میں قبلہ رخ ایک سجے ہوئے کمرہ میں دو ہندی
بزرگوں کی قبور بھی تھیں۔ اور اوپر کی منزل میں زنانہ مکان پردہ دار نہایت عمدہ بنا ہوا
تھا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ دمشق کی چھوٹی بڑی ہر مسجد میں اور غالباً ہر مکان سکونتی میں
چھوٹے بڑے حوض ہوتے ہیں جن میں ندی سے بذریعہ نل اکثر اوقات پانی گرا
کرتا ہے۔ گویا وہ حوض جاری پانی کے حکم میں ہونگے۔ دمشق کے ارد گرد دُور دُور
تک عجیب طرز کے باغات و بستانات گوناگون۔ بوقلمون کے میوہ جات و فواکہ سے
لدے ہوئے ہوتے ہیں۔ آب و ہوا نہایت لطیف اور خوش کن ہوتی ہے۔ ہم
نہایت گرمی کے موسم میں وہاں پہنچے۔ پسینہ نام تک نہیں ہوتا تھا۔ شام کو بجز

ہلکی ولائتی یا چادر اُس کے کمروں میں نہیں سویا جاتا تھا۔ دمشق کے مکان نہایت
خوشنما اور مصفّا۔ قالینوں اور زینت کے سامانوں سے سجے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہوٹلوں
کی کثرت اور صفائی و سجاوٹ پھر انتظام نشست اور خورد و نوش بہت ہی قابلِ تعریف ہے
وہاں کے بسنے والے کریم الاخلاق معلوم ہوتے تھے۔ یہاں کے اہلِ اسلام اکثر حنفی مذہب
ہیں۔ شافعی بھی ہیں۔ مگر نسبتاً کم۔ اور کسی مذہب کا کوئی عام یا خاص ہمارے دیکھنے
میں نہیں آیا۔

چونکہ قدرت الٰہی سے یہ نمونہ اس سفر میں نمایاں ہوا کہ حضرت ممدوح جس
شہر میں گئے۔ وہاں پہلے سے یا داخل شہر ہوتے ہی یہ مشہور ہو جاتا تھا کہ پنجاب
میں سے ملتان شہر کے بڑے پیر سادات گیلانیہ سے جو اولاد سلطان الاولیاء
عبد القادر جیلانی رح کے ہیں زیارت کو آئے ہیں۔ وہاں کے بعض لوگ خاص و
عام ملنے و زیارت کرنے کو آتے ہیں۔ علاوہ برآں بعض نوجوان حضرت مخدوم زادہ سید
محمد رضا شاہ صاحب بلند اقبال بالقابہ کے حسن اخلاق و شیریں کلامی و خداداد
موزونیت خلقی پر لٹو ہو جاتے اور دعوتیں دیتے۔ کہ ہمارے مکانات حاضر ہیں۔ وہیں
قیام فرمائیے۔ آپ معذرت کر کے ٹال دیتے۔ بعض اشخاص اصرار کرتے کہ حضرت اصل معاملہ
یہ ہے۔ کہ ہمارے محلہ نشینان نے یہ سن پایا ہے کہ حضور بڑے پیر کی اولاد اور خود
بھی بزرگ ہیں۔ ہمارے گھروں میں آپکا قدم باعث عزت و برکت ہوگا۔ اور آپکی
تشریف آوری کی یادگار ہمارے پاس قائم ہو جائیگی۔ آپ دعا خیر فرما کر اُسکو خوش
کرتے۔ ایک مصطفےٰ نامی جو وہاں کا معمولی آدمی تھا۔ وہ بھی آیا کرتا تھا۔ اُس نے
نہایت لجاجت اور ادب سے التماس کی کہ میرے والد بہت ضعیف العمر ہیں۔ چل

www.musafirpakshaheed.com

پھر نہیں سکتے۔ اور محب العلی ہیں اور جناب کی زیارت کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر بلتجی ہیں کہ آپ ہماری دعوت منظور فرما کر عزت بخشیں۔ اور رات کو آرام بھی وہیں فرمائیں آپنے اس کے اخلاص کو دیکھکر اسکا ملتمس قبول کیا اور چھ جون سنہ ۲۳ء کی شب کو آپ مصطفے کے مکان پر تشریف لے گئے یہ مکان کے جس کمرہ میں شب باشی ہوئی وہ نہایت سجا ہوا تھا۔ قالینوں کا فرش تھا۔ دیواریں نہایت لطیف ریشمی بوٹہ دار۔ پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ انسانی قد کا ایک آئینہ خوش نما درمیان میں لگا ہوا تھا۔ مزین سقف میں بجلی لمپ آویزاں تھے۔ ۷ جون کی صبح کو نماز ادا کر کے چاہ بسکٹ کی تواضع کر کے مصطفے نے یہ وعدہ لے لیا کہ جتنا عرصہ دمشق میں آپکا قیام ہوگا۔ شب باشی کے لئے یہی غریب خانہ منظور ہو۔ بہت عذرات کرنے کے بعد آخر منظوری دی۔ اور مصطفے کو ہمراہ لیتے ہوئے ہمراہیان سکو اٹھا کر گورستان بلالیہ میں دوبارہ تشریف لے گئے ۶ جون کو تمام زیارات بوجہ تنگی وقت نہ ہو سکے تھے ؎ اسلئے پھر از سر نو تمام زیارات کو ابتدا سے شروع کیا۔ حضرت بلال رض۔ عبد اللہ بن جعفر طیار۔ اوس بن اوس ثقفی سکینہ بنت الحسین۔ عبد اللہ بن جعفر۔ اسمائے بنت الصدیق رض۔ ام کلثوم بنت علی۔

(۱) حضرت بلال رض موذن رسول اللہ۔ یہ حبشی نژاد غلام تھے جس جوش خروش سے یہ مکہ معظمہ میں ایمان لائے اور جن جن مصیبتوں کا انکو سامنا ہوا۔ وہ مشہور عالم ہے۔ حضرت صدیق اکبر رض نے انکو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس وقت حضور سرور عالم کی خدمتمیں قائم و دائم رہا۔ حضرت رحمۃ اللعالمین کا خانگی انتظام انہیں کے سپرد تھا

؏ ام کلثوم اصابہ میں لکھا ہے۔ ام کلثوم بنت علی ابن ابیطالب ہے۔ اور انکی والدہ فاطمہ بنت النبی ہیں جو بزمانہ رسول اللہ پیدا ہوئی تھیں۔ اس صاحبزادی کا نکاح ۴۰ ہزار درہم پر امیر عمر رض سے ہوا۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب غوث اعظم میں بھی کی گئی ہے

بازار سے ضروریات کا خرید کرنا۔ قرض اٹھانا۔ پھر ادا کرنا۔ مہمانوں کی خورد و نوش کا خیال رکھنا۔ یہ سب انہی کے متعلق تھا۔ (ابوداؤد) شیخ صاحبؒ مدارج میں لکھتے ہیں۔ خدمت نفقات آنحضرتؐ حوالہ اُو بود۔ دمشق میں ۲۰ھ کو کچھ اوپر ساٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے تقریب التہذیب میں لکھا ہے اِن کے باپ کا نام رباح تھا۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ تمام مشاہد بدر وغیرہ میں حاضر رہے۔ اور شام میں وفات پائی۔ حضرت بلال نے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد شام کو جانے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے نہایت شد و مد سے فرمایا کہ بلال تم مدینہ میں رہو اور اپنی اذان سے ہمارا دل شاد کرتے رہو۔ جواب دیا گیا کہ آپ نے بمرضات خدا عزوجل مجھے خرید کر کے آزاد کیا تھا۔ اب بھی مجھے چھوڑ دیں۔ اور چلے گئے۔ حضور علیہ السلام کے بعد صرف دو دفعہ اذان دی۔ ایک دفعہ بفرمان عمرؓ شام میں اور دوسری دفعہ مدینہ عالیہ میں بامر و ارشاد حسنین شریفینؓ۔ لیکن بوجہ رقت قلبی و درد فراق نبوی روئے اور قیامت قائم کر دی۔ آپکے فضائل و مناقب بیشمار ہیں۔ حضورؐ کی محبت کا اندازہ اُن سے ہو سکتا ہے۔ کہ جب یہ شام چلے گئے تو چھ ماہ کے بعد خود حضور فداہ ابی و امی نے خواب میں اُسے فرمایا کہ اے بلال یہ کیا بیوفائی ہے کہ تو زیارت کو بھی نہیں آتا رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

۲۔ عبداللہ بن جعفر طیار۔ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ اور اجود العرب تھے۔ معارف ابن قتیبہ نے انکی وفات مدینہ عالیہ میں دکھائی ہے۔ تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ کہ آپ صحابی رسول اللہ صلعم بھی ہیں۔ ۸۰ھ کو ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وفیہ اختلاف۔ یہ نوے برس کی عمر پاکر فوت ہوئے۔ یہ حضورؐ کی وفات پر دس برس کے تھے۔ انکا جنازہ سلیمان بن عبدالملک نے پڑھایا۔ صاحب اولاد تھے۔ حضرت زینب بنت علی المرتضیٰ انکی زوجہ محترمہ تھیں۔

معارف میں موضع ابوا آپکا مدفن بتلایا ہے۔ ابواء مابین مکہ و مدینہ کے ہے وفیہ اختلاف کثیر۔
مستطرف میں صـ۲۰۱ پر انکا ایک عجیب قصہ بابت نکاح اپنی صاحبزادی کے مکتوب ہے
جو ہم نے اپنے رسالہ کفو سادات میں درج کیا ہوا ہے۔ اور یہ قصہ دمشق ہی کا ہے واللہ اعلم

ع۳۔ اوس بن اوس ثقفی صحابی ہیں۔ دمشق ہی انکا مسکن تھا (تقریب)

ع۴۔ سکینہ بنت الحسینؑ۔ انکی والدہ کا نام رباب تھا جو امراء القیس کلبیہ کی دختر
تھیں۔ امام حسینؑ کو اونکی والدہ سے بہت محبت تھی۔ شعر میں فرمایا کرتے تھے ؎

لعمرك انني لاحب دارا تحل بها سکینة والرباب

یعنے میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جس مکان و مقام میں سکینہ و رباب رہیں اسے مجھے وہ بھی
پیارا لگتا ہے۔ (معارف) اسعاف الراغبین میں انکے حال میں لکھا ہے کہ یہ صاحبزادی
پہلے اپنے چچا حسنؓ کے صاحبزادہ عبداللہ کے ہمراہ بیاہی گئیں۔ جب کربلا میں شہید
ہوئے پھر بھی کئی دفعہ متعدد نکاح کرنیکا اتفاق ہوا۔ نہایت درجہ کی باخدا تھیں۔ انکے مدفن
میں بھی اختلاف ہے۔ بعضوں نے مدینہ طیبہ کا نام لیا ہے اور بعضوں نے دمشق بتلایا ہے

ع۴۔ عبداللہ بن جعفرؑ امام جعفرؑ کی کنیت اسی صاحبزادہ کی طرف تھی۔ ابو عبداللہ
سے مراد امام جعفر ہی ہوتے ہیں وہو مشہور ۱۲

ع۵۔ اسما حضرت صدیق کی دختر کلان۔ عبداللہ بن صدیق کی سگی بہن تھیں
یہی صاحبزادی ہجرت کے موقعہ پر سامان سفر و زاد کی مہتمم تھیں۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور
علیہ السلام کی مخفیت کا حال مشہور ہوا تو قریش کا ایک گروہ جن میں ابوجہل بھی تھا۔
مجھ سے آکر پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہاں ہیں۔ اسپر
ابوجہل نے میرے رخسارے پر ایسا تھپڑ مارا کہ میرا گوشوارہ بھی گر گیا۔ اسی صاحبزادی

www.mustafapakshaheed.com

کا نکاح زبیرؓ ابن عوام سے مکہ معظمہ میں ہوا صاحب اولاد ہوئیں۔ منذر۔ عبداللہ۔ عروہ
انکے فرزندوں کے نام ہیں۔ پھر مطلقہ ہوکر اپنے پسر عبداللہ کے پاس رہیں۔ اور سو برس
کی بڑھیا ہوکر نابینی ہوگئیں اور مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ نور الابصار اور معارف۔ کہاں
مکہ اور کہاں دمشق مزورین کی جہالت۔ ~~پھر ابو~~

پھر ابو عبیدہ جراح کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ یہ امیر عثمان رضؓ کیساتھ
ساتھ اسلام لائے تھے انکا لقب امین الامتہ اور نام عامر تھا۔ اور عشرہ مبشرہ سے تھے
دمشق انہی اور رفقا کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ حضرت عمر رضؓ فرماتے تھے اگر مجھے موت
نے پالیا اور وہ زندہ رہے تو میں انہیں کو اپنا قائمقام کرتا۔ عمواس[1] کی وبا میں عین
انتظام کیوقت کہ حضرت امیر عمر رضؓ خود تشریف لاکر دیکھ بھال کر رہے ہیں اور مقام سرغ
میں ڈیرہ ڈالا ہوا ہے۔ افسران فوج استقبال وسلام کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ ابو
عبیدہ بھی حاضر ہیں۔ حضرت عمر نے یہ معلوم کرکے شام۔ مصر۔ عراق میں سخت وبا
پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسلامی شجاعان عرب بے بس ہوکر خاک میں چھپ گئے
ہیں۔ اول سے اول مہاجرین اولین وانصار کو جمع کرکے یہ رائے طلب کی کہ وبا کی
شدت ہے۔ کیا میں واپس چلا جاؤں یا پیش قدمی کروں۔ اور ٹھہرا رہوں۔
لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔ لیکن مہاجرین فتح نے بالاتفاق یک زبان ہوکر
یہ کہا کہ آپ کا یہاں ٹھہرنا بھی مناسب نہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے منادی کرادی۔ کہ
تڑکا کوچ ہوگا۔ حضرت عبیدہ چونکہ تقدیر کے مسئلہ پر نہایت شدت کے ساتھ اعتقاد
رکھتے تھے طیش میں آکر سخت لہجہ میں کہا اے عمر کیا تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو پھر تو

---

[1] عمواس شام کے قریب ایک مقام کا نام ہے کہ اول اسلام میں وہاں طاعون عظیم واقع ہوئی (منتخب)

عمر رضہ نے انکی سخت کلامی کو گوارا کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ ہاں تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتا ہوں۔ الغرض امیر المومنین خود مدینہ طیبہ چلے گئے۔ اور ابو عبیدہ رضہ کو لکھا کہ مجھکو تم سے کچھ کام ہے۔ چند یوم کے لئے میرے پاس آجائیں۔ ابو عبیدہ کو خیال ہوا کہ شاید وبا کے خوف سے مجھے بلایا ہے۔ جواب لکھ بھیجا کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ ہوگا۔ میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے یہاں سے نہیں ٹل سکتا امیر عمر رضہ اس جواب کو پڑھکر آبدیدہ ہوئے اور پھر لکھا کہ فوج جہاں فروکش ہے وہ مقام مرطوب ہے۔ اسلئے کوئی عمدہ موقعہ تلاش کرکے وہاں مقام کریں۔ اس حکم کی تعمیل کیگئی۔ جابیہ میں جا کر قیام کیا جو آب وہوا کی خوبی میں مشہور تھا۔ ابو عبیدہ رضہ جابیہ پہنچکر بیمار ہوئے اور لوگوں کو جمع کرکے وصایا کیں اور معاذ بن جبل رضہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ نماز کا وقت آچکا تھا۔ ابو عبیدہ نے جماعت کرانے کا ارشاد کیا اور معاذ بن جبل نے جماعت کرائی۔ نماز کے ختم ہونیکے ساتھ ابو عبیدہ رضہ کی بھی حیاتی ختم ہوئی۔ وبا کا زور تھا۔ معاذ بن جبل اپنے خیمہ میں آئے تو بیٹا بیمار تھا۔ ان کے جاں بحق ہوتے ہی بیٹے کے دفن کرنے کے بعد خود بھی بیمار ہوگئے۔ اور نہایت مسرت کیساتھ عمرو رضہ بن عاص کو اپنا قائمقام مقرر کرکے جان بجان آفرین سپرد کی۔ اور دمشق ہی میں دفن ہوئے :-

القصہ ان حضرات کی زیارات سے مشرف ہوتے ہوئے گنج سرہائے شہداء کربلا معلےٰ کی زیارت کی۔ بتلایا گیا تھا کہ اس گنج شہداء میں ۱۶ سرہائے بزرگان دین متین مدفون ہیں۔ جنکے نام نامی یہ ہیں۔ شہزادہ علی اکبرؑ۔ علی اصغرؑ۔ حضرت قاسمؑ۔ حبیبؑ ابن مظاہر رضہ۔ عبداللہ بن عونؑ۔ محمدؑ بن مسلم رضہ۔ عبداللہ رضہ

www.musapakchaheed.com

حسین بن عبداللہ رض[11] - عباس علمدار رض[10] - عبداللہ بن علی رض[9] - محمد بن علی رض[8] - بن عقیل[12] - عثمان بن علی رض[13] - جعفر ابن علی رض - جعفر ابن عقیل رض[14] - عمر ابن علی رض[15] - حر شہید سلام اللہ علی نبینا وعلیہم - واللہ اعلم۔

پھر شہدائے طاعون عمواس کے حضرات کرام کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھا اور اسیطرح زیارتی گشت کرتے ہوئے اخیر میں مقبرہ محدودہ حضرت امیر معاویہ پر گئے فاتحہ پڑھا۔ اس مقبرہ کی حالت دیکھکر بہت تعجب ہوا۔ نہایت کس مپرسی کی بری حالت میں تھا۔ نہ قبر مستور تھی۔ نہ نورانیت۔ بالکل ناصاف کمرہ تھا۔ جس میں لید ولیس گندہ گرد پڑا ہوا تھا۔ نہ کوئی محافظ۔ نہ مجاور۔ اس ہلدرکن۔ عبرت انگیز مقام کو دیکھکر ایک معزز نوجوان تو مقبرہ سے نکل آیا۔ کہ یہاں فاتحہ پڑھنے کو جی نہیں کرتا۔ مولوی فضل احمد صاحب کو بھی تشویش ہوئی۔ کاتب الحروف کو بھی تعجب تھا۔ کہ ایسا باثر سلطان و امیر کہ جو صحابیت کا بھی مرتبہ رکھتا ہو۔ اور ساتھ ہی امیر شام بھی ہو اور سالہا سال وغیرہ دمشق کو زیر نگیں رکھا ہو۔ اور نہایت سطوت شان شوکت سے فرمانروائی کی ہو پھر ان کے پسر ناخلف ظالم تاجدار کا دار الحکومت بھی یہی دمشق ہو۔ پھر یہ ذلت واہانت۔ اس کا کوئی خاص باعث ہوگا۔ فکر کرنیکے بعد معلوم ہوا کہ اس کا سبب شاید وہی بغاوت اور انکار خلافت حقہ مرتضویہ ہوگا جن کی بنیاد عداوت ظاہرہ پر تھی جو مابین بنی امیہ و بنی ہاشم بوجہ عصبیۃ جاہلیت مشہور رہے جیسا کہ فاضل گھوٹوی نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں

فلا یخفی ان الباغی فی اصطلاح الشرع ھو الذی یخرج علی الامام الحق ولا یخفی ان معاویۃ رضی اللہ عنہ خرج علی علی علیہ السلام۔ مخفی نہ ہو کہ اصطلاح شرع

www.mussalahameed.com

پس باغی وہ ہوتا ہے. جو امام حق پر خروج کرے اور یہ پوشیدہ امر نہیں ہے کہ معاویہ رضہ نے
علی علیہ السلام پر خروج کیا. وذلک مشهور فی دفاتر کتب السیر و انکاره
مکابره محضته وما یقال ان معاویته خروجه علی علی علیه السلام کان
خطا اجتهادیا فلا یخفی وهنه والعجب من متاخری اهل السنته انهم
مع اذعانهم بخلافته جناب الامیر علیه السلام لم یبالو بخروج معاویه رضہ
ثم ان معاویه رضی الله تعالیٰ عنه لم یتبین له ذلک بعد الی حین الموت
حتی استخلف ابنه یزید ولم یرض بخلافته الحسن او الحسین علیه السلام
فلم یکن انکار معاویته رضی الله تعالیٰ عنه لخلافته جناب الامیر علیه السلام
الا بسبب عداوة ظاهرة بین بنی امیه و بنی هاشم ولم یکن
سببه الا عصبیه جاهلیته انتهی ملتقطاً

اور یہ بات کتب سیر کے دفاتر میں مشہور ہے۔ اور اس کا انکار خالص مکابرہ ہے
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ معاویہ کا علی علیہ السلام پر خروج کرنا خطا اجتہادی سے
تھا. اس قول کی کمزوری اور ضعف ظاہر ہے۔ متاخرین اہل سنت سے تعجب
ہے کہ وہ باوجود خلافت حقہ جناب امیر علیہ السلام کا یقین کرتے ہوئے
خروج معاویہ کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ پھر شناعت کے بعد فرماتے ہیں. کہ
کیا معاویہ رضہ کو مرتے دم تک بھی یہ ظاہر نہ ہوا. کہ علی خلیفہ حق ہیں. حتیٰ کہ اپنے
بیٹے یزید کو خلیفہ بنوالیا. اور حسن یا حسین علیہما السلام کے خلیفہ ہونے پر راضی نہ
ہوا. اس سے ظاہر ہے کہ معاویہ رضہ کو خلافت مرتضویہ کا انکار تھا۔ مرف اسی عداوت
ظاہرہ سے جو بنی امیہ و بنی ہاشم کے درمیان تھی. اور اس عداوت کا سبب

عصبیۃ جاہلیت اس سے معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی کی خطا۔ اجتہادی نہ تھی۔ جسپر ثواب بھی مترتب ہو
کما لا یخفی و ھذہ کما تفوہ البعض (مولانا ابونور فرزند مفتی شرح وقایہ نے کیا اچھا
جوابدیا ہے ؎ علی سے لڑیں اور پائیں ثواب ❁ علے ان ھذا لشئ عجاب
بلکہ بقول گمونوی صاحب خطا عنادی تھی۔ پھر دیکھ بھالکر چشم پوشی کرنا یا چشم پوشی کی
ناحق سفارش کرنا بے انصافی ہے۔ ہمیں فاضل سے تعجب ہے کہ انکا تقریری
اور تحریری بیان متعارض کیوں ہے؟

نمبر ایک میں خطا اجتہادی کا اقرار۔ نمبر ۲ میں انکار۔ شاید آپکے ذہن شریف میں یہہ
مضمون ہوگا۔ کہ بنگر مے بودن و ہمرنگ مستان زیستن۔ یہ بھی معلوم ہو کہ تقریری بیان میں
مولانا نے سوال کرنے پر جوابدیا تھا کہ میں اگر اس لڑائی میں موجود ہوتا۔ تو علی المرتضی کیطرف
ہوتا۔ نہ امیر معاویہ کی طرف۔ ابن عمر رضی نے بھی ایسا کیا تھا۔ اس پر تعجب اور افسوس دونوں ہیں
کہ ابن عمر رضی مرتے دم تک یہ افسوس کرتے رہے کہ میں کیوں علی المرتضی کے ساتھ شامل
نہوا۔ اور علی المرتضی کا فتویٰ ہے کہ جو اشخاص دونو طرف شامل نہیں ہوئے۔ انہوں
نے گویا باطل کی تائید نہیں کی۔ مگر وہ خاذل الحق ضرور ہیں۔ دیکھو میزان الاعتدال۔
مبارکباد؛

القصہ اس مقبرہ الشّؔم کے عبرتناک نظارہ کے بعد اس فی الجملہ محترم صحابی کے نالائق بیٹے
اور بدکردار جانشین کے مقام مدفن کو دیکھا جو یزید پلید کے نام سے چاردانگ عالم میں مشہور
ہے جو عصیان و تمرد کا پتلا فسق و فجور کی مجسم پیکر۔ سرکش شیطان کا پورا مظہر جسنے
انسان کا روپ بدلکر جامہ انسانی کو بدنام کرکے اپنی خباثت باطنی کو پوشیدہ رکھکے تخت
اور تاج کا مالک بنا تھا۔ اور اس لئے بنا تھا کہ شریعت الٰہی کے مقدس قوانین کو پائمال کرے

www.mustafashaheed.com

رحمتہ للعالمین کے اسوہ حسنہ کو اپنے گناہوں کی تاریکی میں چھپائے۔ عدل و انصاف
کو مٹا کر فرعونیت قائم کرے۔ فسق و فجور کے بازار کو رونق دے۔ ہوا و ہوس کی
تجارت کو چمکا دے۔ وہ یزید جس نے شیطانی جذبات سے مغلوب ہو کر سرور عالم صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مطہر و مقدس خاندان کو کربلا کے دشت غربت میں جسکی زمین
لشکر تمازت آفتاب سے غایت درجہ گرم تھی۔ پانی کے ایک ایک قطرہ و بوند کیلئے ترسا
ترسا کر نہایت بیدردی و بیرحمی سے تڑپا تڑپا کر شہید کرا دیا۔ مسجد نبوی کی بیحرمتی کی
مدینہ عالیہ میں زنا عام کا حکم دیا۔ جذب القلوب وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ ہزار کنوارے
خاتونان کو زنا کا حمل رہ گیا۔ مکہ معظمہ کی بے توقیری پر کمربستہ ہوا۔ وغیرہ وغیرہ
آج وہ یزید لعین جو اسلامی حلقوں میں شقی۔ مردود کے خطابات سے یاد کیا جاتا ہے
جسکو لعنت و ملامت کا نشانہ بنایا جاتا ہے جسکی قبر کو پتھر بار بار کر نیست و نابود کر دیا
اب ہم نے اسکی قبر کے مقام پر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں ایک آتشی کارخانہ ہے جس
آگ جلتی رہتی ہے۔ یہ اس اقتدار پرست دشمن خاندان نبوی کی قبر اور مدفن کی حالت
جس کا وقار غضب الٰہی نے اس طرح برباد کر کے یہ عبرتناک نظارہ دنیا کے آگے رکھا
کہ بعض نام کے مسلمان ابتک اُنکی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔ ایسے پکا مسلمان بتاتے ہیں
اس کے ملعون ہونے میں مشکوک ہوتے ہیں۔ ہم تو شرح عقائد نسفی کے ہم صفیر ہیں
کہ نحن لا نشک فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللّٰہ علی انصارہ و اعوانہ۔ حافظ
ابن حجر نے تقریب میں اسکے تاجدار ہونے کا ۶۰ھ اور فوت کا ۶۴ھ لکھا ہے
اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ وہ کسی اسلامی روایت کے بیان کرنے کی لیاقت و اہلیت نہیں رکھتا
اس کے بعد ہم نے تمام زیارات سے معیت حضرت ممدوح جو دمشق اور گرد نواح میں تھیں

فائز ہوئے۔ حضرت شیخ اکبر عارف محی الدین عربی۔ انکے دو فرزند رشید پاشا
محمود پاشا۔ امام سرخسی۔ سید ابوالحسن رشیدی۔ مقام اربعین ابدال اور
اصحاب کہف۔ جنکا ذکر قرآن شریف کی سورہ کہف میں ہے۔ یہ دو مقام معتبر کہ شہر
کے ایک گوشہ میں پہاڑ کی اونچی چڑھائی پر ہیں۔ اس پہاڑ کی تحتی میں گویا ایک
علیحدہ آبادی ہے جو صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔ پھر دمشق کے عجائب گھر
کو دیکھا۔ وہاں سلاطین ماضیہ کے قوی ہیکل بت۔ اور سکہ ہائے ازمنہ مختلف
اور قسم قسم کے آلات حرب و اشیائے نفیس مثل قالین و پارچات و ظروف
و زیورات کے نمونہ نہایت ترتیب سے آراستہ الماری ہائے خوبصورت میں
پیراستہ تھے۔ اسیطرح سے قرآن شریف خطوط گوناگون و قطعات نے قلموں
بھی موجود تھے۔ پھر محمل خانہ دیکھا۔ اس کے بعد مشہد حضرت زینب خاتون پر جو
ہمشیر عینیہ حضرات حسنین شریفین کی ہیں۔ جو دمشق سے چند میل کے فاصلہ
پر ہے اور زینبیہ کے نام سے مشہور ہے گئے۔ اول مسجد زینبیہ میں مغرب کی نماز ادا
کی بعد ازاں مشہد مقدس پر فائز ہوئے۔ بہت ہی عالی مقام ہے۔ انوار الہی برستے
معلوم ہوتے ہیں۔ زائرین اور زائرات کا تانتا رہتا ہے۔ اس زیارت پر یہ تصور بندھ
گیا کہ اس حجرہ میں اسد اللہ الغالب کی وہ لخت جگر آرام فرماتی ہیں۔ جو لٹنے والے کاروان
کی سیدہ تھیں۔ جو جلنے والے خیموں کی مالکہ تھیں۔ یہی وہ شجاع خاتون تھی۔
جس نے انتہائے ظرفات اللہ اپنے بہادر مگر مظلوم بھائی امام حسین کو خدا کی راہ میں
سر کٹانے کے لئے ہتھیار پہنا کر مقتل میں بھیجا۔ یہ وہ صابرہ شہزادی ہیں جنکی آنکھوں
نے بنی فاطمہ کی سر کٹے لاشوں کا روندا جانا دیکھا۔ یہ وہ نبی رحمۃ للعلمین کی بیکس نواسی

ہیں۔ جو کربلا سے دمشق تک اپنے بھائی بھتیجوں کے کٹے ہوئے سروں کو نیزوں کی
نی پر دیکھتے ہوئے۔ حضرت سکینہ خاتون اور بے بس قیدیوں کو دل پر پتھر رکھ کر
صبر کی تلقین و تسلی دیتی رہیں۔ یہ وہ جری شہزادی ہیں۔ جنہوں نے بنی امیہ کے جابر
اور ظالم سلطان کے دربار میں ایک نہایت مؤثر اور مدلل۔ ولاجواب کر دینے والی تقریر
کی۔ اور دنیا کو صبر۔ استقلال۔ ہمت۔ حق اور صداقت کی پاسداری کا سبق پڑھا دیا کہ
مستورات کا بھی حق ہے کہ مردوں کو سچائی اور حق روی پر ممد اور معاون ہوں گو انکو کبھی
ہی تکلیف کا سامنا ہو۔ الغرض شہد پر آنسو بہاتے ہوئے سلام عرض کئے اور زیارت
کیں اور کلام رب العالمین کے ابیات پیش کرتے ہوئے تودیع کی اور تقبیل عتبات کا شرف
حاصل کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ لیکن یہ تبلانا بھی ضروری ہے کہ دمشق میں یہ مشہد
مشہور ہے۔ بیزار و متبرک۔ لیکن نور الابصار و اسعاف الراغبین میں مشہد زینبیہ
قناطر السباع من مصر تبلایا ہے۔ واللہ اعلم

پھر باقی صحابہ کرام و اولیاء عظام مدفونین دمشق کی زیارات کر کے بروز دو
شنبہ ۹ جون ۳۲ء کو دمشق سے بیت المقدس کی روانگی کی تیاری ہوئی
تمام بھی خواہان حسن سے میل ملاقات دمشق میں ہوئی تھی وہ مشایعت اور اسٹیشن پر
پہنچانے کے لئے ساتھ ہوئے۔ مسٹر مصطفٰے اور انکے رشتہ دار مقدم الذکر نے
اسٹیشن کا تمام کام۔ لیکر سے بدلا تانگوں کا خرید کرنا۔ اور سامان کو باقاعدہ ٹکٹ
معہ بیج سوار کرانا۔ یہ سب اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ جسکو انہوں نے بخوبی انجام دیکر
۹ جون ۳۲ء ۷ بجے صبح بروز دوشنبہ بلا لگر روانہ ہوئے۔ ریل کا راستہ
نہایت سبزہ زار پہاڑوں کے دامن میں ہے۔ ۱۱ بجے جس پہاڑ دو طرفہ

گزرے وہ ایک حیرتناک ہے۔ وہ دو تو پہاڑ بہت ہی اونچے یعنی منہ الانہار کے قبیلہ سے ہیں یہاں شاید بسواں سٹیشن حسبر المجامع ہے۔ اسیطرح ٹرین پہاڑ و نکے دامن میں زلف کیطرح بل کھاتی ہوئی ناگن بنکر چلتی رہی۔ اِسی رستہ میں پانچ چھ غاریں بھی آتی ہیں جنمیں سے گزرتے ہوئے عجیب حیرت نما حالت ہوا کرتی ہے۔ اسی رستہ میں ہمارے رفیق منشی فیض بخش کے مصنوعی دانت بے احتیاطی سے تھوکتے ہوئے گر گئے۔ بوقت شام ہم بفضلہ تعالیٰ دمشق سے چھبیسویں سٹیشن حیفا پر پہونچے۔ تمام مسافر یہاں اتار دیئے گئے۔ شب باش وہیں ہوئے۔ ۱۰ جون کے دس بجے پھر سوار ہوئے۔ چونکہ اس آنیوالے رستہ میں پہاڑوں کے چکردار رستہ کے علاوہ اس رستہ کا صعود۔ ہبوط نہایت خطرناک ہے۔ اسلئے ٹرین کے آگے پیچھے دو انجن لگائے گئے تھے۔ المختصر حیفا سے سترھویں اسٹیشن قدس پر دوپہر کے بعد ۲ بجے پہنچے۔ اور ظہر کی نماز سٹیشن پر پڑھتے ہوئے بسواری موٹر ان سیدھے تکیہ ہندی میں گئے۔ یہاں کا متولی شیخ احمد ہے۔ اس تکیہ میں مکانات عمدہ ہیں جس مکان میں ہمارا قیام ہوا نہایت عمدہ تھا ادھر ادھر کمرے تھے۔ صحن بہت ہی وسیع تھا۔ اس میں ایک کنواں اور مسجد بھی آراستہ پیراستہ ہے۔ عصر کی نماز اسی مسجد میں ادا کی۔ پھر مسجد اقصےٰ میں گئے مغرب کی نماز اسی مسجد میں ادا کر کے محراب ذکریا علیہ السّلام و محراب خضر ع کو دیکھا وضو کی زیارت بھی کی اور تمام دور دراز حرم کو دیکھا۔ تفصیل آگے آتی ہے۔ مقام دعا ذکریا علیہ السّلام جو بطلب فرزند صالح انہوں نے کی تھی جسکا مفصل ذکر قرآن مجید کی سورہ مریم کی شروع میں ہے دیکھا۔ علاوہ اسکے اور مقامات اور زیارات بھی کرتے رہے۔ عشا ہو گئی نماز پڑھکر واپس مقام رہائش پر پہنچے

تمام دن کے تھکے ماندہ تھے۔ کھانا کھا کر سو گئے۔

بیت المقدس شریف

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ سَمِیْعُ الْبَصِیْر

وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندہ محمد کو راتوں رات مسجد الحرام یعنی کعبۃ اللہ سے مسجد اقصےٰ یعنی بیت المقدس تک لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے دنیا و دین کی برکتیں دے رکھی ہیں یا معراج سے پہلے اس ارضی سیر کرانے سے یہ مقصود تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے بعض آثار و نشان دکھلا دیں کہ مکذبین معراج پر حجت قائم ہو۔ تحقیق وہ خدا پاک سمیع و بصیر ہے۔ مسجد اقصےٰ سے بالاتفاق بیت المقدس مراد ہے۔ جس طرح عبدہ سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور مسجد حرام سے مراد کعبۃ اللہ ہے۔ آیا تھا سے دینی و دنیاوی برکتیں مراد ہیں۔ دنیاوی یعنی ثمار۔ انہار۔ اشجار مختلف الاقسام وغیرہ دینی یعنی یہ مقام قدس مقر انبیا علیہم السلام اور نزول ملائکہ اور وحی سے معزز اور ہمارے شاندار نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیا علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے۔ اور قیامت کے حشر و نشر کا بھی یہی مقام معین ہے۔ مختصر تاریخ بیت المقدس کی یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اس کی تعمیر شروع اور سلیمان علیہ السلام نے اسکو مکمل کیا۔ داؤد علیہ السلام کی ولادت ۳۲۳۲ سنہ ہبوط آدم علیہ السلام سے بتلائی جاتی ہے۔ ہبرون مقام پیدائش دکھلایا گیا ہے۔ ۳۰ برس کی عمر میں قدس کے مقام میں تشریف لائے اور شام کے علاقہ ارض فلسطین

بلاد عمان۔ حلب وغیرہ اور بلاد ارمن کو فتح کیا۔ ۴۰ سال سلطنت کی اور ۷۰ برس کی عمر میں سلیمانؑ کو بیت المقدس کی تعمیر مکمل کرنیکی وصیت فرماتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۵۰۳ سال کے بعد جان بجان آفریں سپرد کی۔ آپکی ولادت کے سال میں کیقباد کی سلطنت تھی۔ ان کے بعد سلیمان مالک تاج و تخت ہوئے۔ ۷ برس میں بیت المقدس کی عمارت تمام ہوئی۔ بیت المقدس کی بلندی ۳۰ ذراع۔ اور طول ۶۰ ذراع اور اور عرض ۲۰ ذراع تھا۔ اور خارج البیت جو دیوار محیط تھی اس کی پیمائش ۵۰۰ ذراع لکھی ہے۔ داؤد و سلیمانؑ کے حالات نبوت و سلطنت کے متعلق بہ اذکار قرآن مجید کے مختلف مواقع پر موجود ہیں۔ قارئین کرام دیکھ سن سکتے ہیں۔ پھر یہ بیت المقدس کئی بار منہدم ہوا۔ اور کئی دفعہ بنایا گیا جسکی مختصر تفصیل لقطۃ العجلان میں بھی موجود ہے ہم نے بھی مذکورہ بیان منتقطہ سی کتاب سے اخذ کیا ہے واللہ اعلم۔ اسلامی زمانہ میں یہ مقدس شہر اسلام کے اعلیٰ فاتح حضرت امیر عمر فاروق اعظم ثانی مسند نشین نبوت کے خلیفہ حق عدالت مآب عہد میں بایں طور قبضہ میں آیا کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح سپاہ سالار جیش شام کے انتہائی اضلاع فتح کر چکے تو بیت المقدس کا رخ کیا۔ عیسائیوں نے بہت ہار کر صلح کی درخواست کی۔ اور مزید اطمینان کے لئے یہ شرط اضافہ کر دی کہ امیر عمر خود تشریف لائیں اور معاہدہ صلح انکے ہاتھوں سے لکھا جائے۔ ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو لکھا۔ کہ بیت المقدس کی فتح آپکی تشریف آوری پر موقوف ہے فاروق اعظم نے مشورہ کرنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ یا امیر عثمان کو علی اختلاف الروایات اپنا جانشین قائم مقام مقرر کر کے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ اور نہایت سادگی سے روانہ ہوئے۔ دیگر جاہ و جلال کے سامان تو ایک طرف معمولی خیمہ و ڈیرہ تک

www.musapakshaheed.com

بھی نہ تھا۔ گھوڑے پر سوار اور چند مہاجر و انصار ہمراہ تھے۔ بایں سادگی و بے سامانی جہاں یہ آواز پہنچ جاتی کہ فاروق اعظم نے مدینہ عالیہ سے شام کا ارادہ کیا وہ زمین دہل جاتی۔ سرداروں کو مطلع کیا جا چکا تھا کہ مقام جابیہ میں آکر ملیں۔ چنانچہ حسب اطلاع وہیں دربار منعقد ہوا۔ پھر دمشق شہر کے قریب پہونچے تو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہوکر چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ غوطہ کا دلفریب سبزہ زار منظر اور دمشق کے بلند اور شاندار مکانات سامنے تھے۔ دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ الغرض معاہدہ خود امیر عمر رض کی موجودگی میں لکھا گیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیاء کے لوگوں کو دی۔ یہ امان انکے مال و جان۔ گرجا۔ صلیب۔ تندرست۔ بیمار اور انکے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائیگی۔ اور نہ وہ ڈھائے جائینگے۔ نہ انکو یا ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائیگا۔ نہ انکی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائیگی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسیکو نقصان پہونچایا جائیگا۔ ایلیا میں انکے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ اور یہ فرض ہے کہ شہروں کی جزیہ دیں۔ اور یونانیوں کو نکالدیں۔ اور یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلیگا۔ ان کی جان و مال کو امن ہے۔ تا آنکہ وہ جائے امن میں پہونچ جائے۔ اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے تو اسکو بھی امن ہے اور اسکو جزیہ دینا ہو گا۔ اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لیکر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو اسکو اور انکے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے۔ اس پر خدا کا رسول

خدا کا۔ خلفاء کا مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔
اس تحریر پر گواہ خالد بن ولید۔ عمرو بن عاص۔ عبدالرحمن بن عوف۔ معاویہ بن ابی سفیان
سنہ ۱۵ھ "الفاروق"

معاہدہ کی تکمیل کے بعد امیر المومنین بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ پہلے مسجد میں گئے محراب داؤد کے پاس پہنچکر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا پھر عیسائیوں کے گرجا میں آئے ادھر ادھر پھرتے رہے۔ پھر لوگوں کی شکایات اور ضروری احکام کا فیصلہ واجرا کرتے ہوئے ایک دن مسجد اقصیٰ میں گئے۔ کعب احبار کو بلا کر پوچھا کہ نماز کہاں پڑھی جائے۔ مسجد اقصےٰ میں ایک پتھر ہے جو انبیاء سابقین کی یادگار ہے اسکو صخرہ کہتے ہیں۔ یہودی اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح مسلمان حجر اسود کی۔ کعب نے کہا کہ صخرہ کی طرف نماز پڑھی جائے۔ حضرت عمر رضنے فرمایا کہ ابتک تم میں یہودیت کا اثر باقی ہے اور اسی کا اثر ہے کہ تم نے صخرہ کے پاس آکر جوتی اتار دی:-

۱۱ رجون کی صبح کی نماز مسجد اقصےٰ میں جاکر پڑھی اور زیارات کیے۔ اس مسجد کے وسیع احاطے میں بیچوں بیچ ایک گول گنبد کی بلند عمارت ہے۔ جس کے چاروں طرف کئی دروازے اور جالیدار کٹہرے ہیں۔ صخرہ کی نچلی زمین وہی اصلی ہے جو آجتک محفوظ ہے یہ وہی زمین ہے جسپر شب معراج حضرت محمد رسول اللہؐ نے قیام کرکے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی یہ وہی مقام ہے۔ جہاں براق باندھا گیا۔ یہ وہی بقعہ ہے جہاں سے صعود الی السماء یعنے معراج ہوا۔ ان سب مقامات کی ہم نے بمعیت حضرت ممدوح زیارت کی۔ صخرہ ایک پتھر کی چٹانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہوا میں معلق تھی۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے

کہ پتھر ہوا میں معلق تھا چونکہ ایکدفعہ ایک عورت حاملہ اس کے نیچے آئی تو صخرہ کو ہوا میں
معلق دیکھکر ایسی خوف زدہ ہوئی کہ وضع حمل ہوگیا۔ بایں وجہ اس پتھر کے نیچے دیوار
کھڑی کردی گئیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دیواریں متصل صخرہ نہ تھیں صخرہ ہوا
ہی میں معلق تھا۔ لیکن ہمکو تو اب متصل معلوم ہوتی تھیں۔ المقصود اس کے قریب ایک چھوٹا
قبہ ہے جس میں رسول اللہ کا قدم مبارک ہے جس پاں کی زیارت ہے۔ اس کی ہم نے با
کمال زیارت کی چوما۔ چاٹا۔ لیکن پھر واپس ملتان آکر تحقیق کے لئے کتاب بینی کرتے
ہوئے معلوم ہوا کہ یہ مصنوعی ہے۔ علامہ علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں۔ کل
فی الصخرۃ فھو کذب و القدم الذی فیہا کذب موضوع مما عملہ ایدی المزورین یعنی
تمام احادیث جو صخرہ کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہیں وہ جھوٹی ہیں۔ اور جو قدم اس پر
بنا رکھا ہے وہ بھی جھوٹا اور بناوٹی ہے جو مزورین کے ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے۔ ہاں
یہ صحیح ہے کہ یہ صخرہ یہود کا قبلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے بخواہش و پسندیدگی
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ بیت الحرام سے بدل دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید
کے پارہ دوم کی ابتدا میں مذکور ہے۔ دیکھو۔ فلنولینک قبلۃ ترضیھا یعنی اے نبی
محبوب التحویل قبلہ کی خواہش و انتظار میں آپکا منہ پھیر پھیر کر آسمان کی دیکھ کر اسی قبلہ کی
طرف پھیر دینے کا حکم دیتے ہیں جیسے جو تم چاہتے اور پسند کرتے ہو۔ ہاں مسجد اقصیٰ کی
فضیلتیں کہ جو اس میں نماز پڑھے وہ گناہوں سے پاک ہو جائے اور یہ کہ مومنین
فتنہ یاجوج ماجوج سے یہاں پناہ گزیں ہونگے۔ اور یہ بھی امام مہدی علیہ السلام مع جماعت
کے یہاں متحصن ہو کر عیسے علیہ السلام کی انتظار کرینگے اور وہ منارہ دمشقی سے نزول کرکے
یہاں تشریف لائینگے۔ دجال قتل کیا جائیگا۔ اس مسجد میں امام مہدی علیہ السلام کے

مقتدی ہو کہ نماز پڑھیں گے۔ شد الرحال ہیں بھی اس مسجد کا دوسرا نمبر ہے۔ گو مسجد نبوی م اس مسجد سے افضل ہے۔ (علی قاری موضوعات کبیر)

المقصود ہم نے تمام زیارتیں مسجد کے اندرونی اور بیرونی جو مشہور تھیں بفضلہ تعالیٰ کیں۔ عبادہ بن صامت رضہ وغیرہ صحابیان رضہ بایزید بسطامی مولانا روم وغیرہ۔ حافظ ابن حجر نے عبادہ مذکور کی وفات رملہ میں تبلائی ہے جو ۷۲ برس کی عمر میں ۳۲ھ میں فوت ہوئے (تقریب) بعد ازاں ہم سب بمعیت حضرت ممدوح خلیل الرحمٰن گئے جو بیت المقدس سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ نہایت خوش مقام ہے۔ انوار الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اچھا خاصہ قریہ ہے۔ علامہ قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ مشہد سیدنا ابراہیم م اسی قریہ میں ہے لیکن بقعہ مخصوصہ میں نہیں۔ واللہ اعلم

مشہد ابراہیمی نہایت مصفا زینت دار مقام ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت اسحٰق۔ حضرت یعقوب و یوسف علیہ السلام لیٹے ہوئے بتلائے جاتے ہیں۔ اور بی سارہ بی رفقہ۔ بی لائقہ کی مزارات بھی ہیں۔ ان حضرات ثلاثہ کی قبور کا ظہور ۵۱۳ھ میں اس طرح ہوا کہ سامیاں کھلی ہوئی تھیں خلق کثیر نے جا کر زیارتیں کیں۔ اجساد شریف صحیح و سالم تھے حج الکرامۃ کی اپنی عبارت یہ ہے کہ در سنہ پانصد و سیزدہ قبر ابراہیم خلیل اللہ و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام بقرب بیت المقدس نمایاں گردید و خلقے کثیر آنرا دید۔ ہنوز اجساد شریف الشیان بوسیدہ نشدہ و در مغارہ کہ نزد قبور بود قنادیل ذہب و فضہ یافتند۔ ابن اثیر در کامل گفتہ کذا ذکرہ حمزۃ بن اسد التیمی فی تاریخہ۔ پھر اس مقام سے شرفیاب ہو کر واپس آئے کلیسہ مریمیہ جسے بیت اللحم کہتے ہیں جو ایک پہاڑ کے قریب ہے دیکھنے

ملہ مولانا روم ۶۷۲ھ میں قونیہ میں مدفون ہوئے ۱۲

وہ نہایت عالیشان بنا ہوا اور سجا ہوا ہے۔ پھر شہر میں آکر حضرت داؤد علیہ السلام
کی زیارت کی۔ پھر ایک حجرہ یا قبہ میں مجاہدین اصحاب سلیمان و سیدنا عکاشہ
کی زیارت کی۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ کون عکاشہ ہیں۔ جو عکاشہ بن محصن ہیں۔ وہ جلیل القدر
صحابی ہیں۔ انکے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ اجمل الرجال یعنے نہایت خوبصورت تھے
انہیں رسول اللہ نے بغیر حساب بہشت میں فائز ہونیکی بشارت دی تھی۔ یہ وہی عکاشہ
ہیں۔ جنپر بہتان باندھی ہوئی روایت کو۔ رسول اللہ سے قصاص لینے کے بارے
میں واعظین جہلا کلابیاں بنا کر مجلس گرماتے ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ لا ادوا ضعفا فی
شرح شفا علی قاری) یہ حضرت عکاشہ رض زمہ میں بخلافت صدیق اکبر رض مقتول ہوئے
کما فی المعارف لابن قتیبہ۔ دمشق و بیت المقدس میں بہت زیارتیں مشکوک بھی ہیں۔ پھر
بیت المقدس میں ایک معلم صاحب نے ایک کتاب نہایت عمدہ جس میں لکھا ہے۔ کہ حرم شریف
قدس کا طول قبلہ کی طرف ۶۶۰ ذراع اور عرض جانب المشرق ۴۰۰ ذراع۔ اور دس
یعنے دروازہ ہائے۔ جار شدہ۔ اور صحن کے وسط میں ایک خوبصورت قبہ ہے۔ جس میں
حجرہ صخرہ بھی شامل ہے۔ اس قبہ کے چاروں طرف چار دروازہ ہیں۔ شمالی دروازہ کو باب الجنۃ
کہتے ہیں۔ اسی طرف صخرہ کا قیام ہے۔ اور اس قبہ کا طول ۳۵ ذراع اور عرض ۲۰۹
ذراع ہے۔ عمود اور ستونے اسمیں چالیس ہیں۔ جنپر وہ عمارت قائم ہے اور اس کا بانی
عبد الملک مروان تاجدار بنی امیہ تبلایا ہے۔ اور وہ مسجد جو حرم شریف کے داخل قبلہ کی جہت
میں بہت ہی خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ جسمیں جمعہ جماعات ہوتی ہیں۔ یہ بھی تاجدار
مذکور کی یادگار ہے۔ گو بعد میں سلطان نور الدین بھی کچھ حصہ دار ہے۔ اس مسجد کے شمال
میں سور البلد ہے اور اسی کے پاس ہی دو مسعود دروازہ ہیں۔ جن پہ دو قبہ خوب کے

www.musapakshaheed.com

برجوں کیطرح ہیں۔ اُن دروازوں کا نام ذہبیہ و دہبیہ ہے اور اسی کے قریب تھوڑے فاصلہ پر مقام کرسی نشینی سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ اور ساتھ ہی اصطبل سلیمانیہ کا مقام ہے اور اس کے پاس ایک حجرہ بھی ہے۔ جسے سریہ عیسےٰ کہتے ہیں۔ قدس سے بیکنیم گھنٹے کے فاصلہ پر قبر سیدتنا مریم تبلائی ہے۔ پھر مدفن حضرت سلیمان۔ نوح۔ لوط۔ یونس اور فاصلہ پر خلیل الرحمٰن علیہم السلام اور صحابہ کرام و اولیا کرام کے مشاہد و مراقد کا ذکر کرتے ہوئے جو تحقیق طلب ہیں، بیت اللحم۔ محل ولادت عیسےٰ علیہ السلام کا بھی نشان دیکر تفصیل کی کتاب المرشد کی طرف توجہ کرنیکی ہدایت کی ہے۔ جو اس مخصوص فن میں مطول کتاب ہے۔ انتہی واللہ اعلم

بیت المقدس کا شہر بہت زیبا اور بڑا شہر ہے بازاریں عمدہ اور سجی ہوئی ہیں تجارت کا بازار گرم رہتا ہے۔ پیشہ وروں کے دکانات بھی سجے ہوئے ہوتے ہیں۔ نائی کے دکان جن پر مزین لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اُسے بھی دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ دکان کے چاروں طرف طویل آئینہ چسپاں ہوتے ہیں۔ کرسیاں موزوں طریقہ پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ حجامت کرانے والا کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ نائی کھڑا ہو کر حجامت کرتا ہے۔ معمولی آدمی سے عام اجرت لہر مقرر ہے۔ میوہ جات بکثرت ہوتے ہیں ہوٹلوں میں عجیب آراستگی ہوتی ہے۔ ہر وقت بارونق دیکھے جاتے ہیں۔ اس شہر کے بسنے والے اچھے خاص لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ ٹھنڈا ملک ہے۔ جون میں لباس گرم کی ملاوٹ ضرور ہوتی ہے۔ پسینہ کا نام نہیں ہوتا۔ رات کو بستر پر دولائی اوڑھنی کی موسم گرما میں ضرورت ہوتی ہے۔ پانی میٹھا سرد ہوتا ہے یہودیوں کی کثرت ہے۔ نصاریٰ دوسرے درجہ پر آباد ہیں۔ مسلمانوں کا تیسرا

www.musapakshaheed.com

انبر ہے۔ زبان سب کی وہاں عربی ہے۔ ہمکو تو سب قسم کے ملنے والے کریم الاخلاق
معلوم ہوتے تھے۔ افسوس ہے کہ ہم اس شہر میں بایں وجہ نہ ٹھہر سکے کہ عمان سے
اطلاع موصول ہوئی کہ خمیس کی شب یعنے ۱۱ جون کی شام کو عمان سے مدینہ طیبہ
چلنے والی ٹرین روانہ ہوگی۔ یہ ۱۱ جون کی ۲ بجے کا وقت تھا۔ ہم اسیوقت موٹریں
منگاکر سوار ہوئے۔ حضرت ممدوح نے بوجہ آگے پیچھے ہوجانے موٹروں کے دمشق
کے رستہ میں تکلیف اٹھائی ہوئی تھی یہ تہیہ کرلیا تھا کہ میری موٹر سب سے
پیچھے ہوا کرے۔ تمام رفیقوں کی موٹر چلے گئے۔ لیکن میاں چراغدین کی موٹر رستہ
میں بگڑ گئی حضور ممدوح نے بھی اپنی موٹر وہیں رکوادی۔ موٹر خراب شدہ کے
بنانے میں بہت وقت صرف ہوا مگر حضرت ممدوح نے رفاقت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ تمام
موٹر اسی دن کی شام کو سٹیشن عمان پہ پہونچ گئے۔ سیٹھ جمعہ نے سٹیشن ماسٹر سے
منت سماجت کرکے دو گھنٹہ تک ٹرین کو رکوایا اور انتظار میں رستہ جھانکتا رہا
آخر کار حضرت ممدوح کے پہنچنے سے ۵ منٹ پہلے ٹرین چھوٹی ہوئی روانہ ہو چلی حضرت
ممدوح بھی پہونچ گئے۔ پھر بھی سیٹھ جمعہ وغیرہ نے ٹرین کے [illegible] کرانے کی کوشش
کی لیکن سٹیشن ماسٹر نے بے بسی ظاہر کی۔ حضرت مخدوم زادہ اسیوقت پولیس افسر کو مل
ملا کر مکان زنانہ۔ مردانہ کا انتظام کرتے ہوئے ایک ہال بھی قبضہ میں کرلیا شب باشی
وہیں ہوئی۔ عمان ایک چھوٹا سا قدیمی شہر ہے۔ جو داؤد علیہ السلام کے زمانے
پہلے کا ہے۔ جیسا کہ ہم تحریر کر آئے ہیں۔ اسلامی زمانہ میں خود حضور سراپا نور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جو توقیعات و فرامین اطراف کے شاہان والیان
ملک کی طرف سے بھیجے گئے تھے جیسا کہ زرقانی وغیرہ نے قلم بند کیا ہے۔ اسی طرح

www.musapakshaheed.com

عمان کی طرف بھی ایک مکتوب حضرت ابی بن کعب کا لکھوایا ہوا بارگاہ نبوت سے بھیجا گیا اور وہ مطیع ہو گئے۔ چونکہ فصل قضایا۔ اقامت عدل۔ بسط امن۔ رفع نزاع۔ تعلیم احکام اسلامی کا جو انتظام تھا اس کے لئے عمرو بن عاص کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا تھا۔ اب یہ شہر اچھی خاصی حیثیت میں سٹیشن عمان سے ۳ میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ نہریں اور جداول۔ باغات بھی اس کے پاس ہیں۔

ایک عالیشان جامع مسجد بھی اس شہر میں آراستہ پیراستہ فرش سے سجی ہوئی ہی کہا گیا تھا کہ یہ مسجد شریف پاشا صاحب کے اہتمام سے بنائی گئی ہے۔ یہ علاقہ اس وقت زیر نگین امیر عبداللہ صاحب ہے۔ جو شریف حسین والی مکہ کا صاحبزادہ ہے۔ آج مورخہ ۲۶ اکتوبر ۲۴ء کو ہفتہ دو ہفتہ سے پہلے اخباروں میں تواتر ایہ معلوم ہو رہا ہے۔ کہ شریف حسین نجدی سعود کے طائف پر حملہ و قبضہ کر لینے سے حکومت و سلطنت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے جدہ پھر عقبہ اور اب بصرہ میں جا گزین ہونے والے ہیں۔ جن میں یہ شرط بھی ہے کہ وہ کسی سیاسی امر میں دخیل نہ ہوں۔ المختصر امیر عبداللہ سٹیشن کے قریب کے اونچے پہاڑ کے اوپر کھلے میدان میں بیش قیمت خیمہ گاہ بنا کر ایک دستہ فوج کے قیام کیا ہوا ہے۔ القصہ ہم مذکورہ مکانات سٹیشن میں شب باش اور مقیم ہوئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹرین پھر تین یوم کے بعد مدینہ عالیہ کو جائیگی۔ ہم گھبرائے بھی اور محزون بھی ہوئے کہ بیت المقدس بھی چھوڑا۔ اور ٹرین مدینہ بھی کھو بیٹھے۔ عمان میں کوئی زیارت بھی نہیں کہ اس سے فیض یاب ہوتے۔ بے بسی سے قیام ہی کرنا پڑا۔

۱۲۔ جون کی صبح کو حضرت مخدوم زادہ صاحب موٹر پر سوار ہو کر سیر کو نکلے متوطن اہلکاروں افسران فوج سے ملاقات ہوئی۔ وہ سب آپکی محبت میں لٹو ہو گئے اور

اور آپکی مخدومیت اور شرافت اور سیادت۔ خصوصاً حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کی
اولاد ہونیکا تذکرہ سنکر فدائی بھی ہو گئے۔ فوج کے افسر مسٹر کمال بے نے اسیوقت
آپکو ہمراہ لیجاکر امیر عبداللہ سے ملاقات کرائی۔ اور اُن کے حالات و مدارج سے بخوبی واقف
کیا۔ اور ساتھ ہی حضرت ممدوح کی صلاحیت و خداشناسی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی
گوش گزار کیا کہ وہ بارادہ حج مبارک و زیارات اس رستہ سے بمعہ اپنے اس صاحبزادہ
بلند اقبال اور مستورات و خُدّاموں کے جنکی تعداد ۴۰ کے قریب ہے تشریف فرما ہیں
جناب امیر عبداللہ صاحب اردو سے ناآشنا اور مخدوم زادہ صاحب عربی کے
ماہر نہ تھے۔ بذریعہ ترجمانی افسر مذکور انگریزی گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں امیر صاحب
نے حضرت ممدوح سے ملاقات کرنیکی خواہش ظاہر کی۔ اور مجلس برخاست ہوئی۔
ہنوز مخدوم زادہ صاحب واپس آکر یہ ماجرا سنا رہے تھے کہ افسر مذکور نہایت
عمدہ موٹر لیئے ہوئے آپہنچا کہ حضور امیر عبداللہ صاحب حضرت مخدوم کی ملاقات کے
متمنی اور منتظر ہیں۔ اور یہ فرمایا ہے کہ اگر جناب کے ساتھ اگر کوئی عربی دان ہو تو
وہ بھی ہمراہ لائیں اور یہ بھی کہ امشب کا کھانا ہمارے ہاں ہوگا جو ہم باہم ملکر
کھائیں گے۔ حضرت ممدوح پہلے تو یہ سنکر ہچکچائے کہ اس تقریب سے جانا مناسب ہے
یا کیونکر۔ آخر اپنے صاحبزادہ کی ترغیب پر کاتب الحروف کو اعزاز معیت سے ممتاز فرماتے
ہوئے۔ سوار ہوئے۔ جس پہاڑ پر امیر عبداللہ صاحب کا قیام ہے وہ بہت اونچی
ہے۔ اسپر موٹر جانیکا رستہ بھی بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلدار چڑھائی
تھی۔ لیکن ڈرائیور فاباس کہتے ہوئے دھڑاکے سے موٹر چلائے گیا۔ جس وقت
ہم اوپر جاپہنچے تو اس وقت وہ پہاڑی میدان گھڑ دوڑ کی نزہت گاہ بنا ہوا تھا

اور امیر صاحب بمعہ چند لشکریان درگاہ عمدہ خوبصورت کرسیوں پر بیٹھے ہوئے نظارہ کر رہے
تھے۔ ہمارے موٹر کو دیکھتے ہی خود دولت نے معہ ہمراہیان عالیقدر استقبالیہ رسم
ادا کی اور آگے نہایت محبت سے ملے۔ اور چند الفاظ دلآویز ملاقاتی اہلاً وسہلاً فرماتے
ہوئے گھڑدوڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اتحبون ھذا۔ کیا آپ گھڑدوڑ دیکھنا
پسند کرتے ہیں۔ جس کا جواب ہوا کہ (نعم) ہاں۔ کرسیاں پہلے سے موجود رکھی تھیں
اپنے پاس جا کر بٹھایا۔ چونکہ اس دوڑ میں ان کے دو صاحبزادہ بھی شامل تھے۔ ایک
کی عمر قریباً دس سال اور دوسرے کی تخمیناً سولہ سترہ سال ہوگی۔ جو اسپ رانی کے جوہر
دکھلا رہے تھے۔ حضرت ممدوح کو ان کی طرف متوجہ کر کے بتلایا کہ یہ دونوں میرے لڑکے
ہیں۔ ان کی درازی عمر و قابلیت علم و اعمال حسنہ کی دعا کیجیے۔ نصف گھنٹہ تک یہ
نظارہ ہوتا رہا۔ مغرب قریب ہو گئی۔ وہ دونوں صاحبزادگان صاحب بھی اپنے
گھوڑوں کو نہایت وقار سے نچاتے کداتے آگئے۔ اور امیر صاحب کے اشارہ پر حضرت ممدوح
سے بغایت ادب و نیاز ملے۔ بڑا صاحبزادہ تو اپنے خیمہ میں چلا گیا چھوٹا صاحبزادہ
نیچے قالین کے فرش پر بیٹھ گیا۔ ہر چند اسے کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا۔ لیکن وہ ہونہار
صلاحیت آثار انکاری رہا۔ اور نہایت رسیلہ لہجہ میں کہا۔ کہ لا یلیق المساوات
بالکبراء والصلحاء۔ یعنے بڑوں اور نیکوں سے مساوات شایاں اور مناسب
نہیں۔ بعد ازاں امیر عبداللہ صاحب نے اپنے شاہی گھوڑے دکھلاتے ہوئے
ایک مادہ اسپ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ یہ حضرت خالدؓ کے گھوڑے کی نسل
سے ہے۔ اسی میدان میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اذان ہو گئی۔ نماز مغرب ادا کر کے
وہ اپنے خیمہ میں لے گئے۔ جس میں چند کمرہ تھے۔ نہایت خوبصورت شاندار سجا

ہوا تھا۔ گفتگو اور ملاقات کے کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ قرینہ سے پہچان گئے کہ ترکی
سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ انت تعرف عربیۃ المروجۃ ام الکتابیۃ یعنے مروجہ عربی
کا واقف ہے یا کتابی عربی کا۔ جسکا جواب یہ ہوا کہ کتابی عربی کسیقدر جانتا ہوں
پھر اُنہوں نے سفر کی کلفت وغیرہ کے حالات دریافت کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ
میں آپکو دیکھکر خوش ہوا ہوں۔ زیادہ خوشنودی کا باعث یہ بھی ہے کہ آپ اور میں
دونو حسینی سادات بھائی بھائی ہیں۔ پھر ہندوستان پنجاب کے خیالات مصطفے
کمال کا ذکر کیا کہ لوگ مصطفے کو حامی خلافت سمجھتے رہے ہے۔ اب انکو معلوم ہوا ہوگا
کہ کمال نے خلافت کی دھجیاں اُڑائیں نہ صرف یہ بلکہ جن تاریخی مکانات پر خلافت کا
لفظ لکھا ہوا تھا ان کو بھی مسمار اور ویران کر دیا۔ بعد ازاں یہ تذکرہ کیا۔ کہ ہم ترک
سلاطین کی ہمیشہ دست بازو اور فرمانبرداری میں رہے۔ سلطان سلیم
سے لیکر اپنے عہد کے سلطان تک کی مختصر ہسٹری اور ان کے کارنامے
بیان کرتے رہے۔ جسکی ترجمانی ہوتی رہی۔ آخر نوبت باینجا رسید کہ امیر المومنین
(شریف مکہ) نے اپنے زمانہ کے سلطان عبد الحمید کی اطاعت و خیرخواہی و وفاداری
میں تمام طاقت خرچ کی مگر انور پاشا اور نوجوانوں کی پارٹی نے ان کو سریر سلطنت سے
اُتارنے کا تہیہ کر لیا۔ اور اسکو نہایت بیدردی کے ساتھ انجام دیا۔ اس صالح
سعید سلطان کے اُترنے اور معزول ہونے سے جن مشکلات اور تنزلات کا
سامنا ہوتا گیا۔ وہ زمانہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ چونکہ سلطنت کی بنیاد کھوکھلی ہوگئی
ادہر کمزوری پہلے سے رونما تھی۔ جس سلطنت کا سہارا تھا وہ بھی کالمعدوم ہو چلی
اور حکومت برطانیہ کی خوبی آمد ہوئی۔ تو اس وقت ملک کی حالت تباہ خصو

مکہ معظمہ۔ مدینہ طیبہ کے بسنے والوں کی حالت و کیفیت ناگفتہ بہ تھی۔ ترک بستر بوریا لپیٹ کر چلتے ہوئے۔ ایک خمیری روٹی دو روپیہ کو بمشکل حاصل ہوتی۔ اور روپیہ کہاں۔ القصہ امیر المومنین نے یہ حالت معاینہ کر کے بادل نخواستہ بحکم اذا ابتلیت ببلیتین یعنے جب کوئی دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو جو اھون یعنے سہل تر ہو اسکو اختیار کرے۔ بمشورہ چند مبصرین یہ رائے قایم ہوئی۔ کہ عرب کی نازک حالت اس وقت اسی امر کی متقاضی ہے کہ دشمن سے میل جول کر لے (گو یہ داغ و دھبہ رہیگا) حکومت عرب بھی لے لی جائے اور بسنے والونکو بھی دستگیری ہو سکے۔ یہ وجوہ ہیں جن پر ہماری سلطنت حاصل کرنے کی دارومدار ہوئی۔ ہم نے کوئی بغاوت نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ سلاطین ترکوں کے ثناخوان رہے۔ اور ہیں۔ اس تقریر پر مجلس ختم ہوئی۔ کھانے کے کمرے میں گئے۔ شاہی کھانے عجیب کیفیت سے آتے اور کھائے جاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے۔ معلوم نہیں کس کی طرف سے یہ سوال پیش ہو گیا۔ کہ شرعاً خلیفہ ہونے کی کیا شرائط ہیں۔ کاتب الحروف نے ادھر ادھر دیکھا تو سب کی نگاہیں اسی کی طرف تھیں۔ شریف زادہ صاحب بھی اسی طرف متوجہ تھے۔ پھر تو اس بات کا تعجب ہو کہ بجز خلاق عالم جل جلالہ کے کون دستگیری اور معاونت کر سکتا ہے۔ متوکلاً علی اللہ و متوسلاً برسول اللہ لب کشائی کی۔ کہ خلیفہ شرعی ہونیکے لیے تین شرائط مسلمہ جو علما بیان کرتے ہیں۔ انمیں سے ایک یہ کہ وہ قریشی ہو۔ ہاشمی بھی ہو تو احسن۔ اس پر امیر صاحب نے فرمایا نعم یعنے ہاں خوب۔ پھر بیان ہوا کہ وہ صاحب سیاست و قدرت بھی ہو۔ اس کا بھی جواب یہی ہوا کہ نعم۔ پھر ذکر کیا گیا کہ اعظم شرائط یہ ہے کہ وہ بجز احکم الحاکمین عزوجل کسی کے زیر فرمان نہ ہو۔ اسپر تمام مجلس خاموش رہی

کہتے ہیں شریف زادہ امیر صاحب کی پیشانی پر بل آگیا۔ لیکن جو افسر نمائندہ سلطنت میرے پاس بیٹھا تھا۔ اُس نے کھلے بندوں اونچی آواز سے کمترین کو خطاب کرکے کہا احسنت ھذا صحیح حق لاریب فیہ۔ یعنے تو نے بہت اچھا کہا ہے۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد شریف زادہ صاحب نے کاتب الحروف سے خطاب کرکے فرمایا ءانت من العلماء یعنے کیا تم علماء کی جماعت سے ہو اس کا جواب ہوا کہ لا یاسیدی انا من طلبۃ العلوم نہیں میرے آقا میں طالب علموں کے گروہ سے ایک طالب علم ہوں۔ اسکے بعد سناٹے کی حالت میں مجلس برخاست ہوئی۔ اور گفتگو کے کمرے میں واپس آئے۔ باتیں کرتے کراتے رخصت کی استدعا کی۔ شریف زادہ صاحب نے ممنونیت و مشکوریت کا اظہار کیا اور خیمہ سے باہر پہونچکر مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ کل جمعہ ہے شہر میں جمعہ ہوتا ہے۔ اُمید کہ آپ بھی شامل ہونگے۔ حضرت ممدوح انشاء اللہ جواب دیکر رخصت ہوئے۔ موٹر موجود تھا۔ سوار ہو کر مکان پر گئے۔ فللہ الحمد۔ ہاں چلتے ہوئے اُنہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایام اقامت میں پھر بھی ملاقات ہو تو بہتر ہے۔ ۱۲ جون کو جمعہ کی نماز شہر عمان کی جامع مسجد میں جاکر پڑھی مسجد اچھی خاصی شاندار ہے۔ امیر صاحب بڑی شان و شوکت جاہ و جلال سے فوجی باجہ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنیکو آئے ہیں۔ خطیب صاحب خطبہ میں شریف حسین کی سلطنت کے قیام دائمی کیلئے دعائیہ کلمات پڑھتے ہوئے امیر عبد اللہ کی تعریف و توصیف کا حق ادا کرتے ہیں۔

۱۳ جون کو حضرت ممدوح نے امیر عبد اللہ کی دوبارہ ملاقات کی کاتب الحروف چونکہ حضرت ممدوح کے ہمراہ ملنے سے قاصر رہ گیا تھا۔ اثنائے گفتگو میں پوچھا کہ قاضی صاحب

نہیں آئے۔ انکو میرا اسلام کہدینا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں گورنر معان کو تار دونگا وہ راہ میں آپکی معاونت کریگا۔

الغرض ۱۴۔ جون کو ضروری اشیاء جو سفر مدینہ کیلئے مطلوب تھیں شہر عمان سے خرید کی گئیں۔ اور ظہر کی نماز کے بعد مسٹر کمال بے کو دعوت دیگئی۔ اور ٹکٹ مدینہ عالیہ تک خرید کئے گئے۔ فی ٹکٹ ۵ لیرا۔ اور ایک قراں پڑا۔ ۱۵۔ جون کی صبح کو سٹیشن عمان کے ایک میدان میں رسالہ اسپان کی فوجی قواعد کا نظارہ کیا۔ اور عصر کی نماز ادا کر کے ریل پر سوار ہوئے۔ ایک بجے شب کے سٹیشن قطرانہ پہونچی۔ ٹرین یہاں ٹھہر گئی۔ ۱۶۔ جون کی فجر کو معلوم ہوا کہ معان سٹیشن سے آنیوالی ٹرین کا انجن رستہ میں خراب اور بیکار ہو گیا ہے۔ لین رکی ہوئی ہے۔ جب تک وہ ٹرین درست ہو کر نہ آئیگی۔ تب تک اس ٹرین کا چلنا ناممکن ہے۔ اللھم سھل کل صعب بحرمت سید الابرار۔ کا ورد ہوتا رہا۔ اس سٹیشن پر پانی کی قلت تھی۔ یہ تشویش اس گھبراہٹ پر اور اضافہ ہوئی۔ الحمد للہ کہ ظہر کی نماز کے بعد وہ ٹرین آگئی۔ اسکے آتے ہی ہماری ٹرین بفضلہ تعالیٰ روانہ ہوئی۔ ہم ۸ بجے شام سٹیشن معان پر پہونچے۔ غالبًا پاشا گورنر معان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے قیافہ سے معلوم کر کے پوچھا کہ انتم من وفد الامیر الملک عبد اللہ الھاشمی۔ یعنے امیر عبد اللہ کی جماعت آپ ہی ہو۔ جواب ہوا کہ ہاں۔ پھر اُنہوں نے نہایت ادب سے مزاج پرسی کی۔ اور مکان شب باشی کا انتظام بھی کر دیا۔ علاوہ براں اپنا دستخطی ایک مکتوب دیا کہ جس سٹیشن پر آپ کو کسی چیز یا مکان کی ضرورت ہو تو وہاں کے کسی افسر کو یہ دکھا دیا کرو۔ امید کہ آپکو حسب منشاء رہنا سہنا ہوتا رہیگا معنی کہ سید محمد صدر الدین جیلانی قادری کی جماعت کیلئے ہز ہائی نس امیر عبد اللہ المعظم نے اکرام و اعزاز کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ میں خلافت عظمیٰ کے عام

www.musapakshaheed.com

افسروں سے امید کرتا ہوں کہ وہ جماعت مذکورہ کی معاونت و اکرام میں کوتاہی نکریں گے
شب باشی اسی جگہ ہوئی۔ ۱۷۔جون کی صبح کو ٹرین یہاں سے روانہ ہوئی۔ عصر کے وقت
سٹیشن ذات الحج پہونچی شب باشی کا اسی جگہ اتفاق ہوا۔ اس سٹیشن پر مجھکو لشکر جرار
دیکھی، کی جماعت سے بھی بالاتر ہے۔ مسافروں کیلئے شب بیداری کی تنبیہ پر معین
اپنے منصبی کام کو نہایت جانفشانی سے سرانجام دیتا ہے۔ ۱۸۔جون کی صبح کو ۶ بجے پھر
ٹرین روانہ ہوئی۔ ۸ بجے ٹیشن تبوک پہ پہونچی۔ تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ منورہ
اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پر مدینہ طیبہ سے چودہ منزل پر ہے۔ سنہ ۹
ہجری ماہ رجب مطابق ۶۳۰ء میں اس مقام پر غزوہ تبوک واقع ہوا۔
یہ وہی غزوہ ہے جس میں رسول اللہ نے علی المرتضٰے کو مدینہ عالیہ میں اپنا
خلیفہ (قائمقام) مقرر کر کے بنفس نفیس خود بھی تشریف لے گئے تھے۔ یہی موقعہ ہے
جیسے سعد بن ابی وقاص کی زبانی بخاری شریف میں نقل کیا ہے۔ کہ جب رسول اللہ
تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو علی المرتضٰے کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس پر علی المرتضٰے
نے عرض کی کیا آپ مجھے لڑکوں اور عورتوں میں خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ سرور عالم نے جواب
فرمایا کہ۔ الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی
غزوہ تبوک کا مفصل قصہ صحیح بخاری اور اسکے شروح میں دیکھنا چاہیے۔ اس غزوہ کی
نصاریٰ رومیوں نے ڈالی تھی۔ لشکر گراں جمع کیا تھا۔ اور فوج کو سال بھر کی
تنخواہیں تقسیم کر دی تھیں۔ ہرقل کی چالیس ہزار فوجوں کی مدد انکی کا ذکر
ان سب نے اسلامی چراغ کے بجھانیکا تہیہ کر کے تبوک میں ڈیرہ لگا دیا تھا۔ رومی
غسانی خاندان کے عیسائی اور عرب بھی شامل تھے۔ بانی اسلام نے یہ خبر پاکر مدینہ

کرنیکے لئے تیاری کی۔ لیکن گرمی کی شدت اور سامان جنگ کی قلت کا سامنا تھا منافقین
نے تو یہاں تک کوششیں کیں کہ مسلمانوں کو علانیہ یہ کہتے رہے کہ لا تنفروا فی الحر
یعنی گرمی میں نہ نکلو (قرآن مجید) لیکن اسلامی بہادر ان ترّازہ خائیوں سے کب رکتے
تھے۔ سب کے سب در اقدس پر آئے اور اس خدمت سے بوجہ نہوتے سامان کے
مایوسی دیکھکر رونے لگے۔ لیکن باوجود اس کے مالدار صحابہ نے معاونتیں بھی کیں
بڑی بڑی رقمیں لائے۔ امیر عثمان نے تین سو اونٹ پیش کئے پھر بھی بہت سے
مسلمان ناکافی ہونے سامان کے رہ گئے۔ جس کا نقشہ خلاق عالم جل جلالہ نے
سورہ توبہ میں بایں نقش ونگار دکھایا ہے۔ کہ ولا علی الذین اذا ما اتوک الآیۃ
جسکا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ نہ اُن لوگوں پر اعتراض ہے کہ جب وہ آپکے پاس حاضر ہوئے
کہ ہمکو سواری دیجئے اور آپنے جواب دیا کہ میرے پاس سواری کہاں ہے جسپر تمکو سوار
کرسکوں۔ تو اس پر وہ بایں حالت واپس گئے۔ کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے
افسوس کہ ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔

الغرض سرورِ عالم تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جس میں دس ہزار
گھوڑے تھے۔ رستہ میں عبرتناک مقامات یعنی ثمود کے مکانات تراشے ہوئے
تھے۔ چونکہ اس مقام پر عذاب الہی نازل ہوا تھا۔ جیساکہ قرآن مجید میں مذکور ہے
آپنے حکم دیا کہ کوئی شخص یہاں نہ اُترے۔ نہ پانی پیئے۔ (حضرت ممدوح
بھی یہ مقام دیکھتے گئے)۔

تبوک پہنچکر معلوم ہوا کہ وہ خبر گو اصلیت سے خالی نہ تھی۔ لیکن پوری صحیح بھی
نہ تھی۔ جیساکہ بخاری شریف کی کعب کی حدیث طویل سے معلوم ہوتا ہے سرورِ عالم

www.musalmanshaheed.com

نے تبوک میں بیس دن تک قیام کیا۔ ایلہ کا سردار جسکا نام یوحنا تھا۔ حاضر خدمت ہوکر جزیہ دینا منظور کیا۔ اور ایک خچر بھی نذر میں پیش کیا۔ جسکے صلہ میں آپ نے بھی اسکو چادر مبارک عنایت فرمائی۔ عربی سردار اکیدر نامی بھی زیر فرمان ہو گیا۔ تبوک کا انتظام فرماتے ہوئے واپس پھرے اور مدینہ عالیہ کی قریب ہوئے تو وہاں کے لوگ عالم شوق میں استقبال کو نکلے۔ یہانتک کہ پردہ نشینان بھی گھروں سے نکل پڑیں۔ خصوصاً لڑکیاں بھی یہ اشعار گاتی ہوئیں:۔ ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

یعنے وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا۔ جب تک دنیا میں خدا کا پکارنے والا کوئی بھی باقی ہے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ انتہیٰ مختصر۔ تبوک میں جس مقام پر آنحضرتؐ نے قیام کیا تھا سلطان عبدالحمید نے وہاں ایک مسجد بنوائی۔ جس میں ایک کنواں بھی ہے۔ حضرت ممدوح وہاں پیادہ پا معہ ہمراہیان تشریف لیگئے غسل بھی کیا۔ دوگانہ بھی ادا کئے۔ پھر اس زیارتگاہ سے شرفیاب ہوتے ہوئے بستی تبوک کا معائنہ کیا۔ اس بستی کے ساتھ ایک قلعہ ہے۔ اُسے بھی دیکھا۔ اسکے قریب قریب ایک سوت ہے۔ کہا گیا تھا کہ سرور عالم اس میں نہائے تھے۔ آپ نے اس سے پانی نوش کیا۔ واپس سٹیشن پر آکر معلوم ہوا کہ امیر علی والئ مدینہ طیبہ نے آپکی خبر سنکر افسر محطے ہوائی تار سے جواب منگوایا ہے۔ جب تک جواب موصول نہوگا۔ ٹرین نہیں جا سکتی ہم نے اسکو گورنر معان کا مکتوب جاکر دکھایا۔ وہ دیکھتے ہی حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر بلطافت کہا کہ دو گھنٹہ تک تار کے جواب آنے پر رہنے یا چلنے کا عقدہ کھل جائیگا۔ ایک ترکی مکان جو سٹیشن پر عمدہ بنا کا تھا۔ جس میں چند کمرے تھے۔ سونے

اور رہنے کو دیا۔ وہاں قیام کیا ہی تھا کہ اُسی کہلا بھیجا کہ امیر علی سٹیشن معظم پر اُترے ہیں۔ آپ کی ٹرین اسیوقت جانیوالی ہی۔ اسجگہ خالقداد خان سکنہ ضلع مظفر گڑھ رفیق نے ۵ مجیدی کی ایک بکری ﷲ ذبح کرائی۔ تبوک کے بعد سٹیشن مدائن صالح تک پانی نہیں ملتا۔ ۱۹ جون کی شب کو بھی ٹرین چلتی رہی۔ دن کو ٹرین نے رستہ ہی میں تھوڑا توقف کیا تو ہماری ایک رفیقہ مسمات نور سوائی قریشن جسے بعض اوقات جنون ہو جایا کرتا تھا وہ ٹرین سے اُتر کر سیدھی جنگل کو کچھ بھڑکتی ہوئی چل پڑی۔ انجن چلنے کے لئے چیخا۔ حضرت ممدوح نے ڈرائیور کو کہلا بھیجا کہ ذرا توقف کریں اور قریشن کو پکڑوا کر سوار کیا۔ ٹرین روانہ ہو چلی سٹیشن مطالع پر امیر علی صاحب کی ٹرین جسمیں وہ عقبہ جانیکیلئے سوار تھا۔ اور اپنی نشستگاہ کے جھروکے سے جھانک رہا تھا۔ ضروری مکالمہ ہوا۔ ۲۰۔ جون کو تقدیر ایزدی ہماری ٹرین کے انجن کے پہیے حدیدی خط سے اُتر کر زمین میں دھس گئے۔ سنسان جنگل۔ نہ تار نہ سٹیشن۔ نہ آبادی۔ تمام مسافر اُتر پڑے۔ ہل ہلا کر دو پہر کی مقدار پر بفضلہ تعالیٰ معاملہ درست ہوا۔ الحمد ﷲ پڑھتے ہوئے سوار ہوئے۔ ۵ بجے ہیر جدید پر پہونچے۔ اسکے قریب ایک بستی ہی۔ وہاں کی بدوانیاں نقاب منہ پر ڈالے ہوئے اشیاء فروختنی لائے۔ عرب میں زیورات پہننے کا دستور نہیں لیکن یہ بدوانیاں زیوروں سے آراستہ تھیں۔ ۲۱۔ جون کی صبح کو ہم سٹیشن بواطہ پر پہونچے۔ دو تین منٹ کے بعد پھر سوار ہونیکا اعلان ہوا۔ تمام مسافر سوار ہو گئے۔ ۲۱۔ جون ہی کو سٹیشن محیط سے گذرتے ہوئے مسجد النبوی کے منارہ منورہ کا نظارہ ہوا۔ نہایت شوق و انبساط سے صلوٰۃ۔ سلام کی نعرہ ہا بلند ہوئے۔ اور گریۂ اشتیاق سے چشمۂ عین نے موتی برسائے۔ ۹ بجے یوم السبت مدینہ طیبہ کے سٹیشن پر جو مدینہ عالیہ کی آبادی سے ملتا جلتا ہے۔ پہنچے۔ افسر محیط کو مکتوب گورنر حجاز دکھلایا۔ اس بار اس نے

والحین کہتے ہوئے کہا کہ کوئی ضرورت ہو تو بتلاؤ۔ سواریوں کے لئے کہا گیا۔ اس نے
تمام انتظام کر کے ہمیں رباط بہاولپوری تک پہنچوا دیا۔ اس رباط کے محافظ غلام حیدر
خان لودھی خاندان کے مقرر ہیں۔ جو بہت ہی بااخلاق۔ شیریں زبان۔ پرہیزگار
ہیں۔ وہ حضرت ممدوح کے شناسا بھی تھے۔ انہوں نے احسن انتظام سے زنانہ۔ مردانہ
عام۔ خاص مقامات کا مکان منتخب کر کے قیام کرایا۔ دریافت کرنے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ امسال
کوئی قافلہ مکہ معظمہ سے قبل از حج حسب معمول نہیں آیا۔ چند افراد پاپیادہ آئے ہیں اور بس
وضو تو فرما کر کے حضرت ممدوح مسجد نبوی میں زیارت فیض بشارت کی نعمت کے حصول میں
گئے۔ نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی اس میں شامل ہوئے۔ اور ادائے نماز کے بعد نہایت
شوق و اخلاص سے روضہ منورہ کی زیارت کی اور صلوۃ و سلام سے بہرہ یاب ہوئے۔ پھر
شیخین جلیلین ضجیعین یعنے صدیق اکبر و فاروق اعظم کی خدمتیں سلامی تحائف پیش کرتے
ہوئے حجرہ فاطمیہ پہ فائز ہوئے اور زیارت و سلام کے ہدایا پیش کرتے ہوئے جنت البقیع
کو سدھارے۔ وہاں جا کر حضرت عثمان بن مظعونؓ۔ حضرت ابراہیمؑ ابن رسول اللہؐ۔ حضرت
فاطمہؑ بنت اسد۔ حضرت رقیہؑ بنت رسول اللہؐ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔ حضرت
عبداللہ بن مسعود۔ حضرت خنیسؓ بن حذافہ۔ حضرت فاطمہ خاتون جنت بنت رسول اللہ
حضرت امام حسنؑ۔ حضرت امام زین العابدینؑ۔ حضرت امام محمد باقرؑ۔ حضرت امام جعفرؑ
راس الحسینؑ۔ حضرت عباس عم النبیؐ۔ نمبر۷ سے نمبر۱۳ تک کے مراقد شریفہ ایک
ہی قبہ میں جو روضہ عباس سے مشہور ہے۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب۔ مراقد حضرات
امہات المومنین۔ حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ۔ حضرت عائشہ وغیرہ بجز حضرت
خدیجہؓ تمام امہات المومنین کی قبور اسی گورستان میں ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن عثمان

وغیرہم کی زیارات سے شرفیاب ہوئے۔ ۲۲ جون کو کوہ اُحد و زیارات حضرت امیر حمزہ
پر جا کر مشرف ہوئے۔ مسجد مصرع حضرت امیر حمزہ دیکھی۔ پھر مسجد قبا۔ بئر کہ الناقہ۔ مسجد علی
مسجد بتول ع وغیرہ کی زیارات سے اعزاز حاصل کیا۔ ہر شب نمازیں حرم شریف و مسجد نبوی
میں قیام ہوتا تھا۔

مختصر ترجمہ حضرت محمد مصطفیٰ سید الرسل ہادی السبل صلی اللہ علیہ وآلہٖ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ شاہ رسل شفیع امم خواجہ دو کون۔ نور ہر صد
حبیب خدا۔ سیدنا۔ مقصود ذات اوست دگر ہا ہمہ طفیل۔ منظور نور اوست دگر
جملگی ظلام۔ ہر رتبہ کہ بود در امکان بروست ختم۔ ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام۔ بیرون
از طبیعت امکان قدم کہ آں۔ اسریٰ بعبدہ است من المسجد الحرام۔ تا عرش و حجب
کہ انتہائے عالم است۔ کانجا۔ نہ جاست و نے جہت و نے نشان نہ نام۔ سر بستہ است بر
نگوں کردہ انجا مسیح ہاں۔ از آشنائے عالم جاں پرس ازیں مقام۔ جز وے درس مقام
نگنجید ہیچکس۔ او بود۔ ذات پاک خداوند والسلام۔ فتوح ص

قال اللہ تعالیٰ۔ لغیبہ ۲۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ ہم نے آپ کو تمام
جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے۔ اور آپ رحمۃ
للعالمین ہیں۔ شیخ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مجھے حضور کی ذات شریف و صفات
مبارکہ میں تکلم و تحقیق کرنے میں تمام تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ آپ میرے نزدیک متشابہ
ترین متشابہات سے ہیں۔ انکی تاویل بجز خلاق عالم کوئی نہیں جانتا۔ جو شخص جو کچھ
بھی کہتا ہے۔ اپنے فہم و اندازہ علم و دانش کی مقدار پر بیان کرتا ہے۔ اور سب تمام

www.musapakshaheed.com

عالم کے فہم و دانش سے برتر ہیں۔ ع اوبر تراز آنست کہ آید بخیال۔ فرماتے ہیں کہ

حضورؐ جس مرتبہ پر ہیں۔ بجز اللہ تعالیٰ کے انہیں کوئی نہیں پہچانتا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ

کو پہچاننا چاہیئے۔ بجز آپ کے اور کسی نے نہیں شناخت نہیں کیا۔ فتوح ص ۳۴

حضرت صدیقہ رضؓ سے کسی نے اخلاق محمدی سے پوچھا اُنہوں نے جواب دیا کہ کان

خلقہ القرآن۔ کما فی الحدیث الصحیح۔ حضورؐ اظہار تجلیات الٰہی و فیوضات ربانی

بلکہ جمال صمدانی کے مظہر اتم تھے۔ ع

دلبران آئینہ سازند از برائے خویش خاص | تا تماشائے جمال خود در آنجا می کنند

یا صاحب الجمال و یا سید البشر | من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

انا سید ولد آدم آپکی شان ہے۔ بعثت الی الخلق کافتہ۔ میں تمام خلق اللہ کی

طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ کما فی المسلم۔ آدم و من دونہ تحت لوائی۔ آپکا عالیشان نشان ہے

سیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکیں۔ چرخ نادرہ

کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی۔ کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔

لیکن اس مولود مسعود کی ولادت باسعادت کی تاریخ وہ تاریخ ہے۔ جسکی انتظار میں

پیر کہن سالِ دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ ستیارگانِ فلک اسی دن کی شوق

میں ازل سے چشم براہ تھے۔ بقول طیبی سنتہ الابتہاج والسرور ۱۲۔ ربیع الاول

سنہ ۵۷۱ع بروز دوشنبہ وہ نور الٰہی منتظر۔ اول ما خلق اللہ جامہ ناسوتی انسانی

میں بطن حضرت آمنہ سے ظہور پذیر ہوا۔ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ رسول اللہ

کی والدہ فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت شریفہ شام کے محلات دیکھے گئے۔ زمین منور

ہو گئی۔ حضرت عباسؓ اپنے شعر میں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض　　　　واضاءت بنورك الافق

یعنے جب آپ پیدا ہوئے۔ تو زمین منوّر ہو گئی۔ اور آپ کے نور سے اُفق روشن ہو گئے۔

آپکا نام محمدؐ رکھا گیا۔ آپکو اپنی والدہ نے دو تین روز دودھ پلایا۔ بعد ثوبیہ نے جو ابولہب کی کنیز تھی۔ اس کے بعد یتیم عبد اللہ۔ جگر گوشہ آمنہ۔ شاہِ حرم۔ حکمرانِ عرب فرمانروائے عالم۔ شہنشاہِ کونین۔ دودھ پینے کے لئے حضرت حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں آیا۔ چھ برس کی عمر میں آپکو والدہ حضرت آمنہ لیکر مدینہ گئیں اور حضرت عبد اللہ اپنے شوہر والد رسول اللہ کی زیارت کی اور کرائی۔ ایک مہینہ تک وہیں بنو عدی کی منازل میں مقیم رہیں۔ واپس آتی ہوئے مقام ابوا میں جو ایک قریہ جو میقات جحفہ سے ۲۳ میل پر واقع ہے فوت ہو گئیں۔ اُم ایمن آنحضرت علیہ الصلوٰۃ کو ساتھ لیکر مکہ میں آئیں۔ رسول اللہ کو قیام مدینہ کی بہت سی باتیں یاد تھیں۔ ہجرت کے بعد بنو عدی کی منازل پر گذرے۔ تو فرمایا۔ میری والدہ یہاں ٹھیری تھیں۔ یہی وہ تالاب ہے۔ جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔ والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد عبد المطلب کے پاس رہے۔ عبد المطلب نے ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس وقت آنحضرت کی عمر آٹھ سال تھی۔ جب جنازہ اُٹھایا تو حضور علیہ السلام بھی ساتھ تھے اور فرطِ محبت سے روتے جاتے تھے۔ اسکے بعد آپ ابو طالب کے پاس رہے۔ دس بارہ برس کی عمر میں بکریاں چرائیں۔ یہ حقیقت میں عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا حسب دستور جب ابو طالب کی تجارت کیلئے شام کے سفر کی تیاری ہوئی۔ تو اُن کو بوجہ تکلیف رسول اللہ کا بیجانا نامناسب نظر آیا۔ لیکن جب وہ چلنے لگے تو آنحضرت بوجہ

جوشِ محبت اُن سے لپٹ گئے۔ ابو طالب نے بھی آپکی دلشکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا
بحیرا عیسائی کا مشہور واقعہ بصرہ کی راہبی خانقاہ کا بھی سفر میں پیش آیا کہ اُس نے آپکو
دیکھتے ہی کہا۔ کہ یہ سید المرسلین ہیں۔ لوگوں نے شناخت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ جب
پہاڑ سے اُترے تو جس قدر درخت اور پتھر تھے رب سجدے کے لئے جھک گئے۔

رسول اللہ کے ابتدائی زمانہ میں مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود کعبہ میں
تین سو ساٹھ بت تھے۔ سرورِ عالم کے خاندان کا طغرائے امتیاز صرف اس قدر تھا کہ
وہ کعبہ کے جو صنم کدہ بنا ہوا تھا متولی اور کلید بردار تھے۔ بااین ہمہ بانیِ اسلام کبھی
کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ نہ کسی رسم جاہلیت میں شریک ہوئے۔ قریش
نے اس بنا پر کہ ہمیں لوگوں سے ممتاز رہنا چاہئے۔ یہ قاعدہ قرار دیا ہوا تھا کہ ایام
حج میں قریش کے لئے عرفات جانا ضروری نہیں۔ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریش
کا سا لباس اختیار کریں۔ ورنہ انکو عریاں (ننگا) ہو کر طواف کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی
بنا پر عریانی طواف کا عام رواج ہو گیا۔ دوسرا افسانہ گوئی ایک مشغلہ قریش نے بنایا ہوا تھا
لیکن حضور کی شان ان مشاغل سے بالاتر تھی۔ ان سے بتوفیق خدا محترز رہے۔ چالیس برس
کے قریب ہو کر دیباچہ نبوت یہ قرار پایا کہ آپ پر خواب[۱] اسرار منکشف ہونے لگے۔ ایک دن
آپ حسب معمول غار حرا میں مراقبہ میں مصروف تھے کہ فرشتہ غیب خدا کی طرف سے وحی
اور نبوت کا اعزازی پیغام لایا۔ اور حاضر خدمت ہو کر آپ سے سورۂ اقرأ پڑھنے کو کہا
جسکی تفصیل بخاری شریف کی ابتدا میں ہے۔ ابتداءِ نبوت تھا۔ آپ اسی مشاہدہ سے
ڈرے اور متردد ہوئے۔ لیکن یہ تردد۔ یہ خوف و اضطراب۔ جلالِ الٰہی اور نبوت کے
بارِ گراں کا تاثر اور تخیل تھا۔ لیکن یہ سب کچھ حضرت خدیجہ کی تسکین اور ورقہ[۱] نے تصدیق

۱؎ یہ لذات کا عالم تھا۔

کرنے سے کہ کتب منزلہ سابقہ کے رو سے آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور فرشتہ ناموس اکبر (جبریل) ہے۔ پوری تسلی ہو گئی۔ کہ فضل الٰہی شامل حال ہے۔ آنحضرت صلعم نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا۔ تو یہ مرحلہ پیش آیا کہ اس پرخطر زمانہ کو پہلے کس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس غرض کے لئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جنکو آپ کے اخلاق و عادات کی حرکات و سکنات کا تجربہ ہو چکا تھا۔ جو پچھلے تجربوں سے آپکے صدق دعوے کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے۔ یہ لوگ حضرت خدیجہ جو آپکی حرم محترم تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جو آپکی آغوش تربیت میں پلے تھے۔ زید جو آپکے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور بندہ خاص۔ ابو بکرؓ جو برسوں سے فیضیاب خدمت تھے۔ سب سے پہلے آپ حضرت خدیجہ کو یہ پیغام سنایا۔ وہ سنتے ہی پہلی مومنہ تھیں۔ پھر بتدریج اور بزرگوں کی باری آئی سب ہمہ تن اعتقاد تھے۔ پھر تو یہ چرچا یہاں تک ترقی پذیر ہوا کہ قریش کی سخت خونخواریاں جور و ستم۔ شدائد۔ دولت و مال کی انتہائی ترغیبیں۔ ان سے کوئی چیز۔ اس ترقی اسلامی کو متزلزل نہ کر سکی۔ آخر انہیں بکمزور ستم کشیدہ۔ ہاتھوں نے قیصر و کسرے کا تخت الٹ دیا۔ اسراء و معراج کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ ایک طویل نزہتگاہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارا مختصر سفرنامہ اس کا متحمل و متکفل نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ بعض پڑھے ہوئے کور باطن منقص الرسول اس اسرار کو عدم حاضر ناظر ہونے رسول اللہ صلعم کی دلیل بنا کر گلی۔ گلی۔ کوچوں۔ کوچوں ہر گلا پھاڑ۔ پھاڑ کر لوگوں کو پریشان کرتے پھرتے ہیں۔ اگر حاضر ناظر ہوتے تو خدا تعالےٰ سیر کرانا کیا معنے۔ معلوم ہوا کہ اس پر کچھ مختصر طور پر قلم نیزہ سے انکا جگر پاش کیا جائے۔ یہ یہ مصرع ہی زیر نظر ہو گا ۔ بیٹھ کر سیر ملکوں کی کرنی + یہ تماشہ کتاب میں دیکھا سیر کرانا سے عدم حضور و ہر مکان کا لازم نہیں آتا۔ یہ الٹی جمنا بہانی انہیں کا کام

www.musapakshaheed.com

جو فلسفہ مردودہ کے مقلد ہیں۔ کہ ایک جسم دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا۔ ہم انکو یواقیت والجواہر علامہ شعرانی کے اس مقام کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں جہاں انہوں نے حدیث معراج کے بعد لکھا ہے۔ فیا من یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی مکانین فکیف یکون ایمانک بھذا الحدیث الخ یعنے اے وہ شخص کہ تو جسم واحد کا دو مکانوں میں قائل نہیں۔ تو پھر اس حدیث پر تیرا کیونکر ایمان ہوگا۔ پھر لکھا ہے کہ معترض نہ ہو الخ پھر یہ لکھا ہے کہ موسے کو آسمان پر بیٹھے دیکھنا۔ اور قبر میں بھی ثابت ہے۔ اگر تو کہے کہ وہ موسٰے اور۔ اور یہ اور ہے۔ تو پھر تو مکذب الرسول ہوگا۔ انتہی مختصراً۔

حضرت عائشہؓ کا فرمان کہ مافقد جسدہ کی بیجا تاویلیں کرنی ناموزون ہیں۔ سچ ہے کہ وہ معراج کے موقعہ پر زیر دامن رسول اللہ نہ تھیں۔ نہ وہ اور نہ وہ۔ لیکن جب انہوں نے یہ قول کیا تب وہ زیر دامن رسول اللہ تھیں یا نہ۔ کیا رسول اللہ سے یا کسی دوسرے بزرگ ثقہ سے سنکر کہدینا جرم ہے۔ کیا محدثین کا قاعدہ کہ اگر اصحابی کا قول اس قسم کا ہو تو وہ بحکم مرفوع کے ہوتا ہے۔ صحیح نہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ کو معمولی عورت یعنے غیر صاحبۃ الرائے جو سمجھتا ہو۔ کما فی المکتوب الگھوٹوی۔ تو ان سے ہمارا خطاب نہیں ہو سکتا۔ ہمارے خیال میں تو یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے فرمان کا یہ مطلب شاید ہو کہ جیسے بیت المقدس میں۔ آسمانوں میں مرئی تھے۔ ویسے اپنے بستر پر بھی مرئی تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہاں وہاں تھے اور یہاں نہ تھے۔ کوئی ایسی صحیح روایت ہی کہ جو اسکے خلاف ہو جسمیں تصریح ہو کہ بستر خالی دیکھا گیا ہو۔ یہ اور بات ہی کہ کہیں ظاہر ہوں کہیں مستتر۔ یا تمام دنیا ہی آپکے سامنے مثل ناخن انگشت ہو۔ ہمارے پیر دستگیر حضرت پیرانِ پیر غوث صمدانی رضؓ کا بھی یہ مقام تو بتلایا گیا ہے۔ کما فی القصیدہ

الجوثیہ ۵ نظرتُ الی بلاد اللہ جمعاً ؏ کخردلۃ علی حکم اتصال ۔ حضرت علامہ
پیر گولڑوی فرماتے ہیں کہ البتہ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجسدہ العنصری
العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ سے ملتا ہے ۔ اور بلحاظ واقعہ معراج شریف و خصائص
ولوازم مختصہ جسم شریف کے مستبعد بھی نہیں ھذا ما عندی والعلم عند اللہ
کما فی آخر المکتوب ۔ افسوس ہے کہ ہم نے یہ سنکر کہ منکر حاضر ناظر کوئی رسالہ لکھ
رہے ہیں ۔ ایک رسالہ حاضر ناظر لکھنا (تا وجوہ رسالہ منکریں) ملتوی کیا ہوا ہے کہ دوبارہ
تکلیف نہ ہو ۔ ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۵
کجا بود ۔ الشہب کجا تا قدم حضرت علیہ السلام نے ہجرت کی (جسکا اختصار اسی رسالہ
میں درج ہے) اور تمام تکمیل کے بعد جسر الموت سے عبور کر کے پھر اختیاری استتار
کے ساتھ اعلیٰ پیمانہ کے مناسب اختیار حاصل کر کے ۱۱ھ میں مستور ہوئے ۔ اور
ترقی پر ترقی ہوتی رہی ہے ۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ۔

حلیہ مبارکہ :- آپ میانہ قد ۔ موزوں اندام تھے ۔ چہرہ خورشید
کی مانند چمکتا تھا ۔ چاند سے زیادہ خوبرو تھے ۔ مشک و عنبر میں آپکے بدن
اطہر کی خوشبو سے زیادہ خوشبو نہ تھی ۵

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ؏ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری
شیخ دہلوی فرماتے ہیں ۔ اما در حال سید المرسلین دم نتواں زد ۔ مصرع او
برتر ازانست کہ آید بقیاس

اللھم صل علی محمد وعلی آلہ بقدر حسنہ وجمالہ

www.misbahshaheed.com

تعین قبور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام

علامہ قاری نے شیخ محمد جزری سے نقل کیا ہے کہ بجز قبر سید المرسلین مو کسی نبی کی قبر کی تعیین صحیح نہیں ۔ ہاں ۔ سیدنا ابراہیم کی قبر قریہ خلیل الرحمن میں ہے ۔ لکن خصوص بقعہ میں نہ ۔ انتہی ۔ اس نقل کے بعد خود علی قاری لکھتے ہیں کہ گویا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ظہور آفتاب کے بعد ماہتاب اور کواکب کا نور کالمعدوم ہو جاتا ہے ۔ اور تمام امکنہ و ازمنہ میں جمیع ادیان کی نسخ کا ایماء بھی ہے ۔ اور یہ بھی کہ جس طرح آپ کو ہر مرتبہ میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے اس زیارت میں بھی کوئی آپکا شریک نہ ہو ۔ جیسے مدینہ طیبہ میں آپکے مدفون ہونیکی حکمت لکھی ہے کہ انکی عظمت شان استقلالاً ہو ۔ نہ یہ کہ مکہ معظمہ میں دفن ہو مکہ کی عظمت ہو ۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ مکہ معظمہ میں کثیر صحابہ کرام مدفون ہیں لیکن ان کی مقابر غیر معروفہ ہیں ۔ حتی کہ قبر حضرت خدیجہ بھی نومی اشارہ سے بنی ہے ۔ مولد رسول اللہ میں گو اختلاف ہے ۔ مگر مشہور اہالی مکہ کے نزدیک مقام معروف عند الانام ہے ۔ اما موالید حضرات صدیق و فاروق و مرتضی رض جو پیدا ہیں ۔ ان کا کوئی ثبوت نہیں ۔ علاوہ بر آں ان موالید کی بقعات کی بھی کوئی وجہ متبرک حاصل ہونیکی ظاہر نہیں ۔ مگر باعتبار انجام کار اور اواخر اعمار ان مولودین کے لئے علو قدر میں کلام نہیں ۔ ورنہ ان کی ولادت کے اوقات میں کوئی ولایت نہ تھی ہاں ۔ ہاں ۔ ان کے حالات لاحقہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ازل سابقہ میں ان کے لئے عاقبت حسنے سبقت کر چکی تھی ۔ پھر مقربات شیعی کی قطع قدم کے

بعد حضورؐ کے نور کا ظہور بایں طور دکھایا ہے کہ حضور کا نور شرقاً، غرباً غایت ظہور میں ہے، اول ما خلق اللہ نوری ؐ۔ پھر لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا نام نور رکھا ہے۔ حضرتؐ کی دعا میں بھی التماس ہے کہ اجعلنی نوراً۔ اور قرآن مجید میں یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم و یابی اللہ الا ان یتم نوره نور سے مراد آپ ہیں۔ نیز آیہ۔ اللہ نور السموٰت و الارض مثل نوره۔ اے نبی قلب محمدؐ۔ لیکن اس نور کا ظہور اہل بصیرت کی آنکھوں ہی میں ہوتا ہے۔ دل کے اندھے مستثنےٰ ہیں۔ انتہی :۔ من لم یجعل اللہ له نوراً فما له من نور :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان تیمی ہیں۔ ابو قحافہ یوم فتح مکہ مسلمان ہوئے۔ صدیق اکبر کی خلافت میں یہ مدینہ منورہ میں زندہ تھے کہ صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی۔ ابو قحافہ بخلافت فاروق اعظم سنہ ۱۴ھ کو فوت ہوئے۔ حضرت صدیقؓ رسول اللہؐ کی ولادت سے دو سال چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر دولتمند۔ ماہر انساب صاحب الرائے اور فیاض تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے جب ایمان لائے تو چالیس ہزار درہم ان کے پاس تھے۔ اس وجہ سے مکہ میں انکا عام اثر تھا معززین شہر ان سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے۔ ارباب روایت کا بیان ہے کہ کبار صحابہؓ، حضرت عثمان حضرت زبیر۔ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف۔ سعد وقاص، فاتح ایران، حضرت طلحہ رضی اللہ علیہم۔ سب انہی کی ترغیب و ہدایت سے مسلمان ہوئے۔ یہی حضور کے یار غار ہیں۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ انہیں نے کیا۔ فتوحات بلدان کی توجہ

کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی انہیں کے شان میں نازل ہوئی۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا کے آپ مصداق ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے سرتاج آپ ہیں۔ الغرض اسلامی تاجدار نبوی کے اول خلیفہ حقہ ہیں وکل الکمالات فی المطولات تاریخ وفات ۲۱ یا ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ ہے۔ آپکی عمر کا تخمینا ۶۳ سال ہے پہلوئے مصطفےٰ میں ہوا آپ کا مزار ؎ یار نبی نہ مر کے بھی اک دم جدا ہوا رضہ

حضرت امیر عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر بن خطاب قبیلہ عدی سے ہیں۔ انکی ولادت۔ ہجرت نبوی سے ۴۰ سال پہلے ہوئی۔ عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ میں مکہ کے ایک جلسہ احباب میں بیٹھا تھا کہ یکایک غل اٹھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ان کے حالات۔ اسلام لانے کی کیفیت۔ خلافت کی کارگزاریاں۔ فتوحات کے مشاغل۔ سیاست۔ تدبیر۔ عدل۔ انصاف۔ انتظامات کے بیانات کے لئے دفترہا باید۔ اسلام کی ترقی میں اسی ثانی خلیفۃ الرسول ع نے چار چاند لگا دیئے۔ رعیت پروری۔ دادگستری۔ انہیں کا حصہ تھا۔ ہم نے کتاب غوث اعظم میں ان کا مختصر ذکر کیا ہے۔ ان کے فضائل ان گنت ہیں۔ مدینہ منورہ میں فیروز نامی ابو لولو نجار نقاش کے ہاتھ سے شہید ہو کر آستان نبوی میں پہلو بہ پہلو صدیق اکبر یہ آفتاب پوشیدہ ہو گیا۔ تاریخ شہادت ۲۹ ذالحجہ ۲۳ھ ہے۔ رضی اللہ عنہ

جنۃ البقیع کے قبور ومشاہد

حج الکرامۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نے (اپنی خباثت قلبی سے) مشاہد ومقابر بقیع کو منہدم وگرا کر سفید زمین کردی تھی۔ اس لئے کسی قبر کی صحیح تعیین یقینی نہیں ہوسکتی۔ گو یہ پورا یقین ہے کہ اجساد شریفہ بقیع کی زمین سے خارج نہیں۔ الشیخ محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں "غالب آن است کہ قبور اہل البقیع بعینہا معلوم نیست"۔ کیونکہ پھر تجدید مقابر ومشاہد بظن وتخمین ہوئی۔ اسی نالائق نجدی کو وہابی جو اہل حدیث کہلواتے ہیں تیرھویں صدی کا مجدد جانتے ہیں۔ چنانچہ مولوی صدیق حسن نے حج الکرامۃ میں تیرہویں صدی کے مجددین میں اس نجدی کو مجدد لکھا ہے اور اس کا نام محمد بن عبدالوہاب لکھا ہے۔ لیکن علامہ سید ابن عابدین نے رد المحتار مشہور شامی میں بذکر باب المرتد۔ عبدالوہاب لکھا ہے۔ اس کا واقعہ انہیں کے زمانہ میں ہوا لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اتباع عبدالوہاب نجدی حرمین شریفین پر متغلب ہوئے جو حنبلی نہ ہوکر حنبلی کہلواتے تھے۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ہم مسلمان ہیں جو ہمارے اعتقاد کے مخالف ہوگا۔ وہ مشرک ہے۔ بایں وجہ انہوں نے اہل السنۃ اور ان کے علماء کا قتل کرنا درست سمجھا۔ حتی کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی شوکت وغلبہ کو توڑا۔ اور ان کے بلاد کو خراب کیا۔ عساکر المسلمین نے ان پر ظفر وفتح حاصل کی۔ یہ فیصلہ سنہ ۱۲۳۳ھ کو ہوا۔

مولوی شیخ احمد کشمیری نے اپنے ایک رسالہ منظومہ میں اس خارجی کا تمام

کارنامہ خبیثہ دکھلایا ہے۔ اور بھی لکھا ہے۔ کہ سنہ ۱۲۰۳ھ سے اس کا فتنہ شروع ہوا۔ پھر سنہ ۱۲۱۳ھ میں ضال اور مضل نے وعظ و تلقین کے ذریعہ سے اپنی بد اعتقادی کی طرف کھینچتے ہوئے طائف پر قبضہ پا کر کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ طائف کی زمین کو مظلوموں کے خون سے گل سرخ بنا دیا ؎

ارض طائف چوں ادیم طائفی آں بدقدم سرخ از خون شہیدان و قتیلاں کردہم
آنچہ از دست شقی شد بر بنی سعد و ثقیف عشر عشرش ظلم آں حجاج ثقفی سخیف
مسجد آں ابن عباس ابن عم مصطفےٰ با زمیں کردش مساوی از رہ ظلم و جفا

سعود نامی عبدالوہاب کی طرف سے سپہ سالار تھا۔ آخر کار سلطان موجودہ کی طرف سے اسکی سرکوبی کے لئے ابراہیم پاشا مقرر ہوا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں ؎

افسر ابراہیم پاشا ست ینبوع الحکم بہر دفع ظلم از سلطان او عدل و حکم
میرسید از بندر ینبوع سوئے جدہ زود ہمرہش آں منجنیقہا و توپہا بیحد حدود
چوں سعود نحس کردہ استماع ایں خبر گشت مضطر از ہراس و ترس گفت این المفر

المختصر سنہ ۱۲۳۳ھ میں یہ فتنہ فرد ہوا۔ وہابی نجدی منہزم ہوئے۔ قتل ہوئے۔ غرق ہوئے۔ بچے کھچے نجد کو دم دبا کر بھاگ گئے۔ تفصیل کے لئے دیکھو رسالہ منظوم شیخ احمد کشمیری۔ اور جواہر الایقان مولوی مفتی حکیم محمد عبدالکریم۔ آج کل پھر نجدیوں کے سعود منحوس کی تشویش کن کیفیات اخباروں میں گشت کر رہی ہے زمیندار اخبار سعود کا بڑا حامی ہے۔ ہم تو انصافاً مسٹر شوکت علی کے اس معاملہ میں ابھی مقولہ کے ہم صفیر ہیں کہ ہم سعود کی سلطنت کو مکہ معظمہ میں ایک لمحہ و منٹ کے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔ ہذا حاصل المقولہ۔

فرقہ نجدیہ کے مظالم و مفاسد معلوم کرنیکے لئے دیکھو تاریخ نجدیہ یعنی حقیقت وہابیہ جو آج کل حزب الاحناف لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اب ہم مدینہ طیبہ کی مختصر کیفیت اور جناب سرور عالم رسول اللہ معظم شفیع المذنبین سید العرب والعجم المبعوث الی کافۃ الامم۔ محمد رسول اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وغیرہم من الشرفاء العظام وصحابۃ الکرام کے مختصر حالات قلم بند کرتے ہیں۔ واللہ ہو الموفق۔

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ شہر مدتوں سے آباد ہے۔ اس کا پہلا نام یثرب ہے۔ نوح علیہ السّلام[ف] کے طوفان پہنچنے کے بعد اہل کشتی سلامت بجگر اُترے اور بلاد مختلفہ میں متفرق ہو گئے ان سے نوح علیہ السّلام کے فرزند سام کے پوتے کا پوتہ یثرب بن قانیہ پہلے پہل اس شہر میں آکر آباد ہوا۔ بایں وجہ اس شہر کا نام یثرب ہوا۔ پھر اس کے بعد عمالیق وہ بھی خاندان سام بن نوح علیہ السلام سے جو بنو عملاق بن درخشد بن سام کہلاتے تھے۔ انہوں نے عمارات اور مکانات بنوائے اور نخلستان و زراعت کی آبادی شروع کی۔ اور ترقی کرتے ہوئے بہت سے بلادوں پر جو مابین البحرین وعمان تھے قبضہ کرلیا۔ فراعنہ مصر اور جبابرۃ الشام اسی قوم کے تھے۔ یہودی آکر یہاں آباد ہوئے۔ ان کی نسلیں کثرت سے پھیلیں۔ اور مدینہ کے اطراف اِن کے قبضہ میں آگئے۔ انہوں نے مدینہ کی حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعے بنالئے۔ اور انمیں سکونت رکھتے تھے۔ اوس اور خزرج دو نو آپس میں

ف نوح ہبوط آدم سے ۱۶۴۲ سال بعد پیدا ہوئے (لقط العجلان)

بھائی تھے جو قحطان یمن کے خاندان سے تھے۔ سخت بارش کے سیلاب سے یمن سے نکلکر مدینہ طیبہ میں آکر آباد ہوئے۔ تمام انصار انہیں دو خاندان سے ہیں یہ خاندان جب یہاں آیا تو یہود غایت درجہ کا اقتدار اور اثر رکھتے تھے۔ آس پاس کے مقامات ان کے قبضہ میں تھے۔ دولت و ثروت میں مالا مال تھے انکی اولاد کی یہ کثرت ہوئی کہ دور دور تک بستیاں بسالی تھیں۔ انصار بھی کچھ عرصہ تک ان سے الگ تھلگ رہے۔ لیکن بعد میں ان کی شوکت و دولت کا اثر دیکھکر ان کے حلیف بن گئے۔ چونکہ انصار کا خاندان بھی پھیل گیا اور بفضلہ تعالی پھیلتا جاتا تھا۔ اور اقتدار حاصل کرتا جاتا تھا۔ یہود نے حفظ ماتقدم کے لحاظ سے انکا معاہدہ فسخ کر دیا۔ کچھ زمانہ کے بعد ملک الیہود فیطوان نامی کا زمانہ آیا۔ جو سخت متعصب اور شہوت پرست تھا۔ اس نے ایک قہری فرمان جاری کیا۔ کہ اوس اور خزرج کے خاندان سے جو لڑکی بیاہی جائے وہ پہلے اس کے شبستان عیش میں متمتع ہوکر پھر اپنے زوج سے زفاف حاصل کرے۔ اسی زمانہ میں انصار کے سردار مالک بن عجلان کی ہمشیرہ کی شادی نکاح شروع ہوئی۔ تو وہ غیور خاتون عین شادی کے دن بے پردہ گھر سے نکلکر اپنے بھائی کی نشستگاہ کے سامنے سے گزری۔ وہ دیکھکر ہم جلیسوں سے شرمندہ ہوا۔ اور بہن کی یہ حرکت خصوصا اس موقعہ پر نہایت شاق و گراں گزری۔ غیرت نے بیٹھنے نہ دیا۔ اسوقت گھر میں آیا اور ہمشیرہ کو جھڑکا۔ اور سخت ملامت کی۔ بہن نے کہا خوب۔ یہ حرکت اس بھی بڑھکر ہے مذموم جو کل ہونے والی ہے مالک ایک خیال سوچکر چپکا رہگیا۔ دوسرے دن حسب دستور مالک کی بہن دلہن بنکر فیطوان

جسے فطیون بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی خلوت گاہ میں گئی تو مالک بھی تلوار لیکر زنانہ لباس میں
دوسرے سہیلیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اور جاتے ہی موقعہ پاکر فطیون کو قتل کر دیا۔ اور بھاگ کر شام
چلا گیا۔ وہاں غسانی خاندان کی حکومت تھی۔ ابوجبلہ حکمران تھا۔ اس نے یہ حالت سنی تو فوج
گراں لیکر آ دھمکا۔ اوس اور خزرج کے رؤسا کو بلا کر خلعت اور صلے دیئے۔ پھر یہودیوں کے
رئیسوں کی دعوت کی اور ایک ایک کو دھوکے سے قتل کیا۔ یہود کا زور اب ٹوٹ گیا۔ اور نئے
سرے سے انصار کی قوت بڑھی۔ پھر ایک مدت تک تو انصار متحد رہے۔ لیکن دوبارہ ان
خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ آخری لڑائی میں جو بعاث میں ہوئی۔ (بعاث مدینہ عالیہ کے
قریب ایک مقام ہے) اس زور کی ہوئی کہ دونوں خاندان تباہ ہو کر اس قدر کمزور ہوئے
کہ قریش کے پاس سفارت بھیجی کہ ہم کو حلیف بنا لیجئے۔ لیکن صاف جواب ملا۔ گو اوس اور خزرج
کا خاندان بت پرست تھا۔ لیکن یہودیوں کی کلمات سننے سے کلام الٰہی کے شناسا بھی
تھے۔ یہ زمانہ تھا جب حضور کو معلوم ہوا تو یہ حجاج الدہر و سفارت کے پاس آئے اور چند آیتیں
قرآن مجید کی سنائیں۔ اور توحید کی طرف بلایا۔ ساتھیوں نے کہا کہ خدا کی قسم جس
کام کے لئے آئے ہیں اس سے یہ بہتر ہے۔ لیکن وفد کے سردار نے مخالفت کی۔ آنحضرت کا معمول تھا
کہ حج کے موقعہ پر تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے۔ لیکن رجب سنہ ... میں متعدد قبائل کے پاس
تشریف لے گئے۔ عقبہ کے پاس چند شخص خزرج کے چند آدمی نظر آئے۔ آپ نے ان سے نام
و نسب پوچھا۔ خزرج جواب ملنے پر آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ اور قرآن مجید کی آیتیں سنائیں
انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا۔ وہ نبی یہی ہیں۔ یہود ہم سے پہلے اسلام لے آویں یہ سب
مسلمان ہو گئے۔ پھر مدینہ کا اسلامی سلسلہ بڑھتا گیا۔ پھر تو یہ نوبت پہنچی کہ خود رسول اللہ کا
وطن بنا مسکن اور وہیں مدفن ہوا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فضائل مدینہ عالیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا وہ بقعہ جس میں حضور جسد مبارک مضموم ہے۔ تمام اماکن سفلی۔ علوی حتیٰ کہ کعبۃ اللہ و عرش معلی سے افضل ہے۔ فکیف جسد المبارک ؛۔

یہ بھی کہ ایمان سمٹ کر مدینہ میں آجائیگا۔ بخاری۔ یہ بھی کہ دجال مدینہ میں میں داخل نہ ہو سکیگا۔ بخاری۔ یہ بھی کہ مدینہ کا بھی مکہ کی طرح حرم ہے۔ کوئی شجرہ نہ کاٹا جائیگا۔ بخاری وغیرہ وغیرہ۔ القصہ باایں ہمہ۔ بعد زمانہ نبوی و خلفائے راشدین رض مدینہ عالیہ پر مصائب گوناگون ہوتے رہے۔ کہ حتیٰ کہ ۵۵۷ھ میں عیسائیوں نے بزمانہ سلطان نورالدین شہید بن محمود زنگی نہایت پرہیزگار مسلمانوں کی صورت میں حجرہ طیبہ محمدیہ کے قریب مکان لیکر نقب لگانی شروع کی۔ کہ جسد مبارک کو نکال لے جائیں۔ مرقد مبارک کے قریب نقب جا چکی تھی کہ حضور علیہ السلام نے سلطان نورالدین کو خواب میں متواتر اطلاع دی۔ جس پر اس نے بو اتدارک کر کے نقب زنوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر حجرہ شریفہ کے ارد گرد خندق تیار کی۔ اب کہد واکر قلعی سے بھر ادی اور مطمئن ہوا۔ پھر ۶۷۸ھ میں ملک منصور قلاوون الصالحی کے عہد میں قبہ روضہ بنایا گیا۔ پھر ۷۶۵ھ میں اس کی اور زیادہ مضبوطی کی گئی۔ پھر ۸۱۰ھ میں اصلاح کی گئی۔ اسی طرح ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہوتا رہا۔ والتفصیل فی الوفاء۔

مسجد نبوی و مسجد قبا کی تعمیر

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو بالائی آبادی ہے۔ اسکو عالیہ اور قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔ جنہیں بنو عمرو بن عوف کہتے تھے جن

ت سرورِ عالم یہاں پہنچے تو تمام خاندان نے جوشِ مسرت سے اللہ اکبر کے نعرے
ئے۔ یہ فخر ان کی قسمت میں تھا۔ کہ میزبانِ دو عالم نے ان کی مہمانی قبول کی۔ اور
یوم قیام فرمایا۔ انصار ہر طرف سے جوق جوق سلام و زیارت کے لئے آتے۔ یہاں
کا پہلا کام مسجد تعمیر کرانا تھا۔ کلثوم کی ایک افتادہ زمین تھی۔ رحمۃ للعالمین نے
جگہ اپنے دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اسی مسجد کے شان میں رب العالمین
تعالیٰ نے قرآن مجید میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے کہ لمسجد اسس علی التقوی الآیۃ
وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اسبات کی زیادہ مستحق
کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو صفائی پسند ہیں۔ اللہ تعـ
صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے انتہیٰ۔ مسجد کی تعمیر کے مزدوروں میں شہنشاہ
بھی ایک مزدور تھا۔ قبا کے داخلہ کی تاریخ ۰ ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی لکھ
یوم ۱۔ یوم کے بعد جمعہ پڑھنے کے لئے شہر کی طرف بیتاب سے تھے کہ رستہ میں
سالم کے محلہ میں نماز کا وقت ہو گیا جمعہ کی نماز اس جگہ ادا فرمائی۔ لوگوں نے تشریف
کی خبر سنکر پیش قدمی کی۔ آپکے ننہالی رشتہ دار۔ بنو نجار بھی سج کر حاضر ہوئے
ں سے مدینہ تک دو رویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں۔ رستہ میں انصار کے خاندان
قبیلہ حاضر ہو کر عرض کرتا حضور یہ گھر ہے۔ یہ محل ہے۔ یہ جان ہے۔ آپ دعا
تے شہر قریب آگیا۔ جوشِ زیارت و اظہارِ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین
زنان بھی چھتوں پر نظارہ کرتی ہوئیں طلع البدر علینا (گزشتہ) کا گیت گا رہی
یں۔ بنجار کی معصوم لڑکیاں دف بجا کر یہ گیت گاتی تھیں:۔

نحن جوار من بنی النجار ❖ یا حبذا محمد من جار

یعنی خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اچھا ہمسایہ ہے۔ جہاں اب مسجد نبوی ہے اس سے متصل ابو ایوب انصاری کا گھر تھا۔ جس کا نام خالد ہے۔ گو کہ ہر ایک یہاں پہنچا تو تمنا تھی۔ کہ آپ کی میزبانی کا شرف اسکو حاصل ہو۔ قرعہ ڈالا گیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا میرا ناقہ چھوڑ دو وہ مامور من اللہ ہے۔ چنانچہ ناقہ ابو ایوب کے گھر کے سامنے آکر خود بخود بیٹھ گیا۔ مسلم کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا بنو نجار میرے جد عبدالمطلب کے ماموں ہیں میں وہاں اتروں گا۔ بہر صورت یہ دولت حضرت ایوب کے حصہ میں آئی۔ القصہ حضور سات ماہ تک ابو ایوب کے مکان میں قیام فرمایا پھر حجرات میں جنکا ذکر آتا ہے نقل مکانی فرمائی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے سب سے اول خانہ خدا کی تعمیر ملحوظ خاطر تھی۔ ساتھ ہی دولت کدہ کے نزدیک خاندان نجار کی زمین تھی۔ جس میں چند قبور اور کھجوروں کے درخت تھے۔ آپ نے مالکان زمین کو بلا کر فرمایا۔ ثامنونی حائطکم یعنی مجھے یہ کھجوروں کا ٹکڑا قیمتاً دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے قیمت نہیں لینگے ہاں لینگے لیکن خدا تعالے سے۔ چونکہ یہ زمین دو یتیموں کی تھی آپ نے رقم لینا پسند نہ کرتے تھے بلکہ اپنی تمام کائنات نذر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ نے یہ گوارا نہ کیا۔ حضرت ایوب سے قیمت ادا کرا دی۔ قبریں اکھڑوا کر مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو پھر جی شہنشاہ دو عالم مزدوروں کے لباس میں تھا۔ پتھروں کو اٹھاتے ہوئے عبد سرور عالم آواز ملا کر رجز پڑھتے۔ اللھم لا خیر الا خیر الآخرہ۔ فاغفر الانصار والمہاجرہ۔ یعنی اے خدا کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے اے خدا مہاجرین وانصار کو بخشدے۔ بخاری وابو داؤد سیرت شبلی

یہ مسجد ہر قسم کے تکلف سے بری اور اسلام کی سادگی کی تصویر تھی۔ مسجد تعمیر ہو چکی تو سے متصل ہی آپ نے حجرے بنوائے اس وقت حضرت سودہ اور حضرت عائشہ ہی نکاح

میں تھیں۔ اسلئے دو ہی حجرہ تجویز ہوئے۔ جب اور ازواج آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے اس کے بعد پھر مسجد کی توسیع ہوتی رہی۔ امیر عمر رضہ نے اور زیادہ وسعت دی۔ حضرت عثمان رضہ کے عہد میں یہ مسجد بہت توسیع کے ساتھ منقوشہ پتھروں کے ستونوں پر بنا کر ساج کی سقف سے مسقف ہو کر خوشنما عالیشان مسجد تیار ہوئی۔ بعض لوگوں کے اعتراض پر حضرت عثمان نے فرمایا۔ میں نے خود رسول اللہ سے سنا ہے کہ جس نے جیسی مسجد اللہ کی بنائی۔ اللہ تعالیٰ ویسا گھر اس کے لئے جنت میں بنائیگا۔ (مسلم) پھر اس کے بعد ولید بن عبدالملک نے اس کو وسیع کر کے اور ہی رنگ کر دیا۔ بعد ازاں عمر بن عبدالعزیز نے محراب و شرفات سے مزین کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ والتفصیل فی جذب القلوب والوفاء قنادیل ذہبیہ اور فضیہ اطراف کے ملوک اور ارباب ثروت سے آکر معلق ہوتے تھے

بقیع کے مدفونین کا مختصر تذکرہ

سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون زمانہ رسول اللہ میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نشان لگا دیا کہ آئندہ جو ہمارے یہاں فوت ہوگا وہ اسی کے پاس مدفون ہوگا۔

حضرت ابراہیم حضور کا لخت جگر جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہوا تھا۔ ایک سال دس ماہ کی عمر میں سنہ ۱۰ھ کو فوت ہوا۔ اور البقیع نبوی حضرت عثمان کے پہلو میں دفن ہوا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ کی والدہ ہیں۔ ان کا جنازہ حضور نے خود پڑھایا۔ اپنی قمیص کا کفن دیا۔ اور اس کی قبر میں پہلے خود لیٹے اور پھر اسے دفنایا اور یہ دعا کی۔ اللہم اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد۔ اس خاتون کو لحد میں حضرت عباس

و صدیق اکبر نے داخل کیا تھا۔ (وفا الوفا) حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ص کی وفات کا سنہ ۲ھ ہے۔ یہ شہزادی اخیر میں حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں۔ اِن کی وفات کا زمانہ بدر کی جنگ کا تھا۔ بوجہ اُن کی تیمارداری کے حضرت عثمان بدر پہ نہ جا سکے۔ اور سرورِ عالم بسبب غزوہ بدر کے اِن کے جنازہ میں شامل نہ ہو سکے۔ حضرت اُن کی قبر پہ جاتے اور روتے۔ عبد الرحمٰن بن عوف رض ان کے مناقب کثیرہ ہیں یہ سنہ ۳۲ھ میں واصل باللہ ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعود۔ یہ بڑے ذی علم صحابی ہیں۔ امیر عمر رض کے عہد میں امیر کوفہ تھے سنہ ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ (تقریب)

حضرت خنیس رض پہلے شوہر ہیں حضرت حفصہ کے۔ جنگ بدر میں زخم کھائے۔ اور مدینہ میں واپس آکر شہادت پائی (خمیس)

حضرۃ فاطمہ بنت رسول اللہ ص سیدۃ النساء العلمین۔ بضعۃ الرسول ع فاطمۃ البتول ام الحسنین الشریفین۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ انکا نکاح باامر احکم الحاکمین حضرت علی المرتضیٰ سے ہوا۔ بعد وفات سید المرسلین تا وفات خوش گاہے نہ خندید۔ سنہ ۱۱ھ میں وفات ہوئی حضرت امام حسن ع انکے مناقب ان گنت ہیں۔ یہ شاہزادہ سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ میں زہر ہلاہل سے شہید ہو کر بقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کا ترجمہ ہماری کتاب غوث اعظم دہلوی میں آنکلم زین العابدین سجاد بھی ان کا لقب ہے۔ ان کے ترجمہ کے لئے دفتر بے پایاں علم بحر ہے۔ بجہ اٹھاونویں سال کی عمر میں سنہ ۹۵ھ میں وفات پا کر اپنے عم امام حسن ع کے پہلو میں دفن ہوئے۔

امام محمد باقر شہادت جدامام حسین ع کے وقت سہ سالہ تھے۔ ان کا نکاح حسن مثنیٰ کی دختر سے ہوا تھا۔ فاقبہ شہیرہ۔ انکی وفات کے سنہ میں اختلاف ہے سنہ ۱۱۳ھ

ہے سنہ ۱۲۲۳ھ تک مکتوب یہ بھی روضہ حسنیہ میں مدفون ہیں۔ امام جعفرؑ ملقب صادق ہے
ان کے اوصاف جمیلہ و مناقب جلیلہ سے دواوین مزین ہیں۔ یہ بھی شوال ۱۴۸ھ کو منصور بانہ
مسمومی شہید ہو کر اپنے والد ماجد کے پاس دفن ہوئے۔ اب اس قبہ مبارکہ کو روضۂ اہلبیت
علیہم السلام کہتے ہیں (فرع النامی) راس الحسینؑ بھی اسی روضہ میں ہی لکھا ہے۔ وفاء الوفاء
میں مکتوب ہے کہ قال ابن عبد اللہ، وعلی قبورہم فی ھذا الموضع من البقیع رخامۃ
علیہا مکتوب الخ یعنے ان حضرات کی قبور پر موضع بقیع میں ایک پتھر سفید پر یہ عبارت
مکتوب ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ الحمد للہ مبید الامم ومحیی الرمم۔ پھر اس کے
بعد عبارت کا یہ ترجمہ ہے کہ یہاں قبر ہے فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم سیدۃ نساء العالمین اور
قبر حسن بن علی و علی بن حسین و محمد بن علی، جعفر بن محمد علیہم السلام کی۔ پھر لکھا ہے کہ یہ
یہ ذکر سنہ ۳۳۲ھ کا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت عباس عم النبی ؐ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئے
اور مضبوط رسے سے باندھے گئے۔ ان کے رونے اور تکلیف پر تمام شب سرور عالم
بیقرار رہے بعد میں فدیہ دیکر رہا ہوئے اور وہیں اسلام بھی لائے۔ نہایت ہی
محب الرسول تھے۔ ان کے مناقب کے لئے دیکھو اسفار حدیثیہ۔ یہ بھی سنہ ۳۲ھ
میں ۸۸ سال کی عمر میں ہو کر قبہ اہلبیت نبویہ ہوئے:-

صفیہ بنت عبد المطلب یہ پھوپھی ہیں رسول اللہ صلعم کی معارف ابن قتیبہ میں لکھا ہے کہ
حضور کی پھوپھیوں سے صرف صفیہ خاتون ہی اسلام لائیں۔ یہی خاتون ام الزبیرؓ ہے
خلافت حضرت عمرؓ میں فوت ہوئی:-

ایک شخص اُن میں سے کہتا یا شیخ عبدالقادر جیلانی دوسرے اشخاص
آواز بلا کر کہتے شیئاً للہ۔ بہت دیر تک یہ سنکر محظوظ ہوتے رہے۔ اسی
تاریخ کو مولوی عاشق الہی سے کلکٹر حاضر ناظر کی بجبر حضرت مخدوم زادہ صاحب کی۔ لیکن
وہ کترا گیا۔ اسی تاریخ کو مولوی فیض احمد جو جمعہ پڑھنے کے لئے مکہ معظمہ گئے ہوئے
تھے آگئے۔ حضرت مخدوم زادہ صاحب کو آج تک بخار بشدت تھا۔ لیکن ہمت
نہ ہارے۔ ٹکٹ تقسیم کنندہ گرجستان جہاز کا دوست ہو گیا ہوا تھا۔ تمام ٹکٹ
مانگنے والوں کو ٹکٹ دلوا دیتے رہے۔ جہاز کے تیسرے درجہ کا ٹکٹ ۳۶ روپیہ
ادا کرنے پر ملتا تھا۔ چند رفیق رمضان شاہ الہی بخش وغیرہ دوسرے جہاز
کا ٹکٹ لیکر ۱۹۔ ذالحجہ کو سوار ہو گئے۔

آخر الامر تمام احباب کو لیکر ۲۱۔ ذالحجہ یوم چہارشنبہ کو کشتیوں پر گرتے
پڑتے جہاز پر سوار ہو گئے۔ حضرت ممدوح معہ خاندان درجہ اول میں (درجہ اول کا کرایہ
۳۵۰ اور درجہ دوم کا دو سو پچاس (۲۵۰) روپیہ مقرر تھا) اور سیٹھ حاجی جمعہ و محمد شفیع
پسر زادہ دوسرے درجہ۔ اور باقی ہم سب تیسرے درجہ میں مقیم ہوئے
۲۱۔ کی شام ہی کو جہاز روانہ ہوا۔ آگے چلکر تحرک شروع ہوا۔

حاجی جان محمد کو جو مکہ معظمہ سے بیہوش ہو کر گرا تھا۔ اور بیمار ہو گیا تھا۔ اور اب تک
بیمار تھا۔ وہ بھی ہمارے پاس تھا۔ تحرک جوں جوں زیادہ ہوتا گیا۔ حالت
خراب تھی۔ فرض بھی اٹھا اٹھا کر پڑھے جاتے۔ یا بیٹھکر۔

۲۵ کی شب کو سخت چکر کی حالت میں بڑھیا قریشن جو جانی نور سوائی کی تحویل
میں تھی فوت ہو گئی۔ اس جانی متوفیہ کی خدمت نور سوائی۔ اور حاجی نعمت اللہ

www.musapakshaheed.com

قریشیان نے خوب ادا کی ۔ بوجہ تحرک جہاز پانی لانے کی سکت بھی نہ تھی ۔ حاجی ملک خدابخش اور حاجی وارث شاہ قریشی اور حاجی چراغ دین پانی کی امداد کرتے رہے ۔ آخر وہ بھی ہار گئے ۔ قریشن متوفیہ کے جنازہ میں حضرت ممدوح شامل ہوئے ۔ باقی سب ہم بے حس تھے ۔

حاجی جان محمد شاہ قریشی بھی بیمار تھا ۔ غالباً اسی تاریخ کو حضرت ممدوح و حاجی صاحب نے ہوائی تار ملتان دی ۔

آخر کار ۳۰ ذالحجہ کو بحساب عرب ۔ اور ۲۸ ۔ ذالحجہ کو بشمار کراچی و ملتان کراچی بندر پر اترے ۔ ملتان سے بہت احباب و شائقین کراچی بندر پر آئے ہوئے تھے ۔ حضرت ممدوح کی پابوسی و معانقہ کی رسم ادا ہونے کے بعد ۔ چند سیٹھ صاحبان جنہوں نے حاجیوں کی دعوت کا پرتکلف انتظام کیا ہوا تھا ۔ وہ حاجیوں کو کھانا کھلانے کا انتظام اپنے مقرر کردہ اشخاص کے سپرد کر چکے ہوئے حضرت ممدوح کو مع انکے خاندان کے سوار کر کے اپنے مکان پر لے گئے ۔ حضرت ممدوح نے چلتے ہوئے ۔ ایک رفیق سے سوال پیش فرمایا ۔ کہ سیدھے ملتان چلنا چاہئیے ۔

ہم تو یہ سنکر سیدھے اسٹیشن کراچی پر پہنچے ۔ چونکہ حاجی خالقداد خان صاحب قریب المرگ تھے ۔ انکا اٹھانا اور سوار کرنا سخت ہی مشکل تھا ۔ لیکن بفضل اللہ تعالے حاجی حافظ شمس الدین صاحب کے صاحبزادہ مولوی منور الدین اور انکے نونہال میاں محبوب احمد کی عالی ہمتی سے یہ مشکل بھی آسان ہو گئی ۔ اور ٹکٹوں کا انتظام کرتے ہوئے سوار ہوئے ۔ اور ٹرین چل پڑی

www.musapakshaheed.com

راستہ میں معلوم ہوا - کہ جناب معلی القاب سید غلام مصطفی شاہ صاحب
جو حضرت ممدوح اپنے والد معظم کے استقبال کو آئے ہوئے تھے - وہ بھی اسی ٹرین میں
سوار ہیں - ان سے یہ مشورہ ہوا کہ حضرت ممدوح کو سیٹھ صاحبان نے ایک شب کے
لئے رکھ لیا ہوگا - ضروری مناسب ہے کہ سٹیشن شمہ سٹہ جنکشن پر اتر کر انتظار کی جائے
ادھر حاجی خالقداد خان صاحب آخری دم توڑ رہے تھے - خانپور سے تھوڑا پہلے
جاں بحق تسلیم ہو گئے - سٹیشن خانیوال پر آتے ہی پولیس گرد ہو گئی -
لیکن افسر پولیس رحمدل تھا - خالقداد خان کی میت کو اتروایا - اور اسکے
اسباب و جان کی باقاعدہ تلاشی لیکر ڈاکٹری معائنہ کا حکم دیا - اور ٹرین کو چلنے کی
اجازت دی - ہم بھی چند رفیق اترے ہوئے تھے - جمعہ کا دن تھا - ظاہر کہ
ملاحظہ ہو چکنے اور جمعہ کی نماز ادا ہونے کے بعد غسل و تکفین کا کام سرانجام
کر کے شاندار جنازہ ہوا - اور خانپور کے گورستان میں دفن کر کے واپس
ریل پر سوار ہو گئے - حضرت ممدوح کی تشریف آوری کی خبر ملتان
سے کراچی تک مشہور ہو گئی تھی - ہر سٹیشن پر آپ کی زیارت کے لئے لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا
لیکن انہیں دوسری آنیوالی ٹرین کی انتظار کرنی پڑتی - الغرض [illegible] سٹیشن
شمہ سٹہ پر زبدۃ العارفین عمدۃ الکاملین حضرت محکم دین سیرانی راح اللہ روحہ
وافاض علینا فتوحہ کے سجادہ شریف جناب معلی القاب صاحب دستار
مقبول پروردگار حضرت خواجہ امام بخش صاحب اعزہ اللہ بالک العرش والعرش
تشریف فرما تھے - کہ ہم جا پہنچے - جناب سید غلام مصطفی صاحب اعلی اللہ
مقامہ نے ٹیلیفون پر سٹیشن ماسٹر خانپور سے پوچھا - کہ آنے والی

اک ٹرین میں حضرت ممدوح سوار ہیں۔ جواب ملا کہ ہاں۔ ایک گھنٹہ تک ٹرین ملتان پہونچ جائیگی۔ حضرت ممدوح صاحب دستار نے وافر دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ٹرین کے آتے ہی تمام معاملات طے ہو کر ٹرین روانہ ہوئی۔

ملتان کے احباب واقربا و خدام بھی بکثرت آئے ہوئے تھے۔ بروز ۲۰ ذالحجہ ۱۳۲۳ھ کو سٹیشن ملتان پر پہونچے۔ خلائق کا ہجوم اس کثرت سے تھا۔ کہ اندازہ شناس تخمین کرنے سے بھی قاصر تھے۔

جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع ملتان و جناب پی ٹی صاحب افسر پولیس ملتان بہادران و دیگر معزز عہدہ داران وغیرہ موجود تھے۔ ہر ملنے والے کو طلا رخ خندہ پیشانی سے ملتے گئے۔ آتش بازی کے گولوں کی آواز اور مبارکباد کے غلغلہ سے گنبد نیلگون گونج اٹھا۔ گل افشانی کا ایسا نظارہ ملتان کو کبھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔

الغرض یہ شہسوار گھوڑے پر سوار ہو کر چلا۔ آگے پیچھے ریڑھیوں پر برف اور سرد پانی کی سبیلیں اور پلاؤ کی دیگیں تقسیم ہوتی گئیں۔ اور اس شان سے دربار۔ دُرِّ بار پر پہونچے۔ اور مسجد شریف میں جبینِ نیاز۔ بدرگاہ قاضی الحاجات بے نیاز رکھکر شکرانہ ادا کیا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ختم

حقا بیان شوق بہ پایاں نمی رسد۔ کوتاہ ساز قصۂ دور و دراز را

الراقم

مسکین خاکسار قاضی محمد برخوردار ملتانی عفی اللہ عنہ و عن الدیہ بحرمۃ النبی و سلطانیہ مورخہ ۲ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ

نقشہ ترتیب واسفر و کرایہ سواریان

یہ معلوم رہے۔ کہ انگریزی ریل و جہازونکا کرایہ معین ہوتا ہے نیز یعنی ریل اور کمپنی کے جہازوں اور موٹروں و ٹنسروں کا کرایہ حسب اوقات و ضرورت تغیر و تبدل ہوجایا کرتا ہے ہمنے اپنا معاملہ دکھلایا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمنے موٹے موٹے کرایہ کی فہرست دی ہے۔ ورنہ سیر و سیاحت ملاقاتوں کے ضمن میں موٹروں ٹنسروں کی ضرورت بھی بہت ہوا کرتی جنکو ہمنے قلم انداز کردیا ہے۔

کہاں سے	کہاں تک	قسم سواری	کرایہ ادنیٰ	کرایہ اعلےٰ
ملتان	کراچی	ریل	[illegible]	[illegible]
کراچی	بصرہ	جہاز	[illegible]	[illegible]
بصرہ	بغداد شریف	ریل	[illegible]	[illegible]
بغداد	سامرہ شریف	ریل	[illegible]	
سامرہ شریف	بغداد شریف	"	[illegible]	
بغداد شریف	کاظمین شریفین	ٹرام	[illegible] آمدورفت	
بغداد شریف	زیارات کوہ نوح	موٹر	[illegible] "	
"	زیارات حضرت سلمانؑ	"	[illegible] "	
"	کربلا معلی و نجف اشرف	"	[illegible] "	
"	شام و دمشق	"	[illegible]	
دمشق	زینبیہ	فٹن	[illegible] آمدورفت	
دمشق	بیت المقدس	ریل	[illegible]	
بیت المقدس	خلیل الرحمن	موٹر	[illegible] "	
"	عمان	"	[illegible]	
عمان	مدینہ طیبہ	ریل	[illegible]	
مدینہ طیبہ	جبل احد	فٹن	[illegible]	آمدورفت
مدینہ طیبہ	جنت البقیع	"	[illegible]	"
"	معان	ریل	[illegible]	
معان	عقبہ بندر	موٹر	[illegible]	
عقبہ بندر	جدہ	جہاز	[illegible]	[illegible]
جدہ	مکہ معظمہ	ٹنسز	[illegible]	

جن جن موقعوں و مقاموں پر اعلیٰ درجہ ہاتھ کرتے تھے۔ جناب حضرت ممدوح اپنے پانچ ٹکٹ اعلیٰ درجہ کے اخذ کرتے۔ گو انکی نشست و برخاست

ختم شد روز ... العزیز ... ہوئی۔